تحقیقات
حصہ اول
فقیہ اعظم ہند شارح بخاری حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی
قدس سرہ
ناشر
دائرۃ البرکات
کریم الدین پور، برکات نگر، قصبہ گھوسی ضلع مئو۔ یوپی

امام احمد رضا پر بے بنیاد الزامات کے تحقیقی جوابات

تحقیقات

حصّہ اول

شارحِ بخاری فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی
دامت برکاتہم القدسیہ
صدر شعبۂ افتاء الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور
اعظم گڑھ یوپی (الہند)

Opp. Jama Masjid BIJAPUR
.RAZVI. M. NAGARCHI

ناشر
دائرۃ البرکات کریم الدین پور گھوسی ضلع مئو یوپی

نام کتاب ——— تحقیقات

نام مصنف ——— فقیہ العصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی

تصحیح ——— مفتی محمد نسیم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور

بار ——— دہم

تعداد ——— ایک ہزار

صفحہ ——— ۱۴۴

قیمت ———

مطبوعہ ——— دائرۃ البرکات

سن طباعت ——— ۱۹۹۹ء

ناشر ——— دائرۃ البرکات محلہ کریم الدین پور گھوسی ضلع مئو یوپی پن کوڈ نمبر ۲۷۵۳۰۴

ملنے کے پتے

نیو سلور بک ایجنسی محمد علی بلڈنگ بھنڈی بازار بمبئی ۳

المجمع الاسلامی مبارک پور۔ اعظم گڑھ۔ یو، پی

المجمع المصباحی مبارک پور۔ اعظم گڑھ۔ یو، پی

فاروقیہ بکڈپو، مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

رضوی کتاب گھر مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

مکتبہ جام نور مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶

کتابت: ایم، اے تسنیمی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ وعلیٰ آلہ وصحبہ ومحبیہ ومتبعیہ

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک غیب کی خبر

صحیح حدیث میں ہے کہ ایک بار حضور رحمت عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا دریائے کرم جوش پر تھا سرکار نے دعا فرمائی۔ اے اللہ ہمارے لئے یمن اور شام میں برکت دے۔ یہ سن کر نجد کے ایک باشندے نے عرض کی اور ہمارے نجد میں۔ یا رسول اللہ! حضور نے دوبارہ یمن اور شام کے حق میں دعائے برکت فرمائی۔ نجد کے ان باشندے نے پھر اپنی درخواست پیش کی تو حضور نے پھر یمن وشام کے لئے دعا فرمائی۔ دوسری یا تیسری بار۔ نجد کے لئے درخواست دعا پر فرمایا۔

هنالك الزلازل والفتن وبها يطلع قرن الشيطان[1] — وہاں (نجد میں) زلزلے اور فتنے ہیں وہاں سے شیطان کے ساتھی نکلیں گے۔

حضور صادق ومصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فرمان کے بموجب اخیر بارہویں صدی میں یہ شیطان کے ساتھی، ابن عبد الوہاب اور اس کے اتباع کی شکل میں نمودار ہوئے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ دنیا میں صرف یہی لوگ مسلمان ہیں۔ بقیہ سب کافر ہیں۔ اس نے اگلے گمراہوں کے اصول وفروع سے استخراج کرکے اپنے عقائد کی ایک کتاب لکھی جس کا نام کتاب التوحید رکھا۔ ۱

اسی کتاب التوحید کا اردو ترجمہ "تقویۃ الایمان" کے نام سے مولوی اسمٰعیل دہلوی نے لکھ کر شائع کیا۔ یہ کتاب دیوبندیوں کے نزدیک کس درجہ کی ہے وہ اس تعارف سے ظاہر ہے۔

---

[1] بخاری ص ۱۰۵۱ ج ۲

ایک تعارف

دیوبندی مذہب میں تقویۃ الایمان کا مرتبہ قرآن سے بڑھا ہوا ہے

دیوبندیوں کے امام ابوحنیفہ" مولوی رشید احمد گنگوہی" اپنے فتاویٰ میں تقویۃ الایمان کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

"تقویۃ الایمان" نہایت عمدہ کتاب ہے۔ اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ کراچی ص۴۱)

ہر مسلمان جانتا ہے کہ قرآن کریم کو ماننا عین اسلام ضرور ہے۔ قرآن کریم کا رکھنا اور پڑھنا اس پر عمل کرنا باعث ثواب و موجب خیر و برکت ضرور ہے۔ مگر قرآن کریم کا رکھنا پڑھنا اور اس پر عمل کرنا عین اسلام نہیں۔ مثلاً کوئی شخص قرآن مجید کو حق مانتا ہے۔ مگر بدقسمتی سے اس کے پاس قرآن نہیں ہے، یا ہے۔ لیکن پڑھتا نہیں۔ تو ضرور وہ مسلمان ہے۔ اسی طرح کوئی مسلمان نماز روزے کا پابند نہیں تو وہ قرآن پر عمل کرنے والا نہیں ہوا وہ گنہگار تو ضرور ہے۔ مگر ہے مسلمان۔ کافر نہیں۔

مگر تقویۃ الایمان کے بارے میں جب دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ "اس کا رکھنا اور پڑھنا اور عمل کرنا عین اسلام ہے۔" تو جس کے پاس تقویۃ الایمان نہیں وہ مسلمان نہیں، جو اسے پڑھتا نہیں وہ مسلمان نہیں، جو اس پر عمل نہیں کرتا وہ مسلمان نہیں، ثابت ہوگیا کہ "تقویۃ الایمان" کا درجہ دیوبندیوں کے نزدیک قرآن مجید سے بھی زائد ہے

تقویۃ الایمان مسلمانوں کو لڑانے کے لئے لکھی گئی ہے

وہابیوں، دیوبندیوں کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی نے انگریزوں[1] کی شہ پر مسلمانوں میں اختلاف اور شقاق پیدا کرنے کی نیت سے تقویۃ الایمان لکھی جس کے بارے میں ارواح ثلثہ ص۸۰-۸۱ میں یہ مذکور ہے۔

"مولوی اسمٰعیل صاحب نے تقویۃ الایمان اول عربی میں لکھی تھی۔ چنانچہ اس کا ایک نسخہ میرے پاس اور ایک نسخہ مولانا گنگوہی کے پاس اور ایک نسخہ مولوی نصر اللہ خاں خورجوی کے کتب خانہ میں بھی تھا اس کے بعد مولانا نے اس کو اردو میں لکھا اور لکھنے کے بعد اپنے خاص خاص لوگوں کو جمع کیا جن میں سید صاحب[2]، مولوی عبدالحی صاحب شاہ اسحٰق صاحب، مولانا محمد یعقوب صاحب، مولوی فرید الدین صاحب مرادآبادی، مومن خاں، عبداللہ خاں علوی (استاذ امام بخش صہبائی و مولانا مملوک علی صاحب) بھی تھے اور ان کے سامنے تقویۃ الایمان پیش کی اور فرمایا کہ میں نے یہ کتاب لکھی ہے اور میں جانتا ہوں کہ اس میں بعض جگہ ذرا تیز الفاظ بھی آگئے ہیں اور بعض جگہ تشدد بھی ہوگیا ہے مثلاً ان امور کو جو شرک خفی تھے شرک جلی لکھ دیا گیا ہے۔ ان وجوہ سے مجھے اندیشہ ہے کہ اس کی اشاعت سے شورش ضرور ہوگی اگر میں یہاں رہتا تو ان مضامین کو میں آٹھ دس برس میں بتدریج بیان کرتا لیکن اس وقت میرا ارادہ حج کا ہے اور وہاں سے واپسی کے بعد عزم جہاد

---

۱ تفصیل کے لئے، اسباب زوال، انگریزی ایجنٹ تاریخ اعیان وہابیہ کا مطالعہ کریں۔

۲ سید احمد رائے بریلوی۔ اسمٰعیل دہلوی کے پیر

ہے ۔ اس لئے میں اس کام سے معذور ہوگیا اور میں دیکھتا ہوں کہ دوسرا اس بار کو اٹھائے گا نہیں ۔ اس لئے میں نے یہ کتاب لکھ دی ہے ۔ گو اس سے شورش ہوگی ۔ مگر توقع ہے کہ لڑ بھڑ کر خود ٹھیک ہوجائیں گے ۔ یہ میرا خیال ہے ۔ اگر آپ حضرات کی رائے اشاعت کی ہو تو اشاعت کی جاوے ۔ ورنہ اسے چاک کر دیا جاوے اس پر ایک شخص نے کہا کہ اشاعت تو ضرور ہونی چاہئے ۔ مگر فلاں فلاں ترمیم ہونی چاہئے ۔ اس پر مولوی عبدالحی صاحب شاہ اسحٰق صاحب اور عبداللہ خاں علوی و مومن خاں نے مخالفت کی اور کہا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ۔ اس پر آپس میں گفتگو ہوئی ۔ اور گفتگو کے بعد بالاتفاق یہ طے پایا کہ ترمیم کی ضرورت نہیں ہے ۔ اور اسی طرح شائع ہونی چاہئے چنانچہ اسی طرح اس کی اشاعت ہوگئی ۔ اشاعت کے بعد مولانا شہید حج کو تشریف لے گئے ۔" (ارواح ثلثہ مطبوعہ دیوبند ص ـــ)

ناظرین غور کریں ! اندرون خانہ بیٹھ کر کس صفائی کے ساتھ خود امام الطائفہ اقرار کرتے ہیں کہ اس میں بعض جگہ الفاظ تیز ہیں ۔ بعض جگہ تشدد ہے، شرک خفی کو شرک جلی لکھ دیا ہے ۔ اس کی اشاعت سے شورش ہوگی ۔ لڑائی جھگڑا ہوگا ۔ مگر پھر بھی اسے دیوبندیوں کے تمام پیشواؤں نے باصرار شائع کرایا ۔

تقویۃ الایمان سے اس کے مصنف کی اور دیوبندیوں کے اکابر کی جو توقعات وابستہ تھیں وہ بدرجۂ اتم پوری ہوئیں اور اس کے شائع ہوتے ہی ابتداءً دلی میں اور رفتہ رفتہ پورے ملک میں ایک آگ لگ گئی شہر شہر، نگر نگر، ڈگر ڈگر، گھر گھر جھگڑے شروع ہوگئے اور باپ بیٹے سے، بھائی بھائی سے، میاں بیوی سے الگ ہوگئے ۔ اختلاف و شقاق کا وہ طوفان اٹھا کہ پورا ملک چیخ اٹھا ۔

اس صورت حال کو دیکھتے ہی علماء اہلسنت نے اس کا رد لکھا اس کے بخیے ادھیڑ دیئے ۔ لگاتار دس بارہ کتابیں اس کے رد میں لکھی گئیں اور پھر

تقریروں میں اس کے کفریات اور ضلالات سے مسلمانوں کو خبردار کیا گیا اور نتیجہ یہ ہوا کہ تقویۃ الایمان کے اثرات تقریباً معدوم ہوگئے ۔

مگر بدقسمتی سے انھیں ایام میں ۱۸۵۷ء کا وہ حادثہ رونما ہوا جس نے ہندوستان سے مسلمانوں کے رہے سہے اقتدار کا بھی جنازہ نکال دیا اور پورے ملک پر درۂ خیبر سے لے کر راس کماری تک دیوبندیوں کے آقایان نعمت انگریزوں کا تسلط ہوگیا ۔

چونکہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے ہیرو علماء اہلسنت ہی تھے اس لئے تسلط کے بعد انگریزوں نے مسلمانان اہلسنت پر ایسے مظالم کئے کہ انہیں برسہا برس تک سنبھلنے کا موقع ہی نہ ملا اور انگریزوں کے ظل عاطفت میں چین کرنیوالے یہ انگریزوں کے نمک خوار اپنا کام کرتے رہے ۔ اور ۱۲۸۲ھ میں دیوبند میں دینی تعلیم کے نام سے مدرسہ قائم کیا جس کے لئے سادہ لوح مسلمانوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے رہے اور انہیں کے بچوں کو اس مدرسہ میں دینی تعلیم کے نام سے بلا بلا کر وہابیت کے جراثیم کا انجکشن لگاتے رہے ۔ جب یہ دیکھ لیا کہ ہمارے پاؤں کچھ جم گئے ہیں اور ہمارے دینی لبادہ کے جال میں پھنس کر ایک معتدبہ طبقہ ہمارے گرد جمع ہوگیا ہے تو ترکش کے اخیر تیر نکالنے شروع کر دیئے ۔

بانی مدرسہ دیوبند مولوی قاسم نانوتوی نے تحذیر الناس لکھی جس میں صاف صاف لکھ دیا ۔

" بلکہ بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے ۔ بلکہ بالفرض بعد زمانۂ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا چہ جائیکہ آپ کے معاصر کسی اور زمین میں یا فرض کیجئے اسی زمین میں کوئی اور نبی تجویز کیا جائے ۔"
(تحذیر الناس ص ۱۶، ۳۳ مطبوعہ دیوبند)

پھر مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے اپنے پیر و مرشد مدرسہ دیوبند کے سرپرست مولوی رشید احمد گنگوہی کے ایماء پر براہین قاطعہ لکھی جس میں یہ لکھ مارا ۔

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوصِ قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاسِ فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی فخر عالم کے وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے؟ کہ جس سے تمام نصوص کو رد کر کے ایک شرک ثابت کرتا ہے۔" (صـ۵۱ براہین قاطعہ، مطبوعہ دیوبند)

اور اس کے بعد اسی مدرسہ دیوبند کے فرزند مولوی اشرف علی تھانوی نے حفظ الایمان میں یہاں تک لکھ دیا کہ۔

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے یا کل غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔" (حفظ الایمان صـ۸ مطبوعہ دیوبند)

امام الطائفہ نے جس جھگڑے کی بنیاد تقویۃ الایمان لکھ کر رکھی تھی وہ ابھی ختم بھی نہ ہونے پایا تھا کہ ان عبارتوں سے ملک کے گوشے گوشے میں آتش فشاں بھڑک اٹھا۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہٗ اگرچہ ابتدا ہی سے وہابیت کی بیخ کنی میں ہمہ تن مصروف تھے مگر اہانت محبوب خدا کے اس ننگے ناچ پر تڑپ اٹھے، اور اپنی پوری جسمانی اور روحانی توانائیوں کے ساتھ فتنہ وہابیت کے خلاف نبرد آزما ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ابتداءً اکابر دیوبند میں جو زندہ تھے ان کے پاس بذریعہ رجسٹری خطوط بھیجے جس میں انھیں تلقین فرمائی کہ وہ اہانتِ رسول علیہ السلام سے توبہ کریں مگر انھیں توفیق نہ ہوئی۔

ان کی توبہ سے مایوس ہونے کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان پر

حکم شرعی صادر فرمایا کہ یہ لوگ اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے کی وجہ سے کافر مرتد ہیں۔ خود ہی فتویٰ دینے پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ ان عبارات کو علما حرمین طیبین کی خدمات میں پیش فرمایا۔ علما حرمین طیبین نے بالاتفاق اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس فتویٰ کی تصدیق فرمائی کہ بلاشبہہ یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی صریح توہین ہے اور ان عبارتوں کے لکھنے والے گستاخ رسول دین سے خارج مرتد ہیں۔

اور یہ تصدیقات حسام الحرمین کے نام سے اردو ترجمے کے ساتھ شائع کر دی گئیں حسام الحرمین کے شائع ہوتے ہی دیوبند کے پرستاروں کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، ہوش گم ہو گئے۔ چاروں شانہ چت گر گئے۔

یہاں خاص بات قابلِ لحاظ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ۱۳۲۴ھ میں جب علما حرمین طیبین سے یہ تصدیقات حاصل ہوئیں فرمایا تو وہاں دیوبندیوں کے اقنوم ثالث مولوی خلیل احمد موجود تھے اور انھوں نے انتھک کوشش کی کہ علمائے حرمین طیبین تصدیقات نہ لکھیں مگر انہیں اس کوشش میں شدید رسوائی اور ناکامی ہوئی اور مدینہ طیبہ میں تو مولوی حسین احمد ٹانڈوی ان دنوں مقیم ہی تھے انہوں نے بھی بہت ہاتھ پیر مارے کہ علمائے مدینہ طیبہ تصدیق نہ کریں مگر ان کی بھی ایک نہ چلی اور وہ بھی خائب و خاسر ہو کر اپنا منہ لے کر رہ گئے اس لئے کوئی یہ بھی نہیں کہہ سکتا کہ علمائے حرمین اردو سے ناواقف تھے انہیں مغالطہ دے کر یہ فتوی حاصل کیا گیا۔ ان دونوں مولویوں نے ہر عالم کے پاس جا جا کر دہائیاں دیں صفائی دینے کی کوششیں کیں، روئے دھوئے نذرانے پیش کرنے چاہے مگر علمائے حرمین طیبین پر جب حق واضح ہو گیا تو انھوں نے بلا خوف لومۃ لائم ان کے بارے میں فیصلہ فرما دیا کہ یہ لوگ گستاخ رسول دین سے خارج، کافر مرتد ہیں۔

اگر دیوبندی مولویوں میں حق پسندی ہوتی، اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا خوف ہوتا شرم و حیا ہوتی تو ان کفری عبارتوں سے توبہ کرتے اللہ

عز وجل اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی چاہتے، غلطی کا اعتراف کرتے مگر اس کی انہیں توفیق نہ ہوئی اور نہ آج تک کسی گستاخ رسول کو توبہ نصیب ہوئی۔ بلکہ الٹے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر سب وشتم۔ گالی گلوج کو اپنا شعار بنا لیا۔ چھوٹوں کی گالیوں کو جانے دیجئے ان کے بڑوں کے دامن اس گندگی سے داغدار ہیں۔ صرف مولوی حسین احمد ٹانڈوی نے اپنی ایک سو گیارہ صفحات کی کتاب میں چھ سو چالیس گالیاں لکھی ہیں۔

مگر ناموس رسالت کے لئے اپنی جان و مال، عزت و آبرو کو سپر بنانے والے مرد مجاہد پر ان گالیوں کا کچھ اثر نہ ہوا بلکہ محبوب رب العٰلمین کے اس عاشق صادق نے ان شاتمان رسول کی دشنام طرازیوں کا جواب یہ دیا۔

فان ابی ووالدتی وعرضی — لعرض محمد منکم وقاء

بیشک میرے ماں باپ اور میری آبرو — حضور علیہ السلام کی ناموس کے لئے سپر ہیں۔

بلکہ صاف صاف اعلان فرما دیا کہ

ع "نہ مرا ہوش بمدحے نہ مرا گوش ذمے"

جب گالیوں سے کام نہ چلا تو جھلا کر دیوبندی کذابوں نے افترا آت کئے، بہتان تراشیاں کیں، فرضی کتابوں سے فرضی عبارتیں گڑھ گڑھ کر اپنے مولویوں کی کفری عبارتوں کی تائید میں پیش کیں۔ تفصیل کے لئے ردشہاب ثاقب ص ۴، ۵، ص ۱۴۱، لغایت ص ۲۱۷ دیکھئے۔ (مصنفہ مفتی اجمل شاہ صاحب سنبھلی)

جب وہابیوں کی ان افترا پردازیوں کا علماء اہل سنت نے پردہ چاک کر دیا اور ان کا یہ مکر و کید الٹے انہیں کے گلے کی آفت بن گیا تو پوری دیوبندی برادری بوکھلا اٹھی۔ بالآخر ان کے شاطرین نے عوام کے ذہن کو ان اصولی اور بنیادی نزاع سے ہٹانے کے لئے یہ چال چلی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور دیگر علمائے اہلسنت کثرھم اللہ کی تصانیف پر لغو، مہمل اعتراضات شروع کر دیئے۔

تقسیم ہند کے بعد اس شاطرانہ چال پر اتنا زور دیا کہ اب تک اس قسم

کے دسیوں پمفلٹ اور اشتہارات شائع کر چکے ہیں۔ جن میں وہی باتیں بار بار دہرائی جاتی ہیں مگر اب تک جتنے بھی پمفلٹ و اشتہارات سامنے آئے یا تو سب کے سب غیر معروف، غیر ذمہ دار دیوبندی اطفال الموالی کے نام سے شائع ہوئے یا ان کے پھکڑ باز قصاص و مناظر۔ جن نے اپنی تقریروں میں اسے بیان کیا اور حسب ضرورت ان کے جوابات بھی دیئے گئے۔

ابھی حال ہی میں ٹانڈہ کے ایک پھکڑ باز افسانہ نویس نے دیوبندی تہذیب کی ایک عریاں تصویر پیش کی ہے جس کا ترکی بہ ترکی جواب خطیب مشرق حضرت علامہ مشتاق احمد نظامی مدظلہ نے "انکشافات" کے نام سے شائع کیا ہے۔

مگر میں انگشت بدنداں رہ گیا جب ابھی حال میں دارالعلوم امجدیہ ناگپور (مہاراشٹر) کی جانب سے منعقدہ دینی تعلیمی کانفرنس میں شرکت کے لئے ۲۸ ربیع الاول کو حاضر ہوا اور وہاں دارالعلوم دیوبند کے دفتر تبلیغ کی جانب سے شائع شدہ ایک اشتہار نظر سے گذرا جس کی سرخی یہ تھی۔

"رضاخانی عقائد باطلہ ان کے اقوال کے آئینہ میں"

جب سے رندوں میں اک پارسا آگیا — بڑھ گئی زینت میکدہ اور بھی

یہ اشتہار کیا ہے؟ افترا، بہتان، دجل، فریب کی پوٹ ہے۔

از راہ ہوشیاری اس اشتہار کے مشتہر نے اپنا نام نہیں لکھا اس لئے کہ وہ خوب اچھی طرح جانتا ہے کہ اس کے مخاطبین جب اس کے تار پود ادھیڑنے بیٹھ جائیں گے تو اس کے قصر شدادی کی کوئی اینٹ بھی سلامت نہیں رہ سکے گی۔

لیکن اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ کسی ذمہ دار ادارہ کے دفتر سے کسی بات کو مشتہر کرنے والا کون ہوتا ہے۔ اس بنا پر ہم بلا کسی جھجک کے یہ یقین کرنے پر مجبور ہیں کہ یہ "اشتہار" دارالعلوم دیوبند کے پورے دفتر کے واحد ذمہ دار دارالعلوم کے مہتمم جناب قاری محمد طیب صاحب کے رشحات قلم کا مرہون منت ہے لیکن

حیرت اس پر ہے کہ جناب مہتمم دارالعلوم کو جب میدان میں آنے کا شوق تھا تو گھونگھٹ ڈال کر کیوں آئے۔

آپ تو اس جری وبیباک شمع محفل کے فرزند ہیں جو گنگوہ کی بھری خانقاہ شریف میں اپنے رفیق جانی کے ساتھ چارپائی پر لیٹ کر اختلاط کا عادی تھا[1]۔ اس اشتہار میں جو باتیں درج ہیں وہ کوئی نئی نہیں۔ دیوبندی قصاص ومناظرین ومؤلفین اسے بار بار دہراتے رہے ہیں اور ان سب کے دندان شکن جواب پاتے رہے ہیں۔

انصاف کا تقاضا تو یہ تھا کہ اگر دیوبندیوں کا منشار فتنہ وفساد نہیں تو جواب الجواب دیتے، ہمارے جوابات کا رد کرتے، مگر ہمارے جوابات سے منھ موڑ کر اصل سوالات ہی کو بار بار دہراتے جانا اس بات کی دلیل ہے کہ دیوبندی جماعت حسام الحرمین کی کاری ضربوں کے اذیت ناک زخموں سے ایسی حواس باختہ ہے کہ اسے سوائے ہائے ہائے، آہ آہ کرنے کے اور کچھ بولنے کی تاب ہی نہیں۔

وہ رضا کے نیزے کی مار ہے کہ عدو کے سینے میں غار ہے
کسے چارہ جوئی کا وار ہے کہ یہ وار، وار سے پار ہے

اب جب کہ امت دیوبندیہ کے امام وقت قاری طیب لنگوٹ کس کر میدان میں آگئے ہیں تو ان کی حیثیت عرفی کا لحاظ کرتے ہوئے ضروری ہوا کہ ان مزخرفات کی پوری قلعی کھول دی جائے۔ تاکہ عوام دیکھ لیں کہ پوری دیوبندی برادری کے سوچنے اور سمجھنے کا انداز کیا ہے؟

"وعلی اللہ التوکل وھو المستعان"

محمد شریف الحق امجدی
۲۹ ربیع الآخر ۱۳۹۱ھ
شب جمعرات

---

[1] پورا واقعہ ملاحظہ ہو۔ ارواح ثلثہ مطبوعہ دیوبند

اس اشتہار کی ہر ہر سطر افترا بہتان سے بھری ہوئی ہے لفظ لفظ میں دجل وتلبیس ہے۔ مگر عنوان بارہ قائم کئے گئے ہیں ان میں تلبیس نمبر ایک یہ ہے۔

"رضا خانی فرقہ تقریباً نصف صدی سے ظہور میں آیا ہے اس سے پہلے اس کا کوئی نام ونشان نہ تھا۔" اعلیٰ حضرت بریلوی" اس کے بانی ہیں۔ اس کی بنیاد بھی اعلیٰ حضرت کے وصایا پر ہے اور وصایا شریف کے بعینہ الفاظ مندرجہ ذیل ہیں۔

"میرا دین ومذہب جو میری کتب سے ظاہر ہے اس پر مضبوطی سے قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔"

اعلیٰ حضرت بریلوی کے آخری بعینہ الفاظ جو ۱۲ ر بجکر ۲۱ ر منٹ ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ وصایا میں قلم بند ہوئے۔ اب اس میں کوئی شبہہ کی گنجائش باقی نہ رہی کہ یہ فرقہ نیا ہے۔"

قاری طیب کا جھوٹ

عنایت مجھ پہ فرماتے ہیں شیخ وبرہمن دونوں
موافق اپنے اپنے پاتے ہیں میرا چلن دونوں

قبلہ! آپ نے یہاں دو دعوے کئے ہیں۔

ایک:۔ یہ کہ رضا خوانی فرقہ تقریباً نصف صدی سے ظہور میں آیا ہے اس کی بنیاد بھی اعلیٰ حضرت کے وصایا پر ہے۔ جو ۱۲ ر بجکر ۲۱ ر منٹ ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ میں قلمبند ہوئی۔

دوسرا:۔ یہ کہ اس کے بانی اعلیٰ حضرت (قدس سرہٗ) ہیں۔

آپ کے یہ دونوں دعوے اسی وقت صحیح ہو سکتے ہیں کہ وصایا قلمبند ہونے کے وقت یعنی ۲۵ ر صفر ۱۳۴۰ھ ۱۲ ر بجکر ۲۱ ر منٹ پر یا اس کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کوئی ایسی کتاب تصنیف فرمائی ہو۔ جس میں اپنے اس مذہب کے اصول و

فروع، ضوابط درج فرمائے ہوں۔

اگر آپ جھوٹے، کذاب، مفتری نہیں! تو بتائیے ۲۵ صفر ۱۳۴۰ھ کے ۱۲ بجکر ۲۱ منٹ کے بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کون سی کتاب تصنیف فرمائی ہے؟ اگر آپ یہ نہیں ثابت کر سکتے تو خود آپ کے اس کلام سے آپ کا مفتری و کذاب ہونا ثابت ہو گیا۔

سچ ہے چور بھاگتا ہے نشان قدم چھوڑتا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ۲۵ صفر ہی کو وصایا قلمبند کرانے کے دو گھنٹہ بعد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا وصال ہو گیا۔ اس درمیان میں ایک سطر بھی نہیں تحریر فرمائی اور نہ کسی سے کچھ لکھوایا۔ پھر نئے مذہب کی بنیاد کیسے ڈالی؟ اس کے اصول و فروع، قواعد و ضوابط کب منضبط فرمائے؟

میرا دین و مذہب کا مطلب

دیوبندی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد سے کہ "میرا دین و مذہب جو میری کتابوں سے ظاہر ہے۔" استدلال کرتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا مذہب ان کا خود ایجاد کردہ ہے۔ یہ بھی کوئی نیا الزام نہیں۔ برسہا برس کا فرسودہ ہے۔ ۱۳۵۲ھ کے ادری کے مناظرہ میں پھر بریلی کے مناظرہ میں منظور سنبھلی نے پیش کیا تھا پھر مقامع الحدید میں بیان کیا اور اس کا جواب العذاب الشدید میں دیا گیا۔ پھر آئینہ باطل میں اعادہ کیا جس کا جواب "برق خداوندی" میں ۱۳۷۱ھ میں دیا گیا اور اب قاری صاحب نے پھر اسی مردود کو لوٹایا ہے۔

یہ قاری صاحب کی اعلیٰ سمجھ کا کرشمہ ہے کہ میرے دین و مذہب کا مطلب میرا ایجاد کردہ لیا۔ حالانکہ ہر شخص جانتا ہے کہ میرے دین اور میرے مذہب کا مطلب "میرا اختیار کردہ پسندیدہ مذہب ہے۔" کسی عرف کسی لغت میں میرے دین کے معنی ایجاد کردہ نہیں ہے۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے۔ اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ آج میں نے تمہارے

لئے تمہارا دین مکمل کر دیا۔

قبلہ فرمائیے! یہاں تمہارے دین کے معنی کیا ہیں۔ جو یہاں مراد ہے وہی وصایا شریف کی عبارت میں بھی مراد ہے۔

حدیث میں ہے کہ منکر نکیر قبر میں سوال کریں گے مَا دِیْنُکَ تیرا دین کیا ہے؟ مومن جواب دے گا میرا دین اسلام ہے۔

قاری صاحب! بولئے! یہاں "میرا دین" سے کیا مراد ہے جو مراد یہاں ہے وہی وصایا شریف کی عبارت میں ہے۔

حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں ثم اعتقادی مذھب النعمان ہ۔ یعنی قیامت کے دن کے لئے جو اندوختہ جمع کیا ہے وہ مذہب نعمان پر میرا اعتقاد ہے۔

بولئے حضرت جی! مذہب نعمان کے کیا معنی ہیں؟"

جو اس مصرع میں مذہب نعمان کے معنی ہیں وہی وصایا شریف کی عبارت کے ہیں۔

دیوبندی مذہب دیوبندی اکابر کا ایجاد کردہ ہے

حضرت جی! جب آپ کی تحقیق انیق یہ ہے کہ میرے دین و مذہب کے معنی "میرا ایجاد کردہ دین و مذہب ہے" تو لیجئے سنئے۔ دیوبندی دھرم دیوبندی مولویوں کا ایجاد کردہ ہے اور گڑھا ہوا ہے۔

آپ کے حکیم الامت تھانوی صاحب نے حفظ الایمان میں سوال اول کے جواب میں سات جگہ لکھا ہے۔ "ہماری شریعت! ہماری شریعت"

دین و مذہب اور شریعت کی متکلم کی طرف اضافت کے معنی آپ کے زعم میں "متکلم کا گڑھا ہوا، اور اختراع کردہ ہے"۔ تو ثابت ہو گیا کہ تھانوی صاحب جسے ہماری شریعت! ہماری شریعت کہہ رہے ہیں۔ وہ تھانوی جی کی گڑھی

ہوئی اور اختراعی شریعت ہے۔ اس کے سارے دیوبندی پابند ہیں۔

مدار حقانیت دیوبندی اکابر کی زبان ہے

اس الزام سے قطع نظر مقام تحقیق میں آیئے تو معلوم ہو جائے گا کہ دیوبندی دھرم یقیناً دیوبندی مولویوں کا ایجاد کردہ اور گڑھا ہوا ہے۔ "تذکرۃ الرشید" حصہ دوم ص۱۷ پر ہے۔

"آپ (گنگوہی) نے کئی مرتبہ یہ الفاظ زبان فیض ترجمان سے فرمائے۔ سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔" اور میں بہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں۔ مگر اس زمانہ میں ہدایت اور نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔"

قبلہ قاری صاحب! اگر آپ کی آنکھ کا موتیابند دور ہو چکا ہے تو خود ورنہ کسی کفش بردار یا کسی دفتری سے بار بار پڑھوا کر اپنے قطب الاقطاب کا یہ ارشاد بغور سنیں اور سمجھنے کی کوشش کریں اور اگر بوجہ کبر سنی، قوت فہم ناقص ہو گئی ہے تو ہم سے سنیں۔ ارشاد ہے۔

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔" واضح ہو کہ یہ نہیں فرمایا کہ "جاری ہوتا ہے"۔ بلکہ فرمایا۔ "نکلتا ہے۔"

"جاری ہوتا ہے" اور "نکلتا ہے" کے درمیان فرق کو ذہن نشین کرنے کے لئے سنئے۔

بارش کا پانی زمین پر جاری ہوتا ہے۔ زمین سے نکلتا نہیں۔ بلکہ بادلوں سے نکلتا ہے۔ آپ کے قطب الاقطاب کے ارشاد میں لفظ نکلتا ہے معنی یہ ہوئے کہ جو کچھ میری زبان سے نکلے وہ حق ہو، اور جو نہ نکلے وہ حق نہیں! اگرچہ میری زبان پر اضطراراً مصلحتاً جاری ہو جائے۔

ظاہر ہے کہ قرآن و احادیث و ارشادات صحابہ و تابعین و ائمہ مجتہدین و

اسلاف گنگوہی جی کی زبان پر جاری ضرور ہوئے ہوں گے مگر وہ ان کی زبان سے نکلے ہرگز نہیں! اس لئے قرآن و حدیث ارشادات صحابہ و ائمہ مجتہدین و اسلاف حق نہیں! بلکہ حق حضرت جی کے ایجاد کردہ، اختراع کردہ، وہ ارشادات ہیں جو ان کی زبان سے نکلے ہیں جس کی مزید توضیح و تاکید آگے ہے کہ۔

"ہدایت و نجات موقوف ہے۔ میرے اتباع پر۔"

ہم مسلمانوں کے نزدیک ہدایت اور نجات حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع پر موقوف ہے۔ مگر مسلمانوں کے برخلاف دیوبندی مذہب میں ہدایت و نجات گنگوہی کی اتباع پر موقوف ہے۔

بولئے! اب دیوبندی مذہب آپ کے قبلہ گنگوہی جی کا ایجاد کردہ ہوا کہ نہیں۔؟

"گنگوہی سے پہلے قرآن و حدیث حق نہیں تھے"

پھر اگر "جاری ہونے" اور "نکلنے" کو کسی ایر پھیر سے ہم معنی بھی مراد لے لیں تو بھی یہ الزام قائم رہے گا کہ قرآن و احادیث، ارشادات سلف، حق ہونے کے لئے محتاج ہیں۔ گنگوہی کے زبان کے، جو اس کی زبان پر جاری ہوئے وہ حق ہے جو نہیں جاری ہوئے وہ ناحق، جب جاری ہوئے حق۔ اور جب تک جاری نہیں ہوئے تھے ناحق۔

لہذا گنگوہی کے مسند ارشاد پر قائم ہونے کے پہلے نہ قرآن حق تھا نہ احادیث اور نہ ارشادات سلف۔

نیز ظاہر ہے کہ احادیث و تفاسیر، کتب فقہ کے تمام دفاتر ان کی زبان سے نہیں نکلے۔

لہذا جو نکلے وہ دیوبندی دھرم میں حق ہوئے۔ اور جو نہیں نکلے وہ ناحق کیا قبلہ! یہ ثابت کر سکتے ہو کہ احادیث و تفاسیر و کتب فقہ کے تمام دفاتر

گنگوہی جی کی زبان سے نکلے ؟

میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔

تو بولیئے! بیک جنبش لسان گنگوہی نے آیاتِ کریمہ، کتب تفاسیر و فقہ کے اکثر حصے کو ناحق بتایا۔

حق گنگوہی کے پیچھے پھرتا تھا

قاری صاحب! یہ ہوتا ہے! گڑھا ہوا دین، اختراع کیا ہوا مذہب اور جعلی شریعت: یہی وجہ ہے کہ آپ کے شیخ الہند مولوی محمود الحسن نے گنگوہی کی شان میں کہا۔

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا
مرے مولیٰ مرے آقا تھے حقانی سے حقانی (مرثیہ رشید احمد)

گنگوہی کے علاوہ دوسری جگہ حق ڈھونڈنے والا گمراہ ہے

اس نے مزید لکھا ہے۔

ہدایت جس نے ڈھونڈھی دوسری جا گہ ہوا گمراہ
وہ میزاب ہدایت تھے کہیں کیا نص قرآنی

لیجئے! آپ کے شیخ صاحب نے نص قرآنی سے ثابت مانا کہ جو گنگوہی کے علاوہ کہیں اور جگہ ہدایت ڈھونڈھے وہ گمراہ ہے۔

دوسری جگہ کے عموم میں اللہ عزوجل و رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی داخل ہیں۔

قاری صاحب! یہ ہوتا ہے نیا دین اور نیا مذہب"

گنگوہی اور نانوتوی نے اسلام کو بھی منسوخ کردیا

اور سنئے! یہی شیخ صاحب دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

شرک و بدعت سے کیا صاف رہ سنت کو   پھر غلط کیا ہے کہ ہیں ناسخ ادیاں دونوں

لیجئے! یہ بات بالکل صاف ہوگئی، گنگوہی اور نانوتوی ناسخ ادیان ہیں یعنی انہوں نے اپنے زمانہ میں موجودہ اور گذشتہ تمام دینوں کو منسوخ کردیا اور اپنا دین چلایا۔ ان کے زمانہ میں اسلام بھی موجود تھا اس لئے یہ دونوں اسکے بھی ناسخ ہوئے۔

معلوم ہوا کہ دیوبندی دھرم میں اسلام منسوخ ہے۔ اور بالاجماع منسوخ پر عمل جائز نہیں! اس لئے ثابت ہوگیا کہ دیوبندی دھرم میں مذہب اسلام پر عمل جائز نہیں۔

اب بانیان دیوبندیت نے جو دھرم گڑھ کر بنایا اس پر عمل کرنا لازم ہے۔ اسی لئے گنگوہی جی نے فرمایا ہے کہ "اس زمانہ میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر"

اب بھی اگر طمانیت قلب حاصل نہ ہوئی ہو تو لیجئے سنئے۔ مولوی خلیل احمد انبیٹھی کی کتاب المہند کے بارے میں لکھا ہے۔

"جن کو مولانا خلیل احمد صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ واقعی میں اس قابل ہے کہ ان پر اعتماد کیا جاوے اور ان سب کو مذہب قرار دیا جائے۔

ناظرین "مذہب قرار دیا جائے" کے لفظ پر غور کریں۔ دیوبندی دھرم، قرآنی دھرم نہیں بلکہ انبیٹھی دھرم ہے جس میں "نجات اخروی" کبھی گنگوہی جی کے اتباع پر لٹک جاتی ہے اور کبھی تھانوی جی کے "چرن" دھو کر پینے پر۔

چنانچہ تذکرۃ الرشید حصہ اول ص۱۱۳ پر ہے۔

"واللہ العظیم مولانا تھانوی کے پاؤں دھو کر پینا نجات اخروی کا سبب ہے"

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

سیدھی سی بات تھی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ فرما رہے ہیں کہ مذہب اہلسنت وجماعت جو میرا پسندیدہ واختیار کردہ دین و مذہب ہے جس کے اصول وفروغ اردو زبان میں قرآن واحادیث وارشادات سلف سے نقل کر کے میں نے اپنی تصانیف میں جمع کر دیئے ہیں ان پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

حضرت جی! کیا آپ کو اس سے انکار ہے کہ مذہب اہلسنت پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔

ضرور آپ کو انکار ہوگا جبھی تو اس پر اعتراض جڑ دیا۔ آپ کے نزدیک تو گنگوہی کی زبان سے جو کچھ نکلا ہے۔ انبیٹھی نے جو کچھ لکھا ہے ان پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے۔ اس لئے جو اس کے برخلاف مذہب اہل سنت پر قائم رہنے کی دعوت دے گا وہ ضرور آپ کے نزدیک لائق تعزیر ہوگا۔

تلبیس نمبر ۲ پھر اس اشتہار میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی وصیت پر جو اپنی فاتحہ کے بارے میں فرمائی ہے جضرت قبلہ قاری جی نے بھی بازاری بھانڈوں کی طرح سے اپنے سوقیانہ پن کو آزمایا ہے۔ وصیت نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

میں وصیت نامۂ احمد رضا خاں دیکھ کر
کیوں نہ کہہ دوں قبر میں بھی پیٹ ہی کی فکر ہے

قاری طیب کی جہالت

دیکھ اے دل نہ چھیڑ قصۂ زلف
کہ یہ ہیں پیچ وتاب کی باتیں

صرف ہم ہی نہیں ملک کا پورا سنجیدہ ومتین طبقہ سربگریبان ہے کہ اس وصیت پر اعتراض کا کیا حاصل؟ اعلیٰ حضرت نے یہ تو نہیں فرمایا کہ اب میرا

آخیر وقت ہے یہ چیزیں لاؤ ان میں میری روح اٹکی ہوئی ہے۔

یہ تو نہیں فرمایا کہ یہ چیزیں میری قبر میں رکھ دینا، یہ تو نہیں فرمایا کہ میرے بعد میری اہلیہ میرے صاحبزادوں کو دے دینا۔

بلکہ وصیت کی تو یہ کہ میرے بعد میری فاتحہ میں یہ چیزیں فقراء کو دی جائیں اور وہ بھی مشروط ہے کہ اعزہ سے اگر بطیب خاطر ممکن ہو تو۔! چھینا جھپٹی نہیں، کسی کی جیب پر ڈاکہ نہیں، مگر معلوم نہیں قاری صاحب اور ان کے دادا کی امت کو کیوں برا لگا۔ وہ آج پچاس برس سے اس پر اپنے مسخرہ پن کو آزما رہے ہیں۔ اور اس پر اپنے سفلہ پن کا وہ ننگا ناچ ناچتے ہیں کہ پیشہ ور بھانڈ بھی شرما جائے۔

وصیت مبارکہ کی تشریح

مساکین سے محبت ان کی خاطر ومدارات ایک پسندیدہ فعل ہے حتیٰ کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لئے دعا فرمائی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اَسْئَلُكَ فِعْلَ الْخَیْرَاتِ وَتَرْكَ الْمُنْكَرَاتِ وَحُبَّ الْمَسَاكِیْن اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہوں نیکیوں کے کرنے، برائیوں کے ترک اور مساکین کی محبت کا۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اپنی زندگی بھر حتی الوسع مساکین کی طرح طرح سے مدد فرماتے رہے وصایا کے وقت بھی ان کا خیال رہا۔

شہزادوں کی جس طرح تربیت کی تھی اس سے اطمینان تھا کہ یہ لوگ ضرور میری اتباع میں مساکین کی مدد کرتے رہیں گے۔ مگر غایت کرم کہ پھر بھی وصیت فرمائی۔ عموماً لوگ مساکین کو معمولی کھانے دیتے ہیں اور خود عمدہ سے عمدہ کھاتے ہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو مساکین کے ساتھ جو محبت تھی اس کے پیش نظر وصیت کی تشریح کر دی کہ اچھے سے اچھے کھانے دیئے جائیں۔

یہ وصیت عاقل کریم کے نزدیک اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اخلاق کریمانہ کی ایک اعلیٰ مثال ہے۔ مگر دیوبندی اچھی طرح جانتے تھے کہ یہ صرف فقراء

اہلسنت کے لئے ہے انھیں ان میں سے کچھ نہ ملے گا اس لئے چڑھ کر اسے اپنے سوقیانہ سرشت کا نشانہ بنالیا۔

ان بدبختوں کی قسمت میں کوّے، بکورے، بتوں کے چڑھاوے کی پوری کچوریاں ہی ہیں یہی زندگی بھر کھاتے رہے[1]۔ اس وصیت میں نعمارِ ربانی کی فہرست دیکھ کر منھ میں پانی بھر آیا مگر جب دیکھا کہ ہمیں ملے گا تو ہے نہیں تو انگور کھٹے ہو گئے۔

اکابر دیوبند کو اخیر وقت اپنے پیٹ کی فکر تھی

سنو! کہ تمہارے اقنوم اول نانوتوی جی اور شیخ ٹانڈوی جی کو دم نکلنے کے وقت اپنے ہی پیٹ کی پڑی تھی۔

دیکھو الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۱۴ کالم ۲ و ۳

"کچھ عجیب اتفاق ہے کہ عموماً تمام مشائخ (دیوبند) اور خصوصاً مولانا محمد قاسم نے آخر وقت میں پھل کی خواہش کا اظہار فرمایا چنانچہ مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی۔ حضرت (ٹانڈوی) نے بھی آخر میں سردے کی خواہش کا اظہار فرمایا اور منجانب اللہ اسلاف کی سنت پر طبیعت اس درجہ مجبور ہوئی کہ مولانا قاسم صاحب اور مولانا شاہد صاحب فاخری ملاقات کو تشریف لائے تو فرمایا کہئے کیا آج کل سردا نہیں مل سکتا۔ انھوں نے فرمایا ضرور مل جائے گا چونکہ اس کے قبل مولانا اسعد صاحب مولانا فرید الوحیدی صاحب وغیرہ نے دہلی، سہارنپور، میرٹھ ہر جگہ تلاش کیا۔ مگر کہیں دستیاب نہ ہوا اس لئے حضرت نے فرمایا کہاں مل سکتا ہے

---

[1] ملاحظہ فرمائیں فتاویٰ رشیدیہ

مولانا وحید الدین صاحب قاسمی نے عرض کی کہ انشاء اللہ دہلی میں مل جائے گا۔ مولانا شاہد صاحب نے عرض کیا جی ہاں تلاش کے بعد بہت امید ہے کہ مل جائے۔

اور یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ حضرت نانوتوی کے لئے لکھنؤ سے ککڑی منگائی گئی تھی تو حضرت کے لئے مولانا سجاد حسین کی معرفت کراچی سے اور مولانا حامد میاں صاحب نے لاہور سے سردہ بھیجا۔"

مرد مومن کا جب وقت قریب آتا ہے تو لقاء ربانی کے شوق میں دنیا و مافیہا سے بے نیاز ہو کر رب العلمین کی طرف متوجہ ہوتا ہے ؎

نشان مرد مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلب اوست

مگر دیوبندی ملّوں کو اپنی آتش شکم سرد کرنے کی پڑی رہتی ہے کوئی ککڑی کے انتظار میں ہے، کوئی سردہ کے لئے بے چین ہے، کسی کی روح ککڑی میں اٹکی ہوئی ہے کسی کی سردہ میں۔

"بولو! کیا مردان حق آگاہ کا یہی وتیرہ ہے۔؟"

تھانوی کو مرتے وقت اپنی بیگم کے پیٹ کی فکر تھی

اور سنو! یہ تو مرتے دم تک اپنے تغار بھرنے کی فکر میں رہے اور تمہارے بزرگ تھانوی جی اپنی دلہن کے لئے فکرمند اور مریدوں کو وصیت کرتے ہوئے مرے۔

"میرے بعد بھی میرے تعلق کا لحاظ غالب ہو، وصیت کرتا ہوں کہ بیس آدمی مل کر اگر ایک ایک روپیہ ماہوار ان (بیوی صاحبہ) کے لئے اپنے ذمہ رکھ لیں تو امید ہے کہ ان کو تکلیف نہ ہوگی۔"

(تنبیہات وصیت صفحہ ۲)

ناظرین غور کریں کتنا تفاوت ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی وصیت اور تھانوی کی وصیت میں۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو خیال ہے تو غربا کا اور مساکین کا اور تھانوی جی کو فکر ہے تو اپنی بیگم صاحبہ کے پیٹ کی اور مرتے مرتے بیگم صاحبہ کے لئے مریدین سے ماہواری جاری کرنے کے لئے کہہ گئے۔

کوئی مرتے وقت گگڑی کے لئے کروٹیں بدل رہا ہے، کسی کی سردہ پر رال ٹپک رہی ہے۔ کوئی ہائے بیگم، ہائے بیگم پکار رہا ہے۔ یہ ہے دیوبندی مولویوں کے آخری وقت کا حال۔

فَاعْتَبِرُوْا یَآ اُوْلِی الْاَلْبَابِ

شیخ ٹانڈہ کی مٹھائی کھانے کی عادت اور چھینا جھپٹی

ایسا بھی نہیں کہ اکابر دیوبند زندگی بھر فاقہ کرتے رہے ہوں اس لئے آخر وقت اکابر دیوبند کی مٹھائی کھانے کی دبی ہوئی شہوت ابھر آئی ہو۔ بلکہ پوری زندگی شکم پروری کے دلچسپ قصوں سے بھری ہوئی ہے۔ بطور نمونہ دو مزیدار قصے درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

پہلے الجمعیۃ کے شیخ الاسلام نمبر میں ٹانڈوی جی کی اپنے ایک عاشق زار کیساتھ چھینا جھپٹی ملاحظہ ہو۔

"حضرت (ٹانڈوی) جی فرماتے۔ حاجی (بدرالدین) صاحب آپ مٹھائی کیوں نہیں لائے۔؟ تو میں عرض کرتا۔ کہ حضور میرے پاس پیسے نہیں ہیں۔ تو حضرت طالب علموں کو حکم دیتے کہ ان کی تلاشی لیجائے۔ پھر کیا تھا جتنے بھی طالب علم ہوتے سب کے سب میرے اوپر ٹوٹ پڑتے اور جو رقم میرے پاس ہوتی سب کی مٹھائی منگائی جاتی اور حصہ سے تقسیم ہوتی اور کبھی کبھی تو حضرت میری شیروانی مذاق سے چھین کر

اپنے پاس رکھ لیتے اور کہتے کہ جب واپس ہوگی جب مٹھائی کے واسطے پیسے دوگے۔ جب مجھ کو پیسے دینے پڑتے۔ حضرت کو بھلا کس بات کی کمی تھی، آپ کے پاس ہزاروں من مٹھائیاں تھیں"۔

ناظرین! آپ نے دیکھا دیوبندیوں کے شیخ الاسلام کی مٹھائی کھانے کی عادت کہ غریب عاشق اگر مٹھائی نہ لاتا تو چھینا جھپٹی ہوتی وہ غریب جان بچانے کے لئے جھوٹ بولتا کہ پیسے نہیں ہیں مگر طلبہ کی فوج چھوڑ دی جاتی۔ زبردستی پیسے چھینے جاتے دارالحدیث میں جیب پر ڈاکہ پڑتا۔ شیروانی چھین لی جاتی۔ بغیر مٹھائی کے پیسے دیئے واپس نہ ہوتی۔ یوں ہزاروں من مٹھائی اسٹاک میں رہتی۔ یہ پیٹ تھا کہ ہوشربا کی زنبیل۔

دھول دھپّا اس بت طناز کا شیوہ نہیں
پیش دستی کر ہی بیٹھے ہم ہی غالب ایک دن

نانوتوی کی مٹھائی کھلانے کی عادت

یہ تو تھا مٹھائی کھانے کا شوق اب مٹھائی کھلانے کی عادت ملاحظہ کریں۔

بانیٔ مدرسہ دیوبند نانوتوی صاحب کے بارے میں ہے۔

"ایک مرتبہ مولانا محمد قاسم صاحب کے پاس آپ کے خادم مولوی فاصل حاضر تھے۔ مولانا نے ان کو مٹھائی تقسیم کرنے کے واسطے فرمایا۔ (کیونکہ مولانا کا کوئی جلسہ مٹھائی سے خالی نہ ہوتا تھا اگر کہیں سے آئی ہوئی موجود نہ ہوتی تو خود منگواکر تقسیم فرماتے) انھوں نے تقسیم کردی۔ آخر میں اتفاق سے اس میں تھوڑی سی مٹھائی بچ گئی تو آپ نے فرمایا۔ الفاضل للقاسم۔ انھوں نے جواب دیا الفاضل للفاضل والقاسم محروم

(ارواح ثلثہ ص۲۶۷)

یہ ہے بانیٔ دیوبند کی مٹھائی کھلانے کی لت اور یہ ہے دیوبند جاکر پڑھنے والے طلبہ کے جال میں پھنسانے کا چارہ۔

دیوبندی اکابر کا مٹھائی کھانے اور کھلانے کا شغف اتنا بڑھا ہوا تھا کہ مرنے کے بعد بھی ان لوگوں کو مٹھائیاں کھلایا کرتے تھے جنہیں زندگی میں کھلانے کی عادت تھی۔

"مولوی اشرف علی تھانوی اپنے پردادا کے بارے میں لکھتے ہیں۔
شہادت کے بعد ایک عجیب واقعہ ہوا۔ شب کے وقت اپنے گھر مثل زندوں کے تشریف لائے اور اپنے گھر والوں کو مٹھائی لاکر دی۔ اور فرمایا کہ تم کسی سے ظاہر نہ کروگی تو اسی طرح روزانہ آیا کریں گے لیکن ان کے گھر والوں کو یہ اندیشہ ہوا کہ گھر والے جب بچوں کو مٹھائی کھاتے دیکھیں گے تو معلوم نہیں کیا شبہہ کریں، اس لئے ظاہر کردیا اور آپ تشریف نہیں لائے۔ یہ واقعہ خاندان میں مشہور ہے"۔
(اشرف السوانح حصہ اول ص۱۲)

جب دیوبندیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مرکر مٹی میں مل گئے تو تھانوی جی کے پردادا کیسے زندہ رہے؟

اس لئے یہ سوال باقی رہتا ہے کہ یہ مٹھائی تھانوی کے پردادا ہی لائے تھے یا کوئی اور۔؟ اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑ دیتا ہوں۔

محتسب خم شکست من سراو
السن بالسن والجروح قصاص

دیوبندی

ابلیس کا علم حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ مانتے ہیں

قاری صاحب اور ان کی پوری برادری کا یہ عقیدہ ہے کہ شیطان لعین کے علم کی وسعت نص سے ثابت ہے۔ مگر حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وسعت علم کی کوئی نص (آیت، حدیث) نہیں۔ شیطان کے لئے وسعت علم ماننا ان کا ایمان ہے اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے ان کی پوری جماعت کے قطب الاقطاب اور ان کے خلیفۂ اعظم انبیٹھی جی اپنی مشہور و معروف کتاب براہین قاطعہ میں لکھتے ہیں۔

"الحاصل غور کرنا چاہئے کہ شیطان و ملک الموت کا حال دیکھ کر علم محیط زمین کا فخر عالم کو خلاف نصوص قطعیہ کے بلا دلیل محض قیاس فاسدہ سے ثابت کرنا شرک نہیں، تو کون سا ایمان کا حصہ ہے کہ شیطان و ملک الموت کو یہ وسعت نص سے ثابت ہوئی۔ فخر عالم کی وسعت علم کی کون سی نص قطعی ہے جس سے تمام نصوص کو رد کرکے ایک شرک ثابت کرتا ہے"۔ ص۵۱

ناظرین غور کریں پہلے قاری صاحب کے ان دونوں بزرگوں نے شیطان لعین کے لئے زمین کا علم محیط مانا اور حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ کہہ دیا کہ نصوص قطعیہ کے خلاف ہے اور شرک ہے۔ پھر صاف صاف لکھ دیا شیطان اور ملک الموت کے لئے وسعت علم نص یعنی قرآن و حدیث سے ثابت ہے۔ مگر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسعت علم پر کوئی نص نہیں۔ بلکہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وسعت علم ماننا شرک ہے۔ جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک شیطان کے علم کی وسعت

حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے۔

معاذ اللہ صد بار معاذ اللہ! ابلیس لعین، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ علم والا ہے۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا (ترجمہ) قریب ہے کہ آسمان و زمین پھٹ پڑیں اور پہاڑ ڈھ جائیں۔

تلبیس نمبر ۳

مگر قاری صاحب اپنے اس افترا و بہتان کی پوٹ ہیں، گندہ نالہ بہانے کی سعی لا حاصل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

"خود اعلیٰ حضرت اس بات کے قائل ہیں کہ شیطان لعین کا علم حضور پاک سے وسیع ہے، چنانچہ خالص الاعتقاد صـ۵ میں عقائد کا اظہار اس طرح فرماتے ہیں شیطان کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع نہیں ہے۔ دیکھا آپ نے کہ خاں صاحب بریلوی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت شیطان کے علم کی وسعت سے مقابلہ میں کم کر کے خود رسول اللہ کی توہین کے ساتھ شیطان کو اپنا علمی پیشوا بنانے کی کیسی بیباک جرأت کی ہے۔"

کسی مست کی لگی ہے مگر اسکے سر کو ٹھوکر
جو پڑا ہے میکدے میں یہ خم شراب اوندھا

اولاً:۔ خط کشیدہ عبارت، خالص الاعتقاد میں کہیں نہیں۔

قاری صاحب! اور ان کی پوری برادری کو عام چیلنج ہے کہ یہ خط کشیدہ عبارت خالص الاعتقاد میں دکھا دیں تو انہیں اختیار ہے کہ جو چاہیں میرا نام رکھ دیں اور اگر نہیں دکھا سکتے اور میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ کبھی نہیں دکھا سکتے تو اِنَّمَا يَفْتَرِي الْكَذِبَ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ الآیہ پڑھ پڑھ کر اپنے سینہ پر دم کریں۔

دجالو! جب اپنے بڑے بوڑھوں کے کفریات اٹھانے سے عاجز آ گئے تو جھوٹ فریب، مکر و کید، دجل و فریب، افترا و بہتان کی آندھی چلا کر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کرتے ہو۔ مگر تابکے۔

ثانیاً:۔ اس عبارت کا تو پتہ نہیں کہاں ہے البتہ رماح القہار میں ایک عبارت ہے جو اس عبارت کے ہم معنی ہے۔ مگر رماح القہار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تصنیف نہیں۔ مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی ہے۔ اگر بفرض محال اس عبارت میں کوئی نقص ہے تو اس کے ذمہ دار مولانا سید عبدالرحمٰن ہیں نہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ۔

اے مفتریو! اگر تمہیں شرم و حیا ہو تو اپنے دجل و فریب کی چاک دامانی کے بعد کہیں ڈوب مرو۔

جنھوں نے قاری طیب صاحب کو دیکھا ہوگا وہ ان کی گربہ نما مسکین صورت کا تصور کریں اور اس بڑھاپے میں وہ اپنی قبر میں اپنے ساتھ دجل و فریب کا جو دستاویز لے جا رہے ہیں اسے دیکھیں تو بے اختیار اقبال کا یہ شعر یاد آجائیگا

ع الٰہی یہ ترے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری

ناظرین آئیں اور ان چند سطروں میں ان حضرت جی کی نہایت باریک چند دستکاریاں ملاحظہ کریں۔

۱۔ اپنی طرف سے ایک عبارت گڑھ کر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی طرف منسوب کر دیا۔

۲۔ اس کے لئے خالص الاعتقاد کتاب بھی گڑھ لی۔

۳۔ اس کا صفحہ ۵ بھی اختراع کر لیا۔

۴۔ بعینہ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو رماح القہار کی جسے خالص الاعتقاد کی بتایا۔

۵ ــــ بعینہٖ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو مولانا سید عبدالرحمٰن کی اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی بتایا۔

۶ ــــ بعینہٖ یہ عبارت تو نہیں اس کے ہم معنی اگر کوئی عبارت تھی تو رماح القہار کے ص۵ پر تھی۔ اسے خاص الاعتقاد ص۵ پر بتایا۔

۷ ــــ رماح القہار کی اس عبارت میں بھی یہ مجرمانہ خیانت کی کہ صرف آدھی نقل کی اس کے متصل اوپر کی وہ عبارت جس کا یہ عبارت تتمہ ہے۔ جو انکے اخذ کئے ہوئے مطلب کے لئے سیف براں تھی ہضم کر گئے۔

۸ ــــ اس عبارت سے وہ مطلب نکالا جس سے ان کے امام الکل فی الکل کی اعلیٰ درجے کی مدح ثابت ہوئی۔

۹ ــــ اپنا ملعون عقیدہ، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے سر تھوپا۔

۱۰ ــــ اپنا ملعون عقیدہ اہل سنت کی کتاب رماح القہار کی اس عبارت سے نکالا جو خود ان کے اسی گندے عقیدے پر تعریض ہے۔

ثالثاً: ــــ رماح القہار میں معاذاللہ، معاذاللہ یہ نہیں کہ شیطان لعین کا علم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع ہے۔ آپ نے جو عبارت پیش کی ہے اس سے یہ مطلب کس طرح نکلتا ہے۔ لازم تھا کہ آپ اسکی توضیح کرتے۔

غالباً آپ نے اس اشتہار کا مضمون اس وقت لکھا تھا جب ابتدا, نزول الماء میں آپ کی آنکھوں میں بھنگے ناچا کرتے تھے ورنہ اس عبارت اور اس خبیث مضمون میں کسی طرح دور دراز کے مقدمات در مقدمات لگانے سے بھی اتنا بھی لزوم نہیں نکلتا جتنا آپ میں اور بصیر میں ہے۔

چونکہ آپ بہت بھولے بھالے ہیں اور آپ ہی کے بہت سے نیازمند یہ بھی کہتے ہیں کہ آپ کان کے بھی بہت کچے ہیں۔ اسی وجہ سے اب آپ اپنے اذناب کے ہاتھ میں کھلونا بن کر رہ گئے ہیں جس کے نتیجہ میں ابھی گذشتہ برسوں

میں آپ کے موروثی مدرسہ دیوبند میں اتنی بھیانک ہڑتال ہوئی تھی کہ آپ کو عاجز آکر المدد یا پولیس المدد یا پولیس والا اپنی برادری کا مجرب وظیفہ جپنا پڑا تھا۔ اس لئے یہ بھی ممکن ہے کہ یہ استخراج آپ کا نہ ہو۔ آپ کے کسی نیاز مند کا ہو۔ جس نے کچھ نقد یا خوشنودی مزاج کے عوض اسے آپ کی نذر کر دیا ہو۔ اور آپ نے یہ سوچ کر کہ دادا پر کفر کے فتوے کا بدلہ ہو گیا اسے اپنے اشتہار میں درج کر دیا ہو۔ اس لئے آپ کے بڑھاپے پر ترس کھاتے ہوئے اس کا آپ سے مطالبہ بھی نہیں کرتا بلکہ آپ کو بتا دیتا ہوں کہ آپ کے اذناب نے کس طرح اس عبارت سے یہ خبیث مضمون نکالا ہے۔

ابھی ابھی بھن گاؤں ضلع گونڈہ کے ۲۵ر جون ۷۱ء والے مناظرہ میں جس میں درجنوں آپ کی برادری کے سربرآوردہ مناظرین آئے تھے جن میں آپ کے بہت سے نوکر از قسم مدرسین و مبلغین شریک تھے۔ خصوصیت کے ساتھ وارڈ نمبر افتاء کے ہیڈ محمود صاحب بھی تھے ان لوگوں کو یہ ہمت تو نہ ہوئی کہ خود میدان میں آتے البتہ ایک کودک نادان اور ایک جاہل مطلق کے پس پشت پردہ نشین ہو کر ناوک افگنی کرتے رہے۔

اس مناظرہ میں اس گھٹنے پر وار کر کے بھوں پر زخم دیکھنے کی وجہ سے درجنوں دیوبندی شرکا, مناظرہ نے متفقہ مشورہ کے بعد یہ وجہ بیان کی۔

نفی جب مقید پر داخل ہوتی ہے تو صرف قید کی نفی کرتی ہے۔ اسلئے اس عبارت میں وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات شیطان کے لئے لازم آیا۔

اس کا وہاں اہلسنت کی طرف سے جو جواب دیا گیا اس سے تو آپکے نوکروں نے یہ کہہ کر جان بچائی کہ یہ قاعدہ عربی کا ہے اردو کا نہیں۔

قاری صاحب! آپ تو اپنے نوکروں کی اس پینترہ بازی پر ضرور واہ واہ کریں گے مگر اہل انصاف فوراً ان کا دامن پکڑ کر یہ پوچھیں گے کہ جس قاعدہ سے آپ لوگوں نے یہ خبیث مضمون استخراج کیا ہے وہ بھی تو عربی کا ہے اپنے خصم پر کیچڑ

اچھالنے کے لئے عربی قواعد کی پناہ لینی اور اپنے بچاؤ کے لئے عربی قاعدے سے فرار کس لغت میں حقانیت ہے ؟

تم پری زاد ہو وعدہ تو پری زاد نہیں
آپ اڑتے ہو اڑو بات اڑاتے کیوں ہو

رابعًا ـــــــ قاری صاحب! آپ اپنے ان نوکروں کو بتا دیں کہ یہ قاعدہ "مقید کی نفی سے صرف قید کی نفی ہوتی ہے" مطلقاً ہر جگہ بلا کسی شرط کے جاری نہیں اس کی کچھ شرط بھی ہے۔ اگر اس قاعدہ کا ہر جگہ مطلقاً جاری ہونا لازم ہو تو کتنی نصوص میں تحریف معنوی لازم آئے گی۔ بطور نمونہ دو ملاحظہ کریں۔ ارشاد باری ہے۔

یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً

اے مومنو! دونا دون سود نہ کھاؤ۔ (سورہ آل عمران آیت ۱۳۰)

یہاں نفی مطلق ربٰو پر وارد نہیں۔ اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً کے ساتھ مقید پر ہے تو بقول آپ کے اذناب کے لازم آیا کہ مطلق سود حلال ہوا اور صرف دونا دون حرام ہو۔

دوسری آیت میں ہے۔

وَلَا تُکْرِهُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا (نور آیت ۳۳)

اپنی باندیوں کو زنا پر مجبور نہ کرو اگر وہ پاک دامن رہنا چاہیں

یہاں بھی نفی مقید پر داخل ہے کیا آپ میں یا آپ کے نوکروں میں سے کسی میں جرأت ہے کہ وہ کہہ دیں کہ چونکہ آیت میں نفی مقید پر داخل ہے اس لئے باندیوں کو زنا پر مجبور کرنا اسی حالت میں ممنوع ہے جب کہ وہ پاک دامن رہنا چاہیں۔ اور اگر وہ پاک دامن نہ رہنا چاہیں تو انھیں زنا پر مجبور کرنے کی اجازت ہے۔ مثلاً ایک باندی اپنے کسی مخصوص آشنا سے تعلق رکھنا چاہتی ہے مگر ایک مالک یہ چاہتا ہے کہ وہ شاہدان بازاری کی طرح ہر وارد صادر

کے لئے اپنے کو عام رکھے تو آپ کے اذناب کی تحقیق کے بموجب اس کی اجازت ہونی چاہیے

قاری صاحب! اگر آپ بوجہ ریٹائرڈ ہونے کے نہ بتا سکیں تو اپنے نوکروں سے پوچھ کے بتائیں وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں۔ جو وہ ان آیتوں کا جواب دیں گے وہی ہماری جانب سے رماح القہار کی عبارت پر آپ کے شبہے کا جواب ہوگا۔

خامسًا ـــــــ قاری صاحب اور ان کے نوکروں سے خطاب پورا ہوگیا۔ اب ناظرین کی الجھن دور کرنے کے لئے ہم اس مسئلہ کا فیصلہ کن حل پیش کرتے ہیں۔ کتربیونت دیوبندیوں کی فطرۃ ثانیہ ہے۔ اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے اس قاعدے میں بھی یہی حرکت ان لوگوں نے کی ہے۔ یہ قاعدہ مطلق اور غیر مشروط نہیں۔ اس کی اہم شرط یہ ہے۔ مقید پر داخل ہونے والی نفی صرف قید کے ساتھ مختص اس صورت میں ہوتی ہے جب کہ اس قید کا کوئی دوسرا فائدہ نہ ہو۔ علامہ سعد الدین تفتازانی اپنی مشہور و معروف کتاب مختصر المعانی میں آیۃ کریمہ وَلَا تُکْرِهُوْا فَتَیٰتِکُمْ عَلَی الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا پر کلام کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں۔

فان قیل تعلیق النهی عن الاکراه بارادت التحصن یشعر بجواز الاکراه عند انتفائها علی ما هو مقتضی التعلیق بالشرط اجیب بان القائلین بان التقید بالشرط یدل علی نفی الحکم عند انتفائه انما یقولون به اذا لم یظهر للشرط فائدة اخری ویجوز ان یکون فائدته

اکراہ سے نہی باندیوں کے پاکدامنی کے ارادے پر معلق کرنا یہ بتاتا ہے کہ اگر وہ پاک دامنی نہ چاہیں تو انہیں زنا پر مجبور کرنا جائز ہے جیسا کہ شرط پر معلق کرنے کا مقتضا ہے۔ اسکا جواب یہ ہے کہ جو لوگ اسکے قائل ہیں کہ شرط پر معلق کرنا شرط کے انتفاء کے وقت حکم کی نفی پر دلالت کرتا ہے وہ اسکے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں "بشرطیکہ اس شرط کا کوئی

فی الایۃ المبالغۃ فی النھی عن الاکراہ یعنی انھن اذ اردن العفۃ فالمولیٰ احق بارادتھا

(مختصر المعانی ص۱۶۶-۱۶۵ مجیدی)

اور فائدہ نہ ہو" اس آیت میں یہ دوسرا فائدہ اکراہ سے ممانعت میں مبالغہ ہے۔ جب باندیاں پاکدامن رہنا چاہتی ہیں تو مولیٰ کو بدرجہ اولیٰ اپنی باندیوں کو پاکدامن رکھنا چاہیئے۔

ابھی قاری صاحب کے نوکروں کے لئے یہ گنجائش ہے کہ وہ یہ کہہ دیں کہ حضرت علامہ نے یہ شرط، شرط کے لئے تحریر کی ہے اور رماح القہار کی عبارت میں شرط نہیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ انھیں ان کے گھر تک پہنچا دیا جائے۔ ایک کے بجائے دو۔ انہی قاری صاحب کی برادری کے حاشیہ برداروں نے اسی مختصر المعانی کے اسی ص۱۶۶ پر حاشیہ ۳ ہ پر لکھا ہے۔

وحیث کان للتقیید بالشرط ھنا فائدۃ اخریٰ ما سوی الاخراج سقط اعتبار مفھوم الشرط لان مفھوم المخالفۃ انما یعتبر اذا کان القید للاخراج لا لفائدۃ اخریٰ۔

اور جب شرط کے ساتھ مقید کرنے کا یہاں اخراج کے علاوہ دوسرا فائدہ ہے تو شرط کا اعتبار ساقط ہوگیا۔ اس لئے کہ مفہوم مخالف وہیں معتبر ہوتا ہے جہاں قید کسی اخراج کے لئے ہو (یعنی احترازی ہو) دوسرے فائدہ کے لئے نہ ہو۔

حاشیہ میں قاری صاحب کے ان دونوں برادری والوں نے بات صاف کردی کہ شرط مذکور صرف شرط کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر قید کے لئے ہے۔

اب ان دونوں آیتوں کا مطلب بالکل واضح ہوگیا۔ جس طرح آیۂ کریمہ لَا تُکْرِھُوْا فَتَیٰتِکُمْ الآیۃ میں قید کا فائدہ مبالغہ ہونے کی وجہ سے اسکے مفہوم مخالف کا اعتبار ساقط ہے اور مطلقاً زنا پر مجبور کرنا ممنوع ہے۔ اسی طرح آیۃ کریمہ لَا تَاْکُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَۃً میں بھی اضعافا مضاعفۃ کا دوسرا فائدہ موجود ہے۔

وہ اہل جاہلیت پر تعریض ہے۔ ان کی عادت تھی، جب قرض کے ادائگی کی میعاد پوری ہو جاتی ہے اور قرضدار ادا نہ کرپاتا تو قرض خواہ سود میں اضافہ کی شرط پر میعاد میں اضافہ کردیتا۔ اس طرح بار بار کے اضافے کے بعد نتیجہ یہ ہوتا کہ اصل رقم سے سود بڑھ جاتا اسی پر تعریض کرتے ہوئے ارشاد ہوا۔ " دونا دون سود مت کھاؤ"۔ چونکہ یہ قید تعریض کے افادے کے لئے ہے۔ (احترازی نہیں) اس لئے مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

اسی طرح رماح القہار کی عبارت "وسیع تر" میں "تر" کی قید احترازی نہیں بلکہ دیوبندیوں پر تعریض کے لئے ہے اس لئے اسکا بھی مفہوم مخالف معتبر نہیں۔

چونکہ دیوبندیوں کا یہ ناپاک عقیدہ ہے کہ "ابلیس لعین کا علم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے وسیع تر ہے"۔ جیساکہ ابھی براہین قاطعہ کی عبارت گزر چکی ہے دیوبندیوں کے اسی گندے عقیدہ پر تعریض کرتے ہوئے مولانا سید عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ "ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ ابلیس لعین کا علم، معاذاللہ! علم اقدس سے وسیع تر نہیں۔ جیساکہ دیوبندیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ ابلیس لعین کا علم معاذاللہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے وسیع تر ہے"۔

چونکہ "وسیع تر" میں "تر" کی قید احترازی نہیں بلکہ دیوبندیوں کے عقیدے پر تعریض کے لئے ہے اس لئے اس کا مفہوم مخالف معتبر نہیں ہوگا اور جب مفہوم مخالف معتبر نہیں تو وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات صحیح نہیں۔ اسلئے اس عبارت کا یہ مطلب کسی طرح درست نہیں کہ اس سے لازم آتا ہے کہ ابلیس لعین کا علم، علم اقدس سے وسیع ہو۔ بالکل اسی طرح جیسے مذکورہ دونوں آیتوں میں قید کے احترازی نہ ہونے اور دوسرے فائدہ کے لئے ہونے کی وجہ سے اس قید کی نفی نہیں بلکہ قید اور مقید دونوں کی۔ اسی طرح رماح القہار کی اس

عبارت میں قید کے احترازی نہ ہونے اور تعریض کے لئے ہونے کی وجہ سے صرف قید کی نفی نہیں بلکہ قید اور مقید دونوں کی۔

لہذا صرف وسیع تر کی نفی نہیں ہوئی بلکہ وسیع ہونے کی بھی جس پر دلیل قطعی اس کے اوپر والی عبارت ہے جو بالکل اس کے متصل ہے جسے قاری صاحب نے صرف عوام کو فریب دینے کے لئے اڑا لیا ہے پوری عبارت یہ ہے۔

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ! علم اقدس سے وسیع تر نہیں"۔

اگر یہاں وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات مراد ہوتا یا کم از کم اس عبارت کا یہ مدلول ہوتا تو ایک ہی عبارت کے یہ دونوں حصے متعارض ہوتے۔ ذرا بھی ہوش رکھنے والا ایک ہی عبارت میں دو متعارض باتیں کبھی بھی نہیں لکھ سکتا۔ وہ بھی اس رسالہ میں جو حریف کے رد میں ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نفی کے مقید پر داخل ہونے سے صرف قید کی نفی اور مقید کا اثبات مراد لینا، مفہوم مخالف ہے اور مفہوم مخالف وہیں مراد ہوتا ہے جہاں قید صرف احتراز کے لئے ہو کسی دوسرے فائدہ کے لئے نہ ہو۔

رماح القہار کی عبارت "وسیع تر" میں "تر" کی قید احترازی نہیں بلکہ تعریض کے لئے ہے اس لئے یہاں مفہوم مخالف معتبر نہیں اور جب مفہوم مخالف معتبر نہیں تو یہاں وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات ایسی ہی جہالت ہے جیسے آیۃ کریمہ لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً سے سود کا جواز اور آیۃ کریمہ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا سے بد چلن باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی اجازت کا اثبات ہے۔

اور جیسے ان آیتوں میں نفی کے مقید پر داخل ہونے کے باوجود مطلق سود کا جواز ثابت نہیں۔ بد چلن باندیوں کو زنا پر مجبور کرنے کی اجازت ثابت نہیں۔ تو رماح القہار کی عبارت میں وسیع تر کی نفی سے وسیع کا اثبات لازم

نہیں۔

سادساً ـــــ اب اخیر میں چلتے چلتے ہم قاری صاحب اور ان کے نوکروں سے ایک سوال کرتے چلیں۔

حضرت جی! جب آپ کے اور آپ کے نوکروں کے نزدیک یہ قاعدہ کلیہ بلا کسی شرط کے ہر جگہ جاری ہے تو بتایئے۔

"حدیث جبریل ما المسئول عنها با علم من السائل میں بھی نفی اسم تفضیل پر داخل ہے تو یہاں بھی نفی مقید کی ہوئی۔ تو کیا آپ یہاں یہ کہنے کے لئے تیار ہیں کہ اس ارشاد میں صرف اَعْلَم ہونے کی نفی ہے اور نفس علم کا اثبات ہے۔ اگر راضی ہیں تو لازم آیا کہ وقت قیام ساعت کا علم، حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین دونوں حضرات کو ہے"۔

بولئے! اس پر ایمان آپ کا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو آپ لوگ حدیث صحیح کا انکار کر کے گمراہ۔ ضال مضل ہوئے کہ نہیں؟

اور اگر مولانا سید عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو کافر بنانے کے شوق میں اس پر ایمان لاتے ہو تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور جبریل امین کو قیام ساعت کا علم مان کر اپنے اکابر کے فتوؤں سے کافر، مرتد، بے ایمان ہوئے کہ نہیں۔؟

اگر اس دو دھاری تلوار سے بچنے کے لئے آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں نفس علم کی نفی ہے تو کس قاعدے سے؟

اور وہ قاعدہ رماح القہار کی عبارت میں کیوں نہیں جاری ہوتا ہے مابہ الفرق بتایئے۔! ؎

تھی خبر گرم کہ غالبؔ کے اڑیں گے پرزے
دیکھنے ہم بھی گئے تھے یہ تماشا نہ ہوا

سابعًا ــــــــ یہ کلام اس تقدیر پر تھا کہ "لفظ تر" کو تفضیل کے لئے مانا جاتے۔ اور یہی بنیادی غلطی ہے۔ "لفظ تر" معنی تفضیل میں متعین نہیں۔ بلکہ اردو وفارسی دونوں زبانوں میں بکثرت "زائد" واقع ہوتا ہے۔ اولیٰ تر اہم تر روزمرہ کے محاورات میں بولا جاتا ہے۔ لغت کے ساتھ ادنی اسی ممارست رکھنے والا خوب جانتا ہے کہ ان کلمات میں تر زائد ہے۔ اس کے نظائر بکثرت ملیں گے۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے "اشعۃ اللمعات" میں ثم کا ترجمہ۔ پستر کیا ہے۔ یہاں بھی متعین ہے کہ "تر" زائد ہے۔ اسکے علاوہ متعدد جگہ خود حضرت شیخ کے کلام میں تر دوسرے کلمات کے ساتھ زائد مستعمل ہے۔ اشعۃ اللمعات میں ہے۔

احتکار چہل روز را ایں حکم وایں جزاست واگر کمتر کند آنرا نیز جزاست ولیکن کمتر ازین واگر بیشتر کند بیشتر ازیں خواہد بود وظاہر آنست کہ مراد آن باشد کہ حد احتکار تا چہل روز باشد ودر کمتر ازاں اثم نبود وبجہت قلت مدت مغفور بود۔	چالیس دن کے احتکار کا یہ حکم اور جزا ہے اور اگر اس سے کم احتکار کرے اسکی بھی جزا ہے مگر اس سے کم اور اگر زیادہ کرے اس سے زائد ہوگی ظاہر یہ ہے کہ مراد یہ ہے کہ احتکار کی حد چالیس دن ہے۔ اس سے کم میں گناہ نہیں۔ مدت کی کمی کی وجہ سے مغفور ہوگا۔
(ص۲۴ ج ۳)	

اس عبارت میں متعین ہے کہ کمتر اور بیشتر کا "تر" زائد ہے۔ جب یہ ثابت ہوگیا کہ اکثر زائد بھی ہوتا ہے تو ہم یہ کہنے میں بالکل حق بجانب ہیں کہ رماح القہار کی اس عبارت میں "تر" زائد ہے۔ اور جب یہ زائد ہے تو نہ یہاں مقید ہے نہ قید۔ اور نہ مقید پر نفی داخل۔ اس لئے اس عبارت سے اپنے شیخ نجدی کے علم ناپاک کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم اقدس سے وسیع ثابت کرنے کی قاری صاحب کے نوکروں کی ساری کوششیں رائیگاں گئیں۔ اب اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ ابلیس لعین کا علم معاذ اللہ

علم اقدس سے وسیع نہیں۔

اور یہاں لفظ "تر" کے زائد ہونے پر قرینہ اس عبارت کا اگلا حصہ ہے یعنی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم اوروں سے زائد ہے۔

تلبیس نمبر ۴

چوتھی تلبیس قاری صاحب نے یہ کیا ہے کہ ہم اہل سنت تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، چنانچہ لکھتے ہیں۔

"رضا خوانی فرقہ کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں جو ان کے ہم مسلک نہ ہوں"

تمام دنیا کے علماء اہلسنت اعلیٰ حضرت کے ہم مذہب ہیں

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

(۱) دیوبندی سربراہ نے اس فقرے میں جو دجالیاں کی ہیں انھیں دیکھ کر ابلیس بھی ان کی شاگردی کا دم بھرنے کو تیار ہو جائے گا۔ اس کے جھوٹ اور فریب ہونے کی دلیل حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ اور فتاویٰ الحرمین میں موجود ہے جس میں علمائے حرمین طیبین، دمشق، مصر، شام، قسطنطنیہ، انڈونیشیا کی تصدیقات موجود ہیں

اگر ہم اہلسنت تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے تو یہ تمام دنیا کے مسلمان بلکہ مفتیان ہمارے فتاویٰ کی تائید وتصدیق کرتے؟

آج بھی حرمین طیبین اور دنیا کے ہزارہا علماء ہمارے مؤید اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مدح خواں ہیں۔ جس کا زندہ ثبوت یہ ہے کہ ابھی ابھی حضرت مفتی اعظم ہند مولانا شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب قبلہ دامت برکاتہم القدسیہ حج و

زیارت کے لئے گئے تو حرمین طیبین و دیگر بلاد سے آنے والے علمار نے حضرت مفتی اعظم ہند کے دست حق پرست پر بیعت کی ان سے احادیث و سلاسل اولیار اللہ کی اجازتیں لیں۔

حرم کعبہ کے شیخ الحدیث کی شہادت

مکہ معظمہ کے سب سے بڑے عالم مولانا سید محمد مغربی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جو حرم مکہ میں شیخ الحدیث تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے بارے میں فرمایا۔

اذا جاء رجل من الھند نسئلہ عن الشیخ احمد رضا خان فان مدحہٗ علمنا انہ من اھل السنۃ وان ذمہ علمنا انہ من اھل البدع ھٰذا ھو المعیار عندنا

جب ہندوستان سے کوئی آتا ہے تو ہم اس سے مولانا شیخ احمد رضا خانصاحب کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ اگر وہ انکی تعریف کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ سنی ہے اور اگر ان کی برائی کرتا ہے تو ہم جان لیتے ہیں کہ یہ بدمذہب ہے۔ یہی ہماری کسوٹی ہے۔

یہ اس دور کے ان اکابر علمار حرم میں سے تھے جو مسجد حرام میں باب السلام کے پاس درس حدیث دیا کرتے تھے اور یہ باشندے الجزائر کے تھے اس کے باوجود یہ الزام کہ ہم ساری دنیا کے مسلمان کو کافر کہتے ہیں افترار دجل فریب نہیں تو اور کیا ہے؟ مگر قاری صاحب کیا کریں انکے اکابر سے انھیں ترکہ میں یہی ملا ہے ؎

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی بات چیت
بنتی نہیں ہے خلق کو دھوکہ دیئے بغیر

(۲) رہ گیا قاری صاحب کے دس بیس ناموں کی فہرست یا پانچ دس انجمنوں کی فہرست۔ تو یہ بھی ان کا بہت ہی باریک فریب ہے ؎

یہ مانا دونوں ہی دھوکے ہیں رندی ہو کہ درویشی
مگر یہ دیکھنا ہے کون سا رنگین دھوکا ہے

مگر یہ بالکل سچ ہے کہ علمار اہل سنت عرب و عجم، حل و حرم، ہند و سندھ نے مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی محمد قاسم نانوتوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھی، مولوی اشرف علی تھانوی کو کافر کہا ہے اور یہ بھی کہا ہے کہ جو ان کے کفریات قطعیہ پر مطلع ہونے کے بعد ان کو اپنا پیشوا جانے ان کے کفر میں شک کرے وہ بھی کافر ہے اس لئے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے کا یہی حکم ہے۔ شامی وغیرہ میں ابن سحنون مالکی قدس سرہٗ سے منقول ہے۔

اجمع المسلمون علیٰ ان شاتمہٗ کافر من شک فی عذابہ وکفرہ کفر۔

مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنیوالا کافر ہے جو اسکے عذاب اور کفر میں شک کرے کافر ہے۔

یہ حکم صاف صاف بلا کسی جھجک کے علمار اہل سنت کی کتابوں میں خصوصاً اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں میں مصرح ہے۔

اب وہ زید ہو یا عمرو، بکر ہو یا خالد، دیوبند کا فارغ ہو یا بریلی شریف کا کسی کی تخصیص نہیں جو بھی ان اساطین دیوبندیت کے ان کفریات قطعیہ پر مطلع ہو کر انھیں مسلمان جانے، پیشوا مانے وہ کافر ہے۔ ایسے لوگوں کی فہرست آپ نے دس بارہ پیش کی ہے۔ ہم ہزاروں بتا سکتے ہیں۔ اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

آپ لوگ بھی رافضیوں، قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں اور اس شان سے کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے تو اگر کوئی رافضی قادیانی ہند، ایران، عراق، لندن، امریکہ، جرمنی کے مولویوں اور ان کی انجمنوں کے نام لکھ کر یہ پروپگنڈہ کرے کہ دیکھو دیوبندیوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہدیا تو آپ ضرور اسے دجل و فریب کہیں گے۔

اسی طرح یہ بھی آپ کا دجل ہے کہ علمار اہلسنت نے صرف چار کو کافر کہا اور آپ پروپگنڈہ یہ کرتے ہیں کہ سارے جہاں کو کافر کہدیا۔ گویا دنیا کی ساری آبادی صرف چار افراد کا نام ہے۔

اپنے تسلیم کردہ کافروں کو مسلمان کہہ دیا

۳ ـــــ پھر ان ناموں میں بہت سے ایسے ہیں کہ جنھیں خود دیوبندی مولوی بھی علی الاعلان کافر کہہ چکے ہیں اور لکھ چکے ہیں۔ مثلاً سر سید، سر سید نے قرآن کریم کی تفسیر کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے۔ جس میں اس نے ہزارہا ضروریات دین کا انکار کیا ہے۔ مثلاً وحی، فرشتے، جنت، دوزخ، وغیرہ، اس پر اس وقت کے تمام علمار نے (بلا استثنا) اس کو کافر مرتد کہا، جن میں اکابرِ دیوبند خود بھی داخل ہیں۔ یہ بات قبلہ مہتمم صاحب سے پوشیدہ نہیں۔ وہ خوب جانتے ہیں۔ مگر اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے جو خود ان کے عقیدے میں کافر ہے۔ اس کو مسلمان کہہ کر یہ حکم لگا دیا کہ اہلسنت نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہہ دیا۔

جب دیوبندیوں کے نزدیک خود سر سید ضروریات دین کے انکار کرنے کی وجہ سے کافر ہو گیا تو اس کے حوالی موالی جتنے ایسے ہیں جو اس کے ہم عقیدہ ہوں اس کے کفریات میں اس کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوں۔ اسے اپنا پیشوا مانتے ہوں خود ہی کافر ہو گئے۔

ارشاد باری ہے اِنَّکُمْ اِذًا مِّثْلُھُمْ علمار نے فرمایا الرضا بالکفر کفر[1] یہ خود دیوبندیوں کو مسلّم ہے۔ پھر ان میں سے بعض وہ ہیں جن پر دیوبندیوں نے مستقلاً کفر کے فتوے دیئے ہیں جیسے شبلی اعظم گڑھی پھر یہ کتنا بڑا کید ہے کہ جنھیں آپ بھی کافر کہیں۔ صرف علمار اہلسنت کو بدنام کرنے کے لئے ان کو مسلمانوں کی فہرست میں شامل کر کے یہ پروپگنڈہ کریں کہ اہلسنت نے تمام دنیا کو کافر کہہ دیا۔ اگر سر سید اور اس کے نورتن کا نام ساری دنیا ہے تو جناب! ہم سے پہلے آپ کے اکابر نے ساری دنیا کو کافر کہا۔ ع

این گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

دیکھئے کتاب حکیم الامت میں ہے۔

[1] کفر پر راضی رہنا بھی کفر ہے۔

"مولانا تھانوی کا فتویٰ شائع ہو گیا، مولانا شبلی اور مولانا حمید الدین فراہی کافر ہیں۔ اور چونکہ مدرسہ انہی دونوں کا مشن ہے اس لئے مدرسۃ الاصلاح، مدرسۂ کفر و زندقہ ہے اور اس کے تمام متعلقین کافر و زندیق ہیں، یہاں تک کہ جو علمار اس مدرسہ کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں"۔ ص ۴۷۵

اور اسی کے مطابق ندوہ لکھنؤ بھی تھانوی کے فتویٰ کی رُو سے مدرسہ کفر و زندقہ ہے اور دار المصنفین بھی تھانوی کے فتویٰ کی رو سے دار الملحدین ہے۔ پھر اسی قاعدے سے سر سید اور سر سید کے جملہ نورتن کافر ہیں اور ملحد، اس کی تمام تحریکات تھانوی کے نزدیک کفر و زندقہ کی تحریکیں ہیں۔ تو جب آپ کے اکابر خود ان سبھوں کو کافر مرتد مانتے ہیں ان کے مدرسوں، ان کے اداروں کو کفر و زندقہ کے مدرسے وادارے مانتے ہیں، حتیٰ کہ جو ہم نے نہیں کہا وہ آپ کے مرشد نے کہا کہ جو علماء اس مدرسے کے جلسوں میں شرکت کریں وہ بھی ملحد و بے دین ہیں تو آپ کو شرم نہ آئی کہ ہمیں اس پر الزام دیتے ہیں۔ جب اہل سنت سے آپ لوگوں کی عداوت کا یہی حال ہے تو وہ دن دور نہیں جب رفاض، قادیانیوں، بلکہ مشرکین کی تکفیر پر بھی ہماری پگڑی اچھالنے کی مقدس خدمت انجام دیں گے۔

بعض علمار کی تکفیر کا بہتان

۴ ـــــ مولانا عبد الباری فرنگی محلی کو بھی آپ نے اپنی فہرست میں داخل کر لیا حالانکہ ان کی تکفیر کا کوئی فتویٰ کبھی کسی سنی عالم نے نہیں دیا ہے۔ میری سمجھ کام نہیں کرتی کہ میں آپ کی اس چابکدستی کو کون سا نام دوں۔

۵ ـــــ جماعتوں کی فہرست جو آپ نے دی ہے ان کے تمام شرکار کو کبھی کسی نے کافر نہیں کہا اور نہ ان کی شرکت کو مطلقاً کفر کہا گیا ہے۔ البتہ جس جماعت کے افراد نے کفر کیا ان پر کفر کا فتویٰ ضرور دیا گیا

مثلاً لیگیوں میں جو رافضی تھے ان کو کافر کہا گیا۔ جن بے دینوں نے مسٹر جناح کو سیاست کا نبی قانون کا پروردگار کہا انھیں کافر کہا گیا اور آپ نے یہ لکھ دیا کہ اہلسنت نے ان تمام جماعتوں کے سرکار کو کافر کہہ دیا۔ اگر اسی کا نام دینی خدمت ہے تو گمراہ گردی کے لئے لغت میں کوئی لفظ نہیں مل سکے گا۔

دیوبندیوں کے نزدیک تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں

قاری صاحب! اصل میں آپ کی برادری کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اب کوئی مسلمان نہیں۔ تمام دنیا مسلمانوں سے خالی ہو چکی ہے جس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ تمام دنیا کے مسلمان کافر ہیں، مگر از راہ ہوشیاری آپ نے ہمیں الزام دیا کہ ہم تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتے ہیں، تاکہ دنیا آپ لوگوں کے اس گندے عقیدے سے غافل رہ جائے۔ لیجئے سنیئے۔

آپ کے امام الطائفہ آپ لوگوں کے عین اسلام تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں۔

"پھر اللہ آپ ایسی ایک باو، بھیجے گا کہ سب اچھے بندے کہ جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان ہوگا مر جائیں گے۔ سو پیغمبر خدا کے فرمانے کے موافق ہوا۔" (ص ۳۶)

یعنی چل گئی وہ باو، (ہوا) اور مر گئے وہ سب بندے جن کے دل میں تھوڑا سا بھی ایمان تھا اور رہ گئے نرے کافر۔

بولئے قاری صاحب! یہ تمام دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر ہوئی کہ نہیں۔؟

اکابر دیوبند کے نزدیک مولوی اسمٰعیل دہلوی کافر ہیں

قریب ہے یارو! روز محشر، چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر، لہو پکارے گا آستیں کا

مسلمانوں کو کافر کہنا تو آپ لوگوں کے دل کی ٹھنڈک اور آنکھوں کا نور ہے

ساری دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر کرتے کرتے جب تھک گئے تو خود اپنوں ہی پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ لیجئے شمار کیجئے۔

دیوبندیوں کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل صاحب دہلوی صاحب تقویۃ الایمان نے اپنی مشہور کتاب ایضاح الحق میں لکھا ہے۔

تنزیہ او تعالیٰ از زمان و مکان و جہت و اثبات رویت بلا جہت و محاذات ہمہ از قبیل بدعات حقیقیہ است اگر صاحب آں اعتقادات مذکورہ را از جنس عقائد دینیہ می شمارد۔

اللہ عزوجل کا زمان و مکان و جہت سے منزہ ماننا اور اسکی رویت بلا جہت و محاذات کے ثابت کرنا بدعات حقیقیہ سے ہے اگر ایسے عقیدے والا اُس کو عقائد دینیہ سے شمار کرے۔

اس عبارت پر علماء دیوبند کا ایک فتویٰ مع سوال و جواب کے درج ذیل ہے۔

سوال:۔ کیا ارشاد ہے علماء دین کا اس شخص کے بارے میں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ کو زمان و مکان سے پاک اور اس کا دیدار بے جہت حق جاننا بدعت ہے۔؟ بَیِّنُوا وَتُوجَرُوا

الجواب:۔ یہ شخص عقائد اہل سنت سے جاہل اور بے بہرہ اور وہ مقولہ کفر ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

________ بندہ رشید احمد (گنگوہی)

الجواب صحیح ________ اشرف علی (تھانوی) عفی عنہ

۲۔ حق تعالیٰ کو زمان و مکان سے منزہ ماننا۔ عقیدہ اہل ایمان ہے۔ اس کا انکار الحاد و زندقہ ہے اور دیدار حق تعالیٰ آخرت میں بے کیف و بے جہت ہوگا۔ مخالف اس عقیدے کا بد دین و ملحد ہے۔

________ کتبہٗ عزیز الرحمٰن عفی عنہ۔ مفتی مدرسہ دیوبند

الجواب صحیح ________ بندہ محمد حسن عفی عنہ مدرس اول دیوبند

۳۔ وہ ہرگز اہلسنت سے نہیں۔ ________ حررہٗ المسکین عبد الحق

الجواب صحیح ——— محمود حسن مدرس دوم مدرسہ شاہی مراد آباد

۷۔ ایسے عقیدے کو بدعت کہنے والا دین سے ناواقف ہے۔

——— ابوالوفا ثناء اللہ

نتیجہ یہ نکلا کہ امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی مصنف ایضاح الحق ان دیوبندی وغیر مقلد مفتیوں کے نزدیک عقائد اہلسنت سے جاہل بے بہرہ ہے۔ بددین، ملحد ہے، ہرگز اہل سنت سے نہیں۔ دین سے ناواقف ہے اس کا یہ مقولہ کفر ہے۔

مولوی قاسم نانوتوی کافر ہیں۔ دیوبندی مفتیوں کا فتویٰ

قاری صاحب! آپ کے دادا بانیٔ مدرسہ دیوبند کے قصائد قاسمی میں صٓ پر ایک شعر ہے ؎

جو چھو بھی دیوے سگ کوچہ ترا اسکی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

اس شعر کے بارے میں متعدد دیوبندی مولویوں سے استفتار کیا گیا توان کے مندرجہ ذیل جوابات موصول ہوئے مع سوال وجواب ملاحظہ کریں۔

سوال:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک میلاد خوان نے محفل مولود میں مندرجہ ذیل شعر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت میں پڑھا ؎

جو چھو بھی دیوے سگِ کوچہ ترا اسکی نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

الجواب:۔ ——— یہ شعر پڑھنا حرام وکفر ہے۔ اگر یہ سمجھ کر پڑھے، کہ اسکا اعتقاد اور پڑھنا کفر ہے۔ تب تو اس کا ایمان باقی نہ رہا۔ اور اگر یہ علم نہ ہو کہ اس کا پڑھنا اور اعتقاد کفر ہے تو یہ شخص فاسق

اور سخت گنہگار ہے۔ اس کو تا مقدور اس حرکت سے روکنا شرعاً لازم ہے۔
——— احمد حسن۔ ۱۵ ؍شوال ۱۳۶۹ھ سنبھل

۲ ——— اس شعر کا مفہوم کفر ہے۔ لکھنے والا اور عقیدہ سے پڑھنے والا خارج از ایمان ہے۔ ایسے صریح الفاظ میں تاویل کی گنجائش نہیں"
——— ظہورُ الدین سنبھل

۳ ——— کسی بیہودہ اور جاہل آدمی کا شعر ہے۔ بے وقوف اور بیہودہ لوگ ہی ایسے مضمون سے محظوظ ہوتے ہیں۔ اگر یہ اس کا عقیدہ ہے تو کفر ہے۔ دیندار آدمی کو اس کے سننے سے بھی احتیاط چاہئے۔
——— سَعیدُ احمد سنبھل

۴ ——— اس شعر کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔
——— وارث علی عفیَ عنہ سنبھل

۵ ——— تینوں حضرات دام ظلہم العالی کے جوابات کی میں بالکل موافقت کرتا ہوں۔ ——— مُحمّد ابراھیم عفیَ عنہ
مَدرسۃ الشرع سنبھل

۶ ——— شعر مذکور اگرچہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعریف میں شاعر نے کہا ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ شاعر شرعی اصول سے واقف نہیں ہے۔ شعر میں حد درجہ کا غلو ہے جو اسلامی اصول کے کسی طرح مناسب نہیں ہے۔ شاعر کافر اس وجہ سے نہیں ہو سکتا کہ شعر کا پہلا مصرع شرط ہے (جو معنی میں اگر کے ہے۔ اور محال چیز کو فرض کر رکھا ہے، شرط کا وجود محال ہے۔ اس لئے دوسرا مصرع جو بطور جزا کے ہے اس کا مرتب ہونا بھی محال ہے۔ مگر شعر نعت رسول میں بہت گرا ہوا اور رکیک ہے ایسے غلو سے شاعر کو بچنا

فرض اور ضروری ہے ایسے اشعار سے آپ کی تعظیم نہیں ہوتی ہے بلکہ توہین کا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے یہ صحیح ہے کہ قرآن کے حکم کے مطابق ابلیس جنت میں نہیں جائے گا۔ مگر اس شعر کے قائل کو کافر نہیں کہہ سکتے کہ اس میں محال کو فرض کر رکھا ہے۔ جب تک صحیح توجیہ کلام کی ہو سکتی ہے۔ اس وقت تک اس کے قائل کو کافر کہنا جائز نہیں۔ ایسے اشعار مولود میں پڑھنا نہیں چاہیئے۔ واللہ اعلم

(کتبہ سید مہدی حسن صدر مفتی دار العلوم دیوبند

۱۳/۲/۷ جمعہ

نتیجہ:۔ ان دیوبندی مفتیوں کے نزدیک مولوی قاسم نانوتوی کافر بے ایمان، فاسق، سخت گنہگار، جاہل، بیہود، شرعی اصول سے ناواقف ہیں، اور توہین رسالت کے مرتکب ہیں۔ ان کا یہ شعر بہت گرا ہوا رکیک ہے اس کا مفہوم ایسا کفر ہے جس میں تاویل کی گنجائش نہیں، اس کا نعت میں لکھنا اور پڑھنا دونوں کفر ہے۔ اس میں حد درجہ غلو ہے ______ بولئے قاری صاحب! آپ کیا فرماتے ہیں۔؟

ہفت روزہ اخبار "دورِ جدید" کی ہولناک سرخیاں

مہتمم دیوبند کے خلاف مفتی دیوبند کا فتویٰ۔

ملحد، بے دین، عیسائیت و قادیانیت کی روح۔

قاری طیب جب تک توبہ نہ کریں ان کا بائیکاٹ کیا جائے۔

جناب ابو محمد امام الدین رام نگری اپنے ماہنامہ انوار اسلام ص۲ بابت ماہ فروری ۶۳ء کالم ۲ پر رقمطراز ہیں۔

"یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ سرخیاں کتنی ہولناک اور پریشان کن ہیں۔ دورِ جدید کی اسی اشاعت میں دوسری جگہ استفتاء اور صدر مفتی

دار العلوم دیوبند مولانا سید مہدی حسن صاحب کا فتویٰ بھی نظر سے گزرا واقعہ یہ ہے کہ حضرت مولانا قاری طیب صاحب کی کوئی نئی کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے "اسلام اور مغربی تہذیب" اس کتاب کے بعض اقتباسات سے کسی نے استفتاء کر کے مولانا مفتی سید مہدی حسن صاحب کے پاس بھیج دیا۔ اور کتاب کا حوالہ نہیں دیا، مفتی صاحب نے شریعت کا حکم بیان کر دیا۔ بعد ازاں مستفتی نے استفتاء اور فتویٰ اس وضاحت کے ساتھ کہ اقتباسات حضرت مہتمم صاحب کی کتاب کے ہیں۔ اخبار دعوت میں شائع کر دیا۔ وہ استفتاء، اور فتویٰ بحوالہ سہ روزہ اخبار دعوت بابت ۲۲ دسمبر ۱۹۶۲ء صفحہ اول یہ ہے۔

کیا فرماتے ہیں علماء دین شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ اگر کوئی عالم دین فَاَرْسَلْنَا اِلَیْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِیًّا۔ کی تشریح اور اس سے درج ذیل نتائج اخذ کرتے ہوئے اس طرح لکھے۔

اقتباس ۱ ______ یہ دعویٰ تخیل یا وجدان محض کی حد سے گزر کر ایک شرعی دعویٰ کی حیثیت میں آجاتا ہے کہ مریم عذراء کے سامنے جس شبیہ مبارکہ اور بشر سوی نے نمایاں ہو کر پھونک ماری وہ شبیہ محمدی تھی۔ اس ثابت شدہ دعویٰ سے بین طریق پر خود بخود کھل جاتا ہے کہ حضرت مریم رضی اللہ عنہا اس شبیہ مبارکہ کے سامنے بمنزلہ زوجہ کے تھیں جب کہ اس کے تصرف سے حاملہ ہوئیں۔

اقتباس ۲ ______ پس حضرت مسیح کی ابنیت کے دعوے دار ایک ہم بھی ہیں مگر ابن اللہ مان کر نہیں۔ بلکہ ابن احمد کہہ کر خواہ وہ ابنیت تمثالی ہو۔

اقتباس ۳ ______ حضور تو بنی اسمٰعیل میں پیدا ہو کر کل انبیاء کے خاتم قرار پائے اور عیسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل میں پیدا ہو کر اسرائیلی انبیاء کے خاتم کئے گئے جس میں ختم نبوت کے منصب میں یک گونہ مشابہت پیدا ہو گئی۔ الولد سرٌ لابیہ۔

اقتباس ۴۷ ـــــــ "بہر حال اگر خاتمیت میں حضرت مسیح علیہ السلام کو حضور سے کامل مناسبت دی گئی تھی تو اخلاق خاتمیت میں بھی مخصوص مشابہت ومناسبت دی گئی جس سے صاف واضح ہوجاتا ہے کہ حضرت عیسوی کو بارگاہ محمدی سے خُلقاً وخِلقاً رتبتاً ومقاماً ایسی ہی مناسبت ہے جیسی کہ ایک چیز کے دو شریکوں میں یا باپ بیٹوں میں ہونی چاہیئے۔"

براہ کرم مندرجہ بالا اقتباسات کے متعلق قرآن وحدیث کی روشنی میں دیکھتے ہوئے اس کی صحت اور عدم صحت ظاہر کرکے بتائیں کہ ایسا شرعی دعویٰ کرنے والا اہل سنت والجماعت کے نزدیک کیسا ہے؟۔

الجواب ـــــــ جو اقتباسات سوال میں نقل کئے ہیں اس کا قائل قرآن عزیز کی آیات میں تحریفات کر رہا ہے۔ بلکہ درپردہ وہ آیات کی تکذیب اور ان کا انکار کر رہا ہے۔ جملہ مفسرین نے تفاسیر میں تشریح کی کہ وہ جبریل علیہ السلام تھے جو مریم علیہا السلام کی طرف بھیجے گئے۔ وہ شبیہ محمدی نہ تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کبھی یہ نہ سمجھا کہ اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَہٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ٥ کَلِمَتُہٗ اَلْقٰھَا اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْہُ فَاَرْسَلْنَا اِلَیْھَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَھَا بَشَرًا سَوِیًّا (الیٰ قولِہٖ تعالیٰ) فَقَالَ اِنَّمَا اَنَا رَسُوْلُ رَبِّکِ لِاَھَبَ لَکِ غُلٰمًا زَکِیًّا قَالَ رَبُّکِ ھُوَ عَلَیَّ ھَیِّنٌ وَّلِنَجْعَلَہٗ اٰیَۃً لِّلنَّاسِ الیٰ اٰخرِ الاٰیات۔ مَاکَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِکُمْ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ کے قائل تھے۔ اور اس پر اجماع امت ہے کہ وہ فرشتہ تھا جو حضرت مریم کو خوشخبری سنانے آیا تھا۔

شخص مذکور ملحد وبے دین ہے۔ عیسائیت وقادیانیت کی روح اس کے جسم میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ اور اس ضمن میں عیسائیت کے عقیدے عیسی ابن اللہ کو صحیح ثابت کرنا چاہتا

ہے۔ جس کی تردید علی رُوس الاشہاد قرآن عزیز نے کی ہے۔ نیز لاتطرونی کما اطرت النصاریٰ عیسی بن مریم (الحدیث) ببانگ دہل شخص مذکور کی تردید کرتی ہے۔

الحاصل یہ اقتباسات قرآن وحدیث اور جملہ مفسرین اور اجماع امت کے خلاف ہیں مسلمانوں کو ہرگز اس طرف کان نہ لگانا چاہیئے بلکہ ایسے عقیدے والے کا بائیکاٹ کرنا چاہیئے۔ جب تک توبہ نہ کرے۔

واللہ تعالیٰ اعلم

سید مہدی حسن
مفتی دارالعلوم دیوبند

کہیئے قاری صاحب! اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ختم نبوت کے انکار کی بنا پر آپ کے دادا کو کافر کہہ دیا تھا تو ان کی امت نے آسمان سر پر اٹھالیا اور آپ نے یہ اشتہار دے دیا کہ اعلیٰ حضرت (قدس سرہٗ) نے ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہہ دیا۔ اب جب کہ آپ کے مفتیوں نے آپ کے امام الطائفہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کو اور آپ کے دادا مولوی قاسم نانوتوی کو۔ اور خود آپ کو کافر، ملحد، دین سے خارج لکھ دیا تو اب آپ کیا فرماتے ہیں یکفی اللہُ المؤمِنِینَ القِتَال۔

یہ ہے حق کی فتح مبین کہ جو فتویٰ آپ کی جماعت کے بارے میں علمائے اہلسنت دیتے تھے۔ وہی فتویٰ اب آپ کی جماعت خود آپ لوگوں کے بارے میں دینے لگی ہے۔ کیا آپ یا آپ کی برادری یہاں بھی کہنے کی جرأت کرسکتی ہے کہ اہلسنت نے آپ کے ان مفتیوں کو دھوکا دیا۔ یا یہ اردو نہیں جانتے تھے اس لئے فریب میں آگئے بولئے کیا ارشاد ہے۔

آچلے ہیں حضرت واعظ بھی اب کچھ راہ پر
تا درِ میخانہ آجاتے ہیں سمجھاتے ہوئے

ان حالات میں ہمیں یہ یقین ہو چلا ہے کہ اگر ابتداءً تحذیر الناس، براہین

قاطعہ، حفظ الایمان کی عبارتوں پر مصنفین کا نام لئے بغیر دیوبندی مولویوں ہی سے استفتار کیا جاتا تو یقیناً وہی فتویٰ ملتا جو حسام الحرمین میں مذکور ہے۔

دیوبندیوں کے نزدیک علماء حرمین کے مقابلہ میں علماء دیوبند کا فتویٰ مقبول ہے

تمام دنیا کے علمار کے بارے میں دیوبندیوں کا کیا خیال ہے؟ اس کا اندازہ اس سے کریں کہ علمائے حرمین کے بارے میں یہ لوگ کیا کیا لکھ چکے ہیں۔

"فتویٰ نویسی میں کچھ دے کر جو چاہو لکھوالو۔ اگر ان کو عصیان سے کوئی مطلع کر دیوے تو مارنے کو موجود ہو جاویں اور خود شیخ العلماء نے جو معاملہ ہمارے شیخ الہند مولوی رحمت اللہ کے ساتھ کیا وہ کسی پر مخفی نہیں۔ اور بغدادی، رافضی سے کچھ روپیہ لے کر ابو طالب کو مومن لکھ دیا۔ خلاف روایت صحاح احادیث کے اور علیٰ ہذا کہاں تک لکھوں کہ طول ہے اور شرم بھی آتی ہے کہ ہجو علمائے حرمین کی لکھوں مگر ناچار لکھنا پڑا پس اگر کسی نے ایسی حالت میں علمار دیوبند کو علمار حرمین پر ترجیح بوجہ اعتماد کے دے دی تو کون سا غضب کیا اہل فہم انصاف کریں کہ ایسی حالت میں علمائے دیوبند کا فتویٰ قابل اعتماد ہوگا یا علمائے حرمین گا۔"

(البراہین القاطعہ ص ۲۳)

دیوبندی مولویوں کا حال

جب علمائے حرمین دیوبندیوں کے نزدیک قابل اعتماد نہیں تو دیگر بلاد کے علمار کس گنتی میں ہیں۔ رہ گئی حقیقت حال کیا ہے اس کو کوئی معلوم کرنا چاہے تو اوپر مذکورہ تینوں سوالوں کو نام لے کر کوئی پوچھ دیکھے تو خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ یہی قلم جو انجانے میں اتنا تیز چلا ہے نام معلوم ہونے کے بعد لوٹ کر رہ

جاتا ہے۔

چنانچہ ایضاح الحق کی عبارت اور قصائد قاسمی کے شعر کے سلسلہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے جب نام نہیں معلوم تھا تو وہ فتویٰ آیا اور جب نام لے کر پوچھا گیا تو پہلے سوال کے جواب میں بہت ہی بھولے پن سے لکھ دیا۔

" ایضاح الحق بندہ کو یاد نہیں ہے کیا مضمون اور کس کی تالیف ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۲۳۶ رحیمیہ دیوبند)

اور دوسرے سوال کے جواب میں ایک جدید مفتی نے لکھا ہے۔

"یہ شعر بہت بڑے قصیدہ کا شعر ہے جس میں شاعر نے حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت کی ہے۔ وہ سارا قصیدہ عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ڈوبا ہے۔" (فتویٰ نمبر ۶۴۸/ب)

اور مہدی حسن صاحب چونکہ قاری صاحب کے دست نگر تھے نتیجہ یہ نکلا کہ ہزار عذر خواہی کی مگر دیوبند کے دار الافتار سے الگ ہونا پڑا۔

کیا اسی کا نام حقانیت ہے؟

اب ناظرین کو معلوم ہو گیا کہ کون ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہتا ہے اور کس کے قلم کی بنیاد کتاب اللہ اور احادیث ہیں۔؟

اور کس کے دار الافتار کا قلم ناموں کی تبدیلی سے بدلتا رہتا ہے؟

تلبیس نمبر ۵

قاری صاحب! اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر یہ افترار کرتے ہوئے کہ انھوں نے کسی صحابی یا تابعی کو کافر کہا ہے۔ لکھتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت بریلوی نے اس بات کی وضاحت کی ہے کہ عبدالرحمن قاری کافر تھا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ان کو قرأت سے قاری نہ سمجھا جائے بلکہ قبیلہ بنی قارہ سے تھے۔ قبیلہ بنی قارہ میں

جو عبدالرحمٰن قاری ہیں وہ یا تو صحابی ہیں یا تابعی ہیں۔ ثبوت میں الملفوظ حصہ دوم ص۴۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے۔

ایک بار عبدالرحمٰن قاری، اپنے ہمراہیوں کے ساتھ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آن پڑا۔ چرانے والے کو قتل کیا اور اونٹ لے گیا۔

اس پر دیوبندیوں کا اعتراض یہ ہے کہ "یہ عبدالرحمٰن، جس کا یہاں تذکرہ ہے صحابی ہے۔ اسے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کافر کہہ دیا"

اعتراض کرنے کو تو دیوبندیوں نے کر دیا مگر تیس سال سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ عبدالرحمٰن قاری نام کے اگر کوئی صحابی ہیں تو بتاؤ۔ ان کا تذکرہ کس کتاب میں ہے ان کا سن پیدائش اور وصال کیا ہے۔

لیکن تیس سال کی طویل مدت میں آج تک کوئی دیوبندی یہ نہیں ثابت کر سکا کہ عبدالرحمٰن قاری، کوئی صحابی ہیں۔

" فریب دینے کے لئے، عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کو پیش کرتے ہیں۔ محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ تابعی ہیں۔ امام سیر و مغازی واقدی نے ضرور انھیں ان صحابہ میں شمار کیا ہے۔ جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے۔ مگر انھیں نہ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع ہے نہ روایت۔ ان کی وفات ۸۱ھ میں اس وقت ہوئی جب کہ ان کی عمر اٹھہتر ۷۸ سال کی تھی اس حساب سے ان کا سن پیدائش ۹ھ نکلتا ہے۔ الاکمال میں انھیں طبقات تابعین میں شمار کیا ہے لکھتے ہیں۔

عبد الرحمٰن بن عبد القاری یقال انه ولد علی عهد رسول الله صلی الله علیه وسلم ولیس له منه سماع ولا روایة۔ وعده

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں پیدا ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو نہ سماع ہے نہ روایت

الواقدی من الصحابة فیمن ولد علی عهد النبی صلی الله علیه وسلم والمشهور انه تابعی وهو من جملة تابعی المدینة وعلمائها سمع عمر بن الخطاب مات سنة احد وثمانین وله ثمان وسبعون سنة۔

واقدی نے انھیں صحابہ میں شمار کیا ہے جو عہد رسالت میں پیدا ہوئے مشہور یہ ہے کہ یہ تابعی ہیں یہ مدینہ کے تابعین اور علماء میں سے ہیں حضرت عمر سے حدیث سنی، ۸۱ھ میں وفات پائی۔ اس وقت انکی عمر ۷۸ سال کی تھی۔

اس سے ظاہر ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کے صحابی ہونے کے قول میں۔ امام واقدی منفرد ہیں۔ قول مشہور و ماخوذ یہی ہے کہ یہ تابعی ہیں الاکمال میں اپنا فیصلہ یہی دیا۔

ھو من جملة تابعی المدینة وعلمائها یہ مدینہ کے تابعین اور علماء میں سے ہیں اور یہی قاری طیب کے مقرر مفتی محمود نے بھی لکھا ہے جس پر اور بھی لوگوں کے دستخط ہیں۔

" اصطلاح محدثین میں یہ صحابہ میں شمار نہیں۔ بلکہ مدینہ کے تابعین میں داخل ہیں۔ فتویٰ ص۶۴۸ ب محررہ بروز اتوار بتاریخ ۱۶/۸/۸۷ھ

اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ جب کہ قول مختار ماخوذ یہی ہے کہ عبدالرحمٰن بن عبدالقاری تابعی ہیں تو اس کی بھی گنجائش نہیں رہی کہ اس عبدالرحمٰن کو جس کا تذکرہ الملفوظ حصہ دوم ص۴۲ پر ہے، عبدالرحمٰن بن عبدالقاری فرض کر کے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر تبرا بازی کریں کہ صحابی کو کافر کہہ دیا۔

برسہا برس تک یہی شور مچاتے رہے کہ یہ صحابی ہیں صحابی کو کافر کہہ دیا۔ مگر جب صحابی ہونا ثابت نہ کر سکے تو اب جھینپ مٹانے کے لئے یہ کہتے ہیں۔ صحابی یا تابعی کو کافر کہہ دیا۔ کیا بتاؤں ؎

دکھاؤں عشق کی خودداریاں جگر میں بھی
جو ایک بات پر قائم غرور ناز رہے

عبدالرحمٰن بن عبدالقاری، صحابی ہوں یا تابعی۔ یہ کسی طرح وہ عبدالرحمٰن ہرگز ہرگز نہیں۔ جسے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کافر کہا ہے اور جس کے کفری کارنامے الملفوظ میں یہاں مذکور ہیں۔

اولاً :۔ اس لئے کہ یہ واقعہ غزوہ ذات القرد کا ہے۔ جو [illegible]ھ محرم میں ہوا۔ اور یہ عبدالرحمٰن اسی واقعہ میں مقتول ہوا۔ اور عبدالرحمٰن بن عبدالقاری کی ولادت سنہ ۹ھ میں ہوئی جو شخص ابھی دنیا میں نہیں آیا اس کی طرف وہ واقعات کیسے منسوب ہوسکتے ہیں۔ جو اس کی پیدائش سے تین سال پہلے رونما ہوئے۔

ثانیاً :۔ اس عبدالرحمٰن کو، صحابی یا تابعی کہنا اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔ کیونکہ اس عبدالرحمٰن کے بارے میں جو واقعات وہیں مذکور ہیں ان سے ظاہر ہے کہ یہ بلاشبہہ خبیث ترین، کافر، اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا عدوِ محارب تھا۔ الملفوظ میں جسے کافر کہا اس کے یہ کرتوت بھی وہیں مذکور ہیں۔

(۱) یہ عبدالرحمٰن اپنے ہمراہیوں کے ساتھ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر آپڑا۔

(۲) سرکار کے چرواہے کو قتل کیا۔

(۳) سرکاری اونٹ لے گیا۔

(۴) سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے، اس کا اور اس کے ہمراہیوں کا تعاقب کیا۔ انھیں قتل کیا ان کا سامان چھینا۔

(۵) اس عبدالرحمٰن سے، حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا پہلے بھی کبھی آمنا سامنا ہوچکا تھا۔

(۶) اس عبدالرحمٰن کو ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتل کیا۔

ہر دیندار غور کرلے۔ کیا حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں

کو لوٹنے والا صحابی یا تابعی ہوگا؟

کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے جنگ کرنے والا صحابی یا تابعی ہوگا۔؟

کیا حضرت سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی یا تابعی کا تعاقب کیا؟ کسی صحابی یا تابعی کے سامان کو چھینا۔؟

کیا حضرت ابو قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کسی صحابی یا تابعی کو قتل کیا؟

ذرا سی عقل و دین رکھنے والا کبھی بھی یہ جرأت نہیں کرسکتا کہ یہ شخص صحابی یا تابعی ہوسکتا ہے۔ سب کا یہی فیصلہ ہوگا کہ یہ عبدالرحمٰن ضرور بالضرور۔ اللہ عزوجل اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سخت ترین دشمن اور بدترین کافر ہے۔ یہی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے لکھا ہے۔ مگر تمام دیوبندی برادری اور ان کے امام وقت مہتمم دیوبند بھی۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عداوت کے جوش میں اندھے ہوکر اللہ عزوجل، اور رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ایسے خبیث ترین دشمن کو صحابی یا تابعی کہتے ہیں اس کا مطلب یہ ہوا کہ دیوبندیوں کے نزدیک، حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے اونٹوں پر ڈاکہ ڈالنے والا بھی صحابی یا تابعی ہے؟ سرکاری چرواہے کو قتل کرنے والا بھی صحابی یا تابعی ہے؟ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم جس سے جہاد فرمائیں وہ بھی صحابی یا تابعی ہے؟

صحابۂ کرام حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی معیت میں جسے قتل کریں جس کے اموال کو غنیمت بنائیں وہ بھی صحابی یا تابعی ہے؟

اگر ایسا بدترین کافر بھی صحابی یا تابعی ہے تو وہ دن دور نہیں جب کہ دیوبندی امت ابوجہل، عتبہ، شیبہ، امیہ، ولید وغیرہم شیاطین کو بھی صحابی یا تابعی کہنے لگیں مگر دیوبندیوں سے اس قسم کی باتیں کیا مستبعد۔ جب کہ ان کے نزدیک اللہ عزوجل کو کاذب کہنے والا قطب الاقطاب ہے۔ شیطان لعین کے ناپاک علم کو حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک سے زیادہ ماننے والا ان کے دھرم میں غوث اعظم ہے ختم نبوت کا منکر ان کے یہاں حجۃ الاسلام قاسم العلوم

والخرافات ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں پاگلوں کے
علم سے تشبیہ دینے والا ان کے اعتقاد میں حکیم الامت ہے تو پھر ان سے اس
کی کیا شکایت کہ اللہ عزوجل اور حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دشمن، ان
سے لڑنے والے کو صحابی یا تابعی کہہ دیا۔

صرف نسبت کے بدلنے سے مسمیٰ نہیں بدلتا

عبدالرحمٰن کے نام کے ساتھ جو واقعات مفصل مذکور ہیں وہ قطعی طور پر اس
کو متعین کر رہے ہیں کہ یہ ضرور بالضرور کافر تھا۔ اور یہ عبدالرحمٰن، عبدالرحمٰن بن
عبدالقاری ہرگز ہرگز نہیں۔ اگرچہ اس کافر عبدالرحمٰن کی نسبت بدل گئی ہے کہ
فزاری کی جگہ قاری ہوگیا ہے۔ صرف نسبت کے بدلنے سے مسمیٰ نہیں بدلتا۔
فقہاء نے تصریح کی ہے کسی نے نماز میں نیت کی کہ میں نے اس امام کی اقتدا
کی جو محراب میں کھڑا ہے جس کا نام عبداللہ ہے مگر حقیقت میں وہ جعفر تھا تو
اقتدا، درست ہے۔ عالم گیری میں ہے۔

ولوکان المقتدی یری شخص الامام فقال اقتدیت بالامام الذی ھو قائم فی المحراب الذی ھو عبد اللہ فاذا ھو جعفر جاز۔

اگر مقتدی امام کو دیکھ رہا ہے اور یوں نیت کی میں نے اس امام کی اقتدا کی جو محراب میں کھڑا ہے جو عبداللہ ہے حالانکہ وہ جعفر ہے تو بھی درست ہے۔

مقتدی نے امام کا نام بدل کر لیا مگر چونکہ وصف سے متعین ہے تو نام کی
تبدیلی اثر انداز نہیں اور اقتدا، درست ہے اور یہاں الملفوظ میں نام صحیح ہے
اوصاف صحیح ہیں۔ نام اور اوصاف اس کو اس طرح متعین کر رہے ہیں کہ
ذرا بھی شبہہ کی گنجائش باقی نہیں رہتی کہ "یہ کون ہے" اور جو بھی ہے وہ ضرور
کافر ہے پھر بھی نسبت میں غلطی ہو جانے سے جو نام میں غلطی سے بہت خفیف
ہے محکوم علیہ کی تبدیلی کا حکم کرنا دسیسہ کاری فریب دہی نہیں تو اور کیا ہے؟

دیوبندیوں کے نزدیک صحابہ کی تکفیر کرنے والا سنی مسلمان ہے

ہم اہل سنت کے نزدیک صحابہ یا تابعین کی تکفیر کرنے والا یقیناً اہلسنت
وجماعت سے خارج رافضی یا خارجی ہے۔ مگر دیوبندیوں کے عقیدے میں
صحابہ کو کافر کہنے والا سنی مسلمان ہے۔ اے دیوبندیو! یہاں فزاری کی جگہ قاری
ہو جانے سے اسے کھینچ تان کر دھاندلی کر کے صحابی یا تابعی کی تکفیر قرار دینے
والو اپنے امام و پیشوا کا فتویٰ دیکھو۔

"جو شخص صحابہ کرام کی تکفیر کرے وہ ملعون ہے۔ اور وہ اس کبیرہ
کے سبب سنت وجماعت سے خارج نہ ہوگا۔" (فتاویٰ رشیدیہ ص ۱۳۱)

رہ گیا۔ ملعون ہونے کا سوال تو اسے اپنے دوسرے فتویٰ سے ختم کر دیا۔
لکھتے ہیں۔

"جب تک کسی کا کفر پر مرنا محقق نہ ہو جائے اس پر لعنت کرنا
نہیں چاہئے کہ اپنے اوپر عود لعنت کا اندیشہ ہے۔" (ایضاً ص ۳۹)

ہر ادنیٰ سی عقل رکھنے والے پر ظاہر ہے کہ صحابہ کی تکفیر کرنے والا جب اہلسنت
وجماعت سے خارج نہیں یعنی سنی ہے تو ضرور مسلمان ہے اب مثلاً زید نے صحابہ
کی تکفیر کی تو وہ سنی مسلمان ہی رہا اس پر اس فتویٰ کی رو سے لعنت نہیں کی جاسکتی
اس لئے زید کو ملعون بھی نہیں کہا جاسکتا۔

"اس کی مزید تائید انہیں قبلہ کے دوسرے فتویٰ سے ہوتی ہے۔
جو شخص حضرات صحابہ کی بے ادبی کرے وہ فاسق ہے۔" (ایضاً ص ۹۶)

تلبیس نمبر ۶ (الف)

مہتمم دیوبند نے اس نمبر میں، ہم اہل سنت پر یہ بہتان باندھا ہے کہ
ہم قرآن کو محفوظ نہیں مانتے۔ لکھتے ہیں

روافض بھی تقریباً قرآن حکیم کے بارے میں، اسی قسم کی باتیں کرتے ہیں۔

"اعلیٰ حضرت بریلوی خود یہ فرماتے ہیں ان کے ملفوظ کے بعینہ الفاظ درج ذیل ہیں۔ قرآن عزیز کے الفاظ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اگرچہ معانی ان الفاظ کے ساتھ ہیں لیکن ان معانی کا علم ہونا کیا ضرور ـــــــ نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہوتا ہے ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ" اور یہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو۔

(ملفوظ حصہ سوم صفحہ ۹۹)

تشریح قرآن کریم میں خطاب بلاواسطہ فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ہے آیات کے معنی نہ سمجھنا یا بھولنے کا امکان ماننا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں جو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے۔ کیونکہ بعض آیتوں کا بھول جانا آپ کے لئے ممکن ہے اور معانی کا سمجھنا بھی ضروری نہیں ہے۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی اس سے بڑی کوئی توہین ہو سکتی ہے۔ ؟

انتھی بلفظہ

مہتمم دیوبند نے الملفوظ کی اس عبارت کی بنا پر تین انتہائی سنگین الزامات اعلیٰ حضرت قدس سرہ پر عائد کئے ہیں۔

(۱) اس سے لازم کہ قرآن محفوظ نہیں۔

(۲) اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے بڑی توہین ہے۔

(۳) اس میں قرآن کی بھی سب سے بڑی توہین ہے۔

مہتمم دیوبند نے یہ تینوں الزامات اس بنیاد پر عائد کئے ہیں کہ ان کے زعم میں الملفوظ کی اس عبارت میں آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے لکھ دیا گیا ہے کہ آپ نے آیات کے معنی نہیں سمجھے یا آپ کے لئے آیات کے معنی سمجھنا ضروری نہیں اور بعض آیات کا نسیان آپ سے ممکن مانا گیا ہے۔

مہتمم دیوبند کی بہتان طرازی

ذہن مفلوج روایت کی تھکن چہرے پر
ہائے کس شان سے محفل میں سخنور آئے

مجھے حیرت ہے کہ آخر بڑھاپے میں مہتمم صاحب کو ہو کیا گیا ہے۔ قبر میں پاؤں لٹکانے کے باوجود اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عداوت میں ان کے خلاف ہر ناکردنی کر گئے اور ہر ناگفتنی کہہ گئے۔ الملفوظ کی عبارت خود مہتمم صاحب کی نقل کردہ پوری کی پوری آپ کے سامنے ہے۔ اس میں یہ تو ضرور ہے۔ ممکن ہے کہ بعض آیتوں کا نسیان ہوا ہو۔

مگر کہیں یہ نہیں کہ آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لئے یہ کہا گیا ہو کہ آپ نے آیات کے معنی نہیں سمجھے یا یہ کہا گیا ہو کہ آپ کے لئے آیات کے معنی سمجھنا ضروری نہیں۔

ہاں یہ ضرور لکھا ہے کہ نبی کلام الٰہی کے معنی سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہے ہر عاقل پر روشن کہ ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کی دلیل بھی ساتھ ہی بیان فرمادی ثُمَّ اِنَّ عَلَیْنَا بَیَانَهٗ" اسی آیت کا صریح مفہوم ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا یہ ارشاد۔

نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کا محتاج ہے۔

قرآن مجید کا انکار کرنا اس کے متفق علیہ اجماعی معنی کا انکار کر کے تاویل کی بھول بھلیاں میں غائب کرنے کی کوشش مہتمم صاحب کے گھر کی پرانی ریت ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ اس آیت کی وہ تشریح جو خود ان کے سکنڈ پیر تھانوی صاحب نے کی ہے۔ نقل کر دوں۔ اختصار بیان القرآن میں اسی آیت کے تحت ہے۔

"قرآن آپ کے سینے میں جمع کر دینا یعنی یاد کرا دینا اور آپ کے لئے اس کی قرأت آسان کر دینا اور اس کا صاف مطلب و مفہوم سمجھا دینا سب کچھ ہمارے ذمہ ہے"۔

اگر اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے اس ارشاد کہ نبی کلام الٰہی کے سمجھنے میں بیان الٰہی کے محتاج ہیں یہ مطلب ہے کہ معاذ اللہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے آیات کے معانی نہیں سمجھا، یا سمجھنا ضروری نہیں تو پھر آپ کے مرشد برحق کے ارشاد کا بھی یہی مطلب ہوا۔ اب اگر ہمت ہے تو اپنے مرشد برحق کو بھی وہی جلی کٹی سنائیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو سنائی ہیں۔ تو ابھی آپ کے دھرم کرم کا سارا بھرم سب پر کھل جائے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے جو کچھ فرمایا وہ حق اور آیت کا مفہوم اور مہتمم دیوبند نے اس کی جو تشریح کی وہ سراسر افترا، بہتان کذب بحت اور یہ کوئی اچنبھے کی بات نہیں۔ حدیث شریف میں آپ کی برادری کی یہی علامت بیان فرمائی ہے۔

اذا حدث کذب	جب بولے جھوٹ بولے۔

مہتمم دیوبند کا انکار قرآن

ہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے یہ ضرور فرمایا کہ ممکن ہے کہ بعض آیات کا نسیان ہوا ہو۔ لیکن اس پر اعتراض کرنا اپنے دین و ایمان سے ہاتھ دھونا ہے اور قرآن کریم کی نص صریح کا انکار ہے۔ قبلہ؟ ہم نے سنا ہے کہ بچپن میں آپ نے قرآن مجید حفظ کیا تھا اور اب بھی اہل دول کی رضا جوئی کے لئے بمبئی وغیرہ تراویح سنانے جاتے ہیں۔ آپ کو پہلے ہی پارہ کی یہ آیت یاد نہیں۔

وَمَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَا اَوْ مِثْلِهَا (البقرہ پ۱)	ہم کسی آیت کے حکم کو موقوف کر دیتے ہیں یا اس آیت ہی کو ذہنوں سے فراموش کر دیتے ہیں تو اس آیت سے بہتر یا اس آیت کے مثل لے آتے ہیں۔ (ترجمہ تھانوی)

اور آپ بھول گئے تو کسی پارہ عم پڑھنے والے بچے سے پوچھ لیجئے وہ آپ کو یہ آیت بتا دے گا۔

سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰۤى اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ۔	اس قرآن کی نسبت ہم وعدہ کرتے ہیں کہ ہم جتنا قرآن نازل کرتے جائیں گے آپ کو پڑھا دیا کریں گے۔ یعنی یاد کرا دیا کریں گے۔ پھر آپ اس میں سے کوئی جز نہیں بھولیں گے۔ مگر جس قدر بھلانا اللہ کو منظور ہو (کہ نسخ کا ایک طریقہ یہ بھی ہے۔ (ترجمہ تھانوی)

اسی کے حاشیہ پر ہے۔

"جب محفوظ رکھنا مصلحت ہوتا ہے محفوظ رکھتے ہیں جب بھلا دینا مصلحت ہوتا ہے۔ بھلا دیتے ہیں"۔

مہتمم صاحب کے امام الطائفہ کے عم نسب، جد طریقت، پدر شریعت حضرت شاہ عبد العزیز صاحب تفسیر میں نُنْسِهَا کے تحت لکھتے ہیں۔

یعنی ما فراموش بکنانیم آن آیت را از خاطر پیغمبر و دیگر قاریاں	یعنی ہم وہ آیت پیغمبر اور دوسرے قاریوں کے دل سے بھلا دیتے ہیں۔

قاری صاحب! قرآن کو تاویل کی بھول بھلیاں میں پھنسانے کا راستہ آپ کے سکنڈ پیر اور استاذ الاساتذہ نے بند کر دیا۔ اب آپ ان دونوں آیات کو اور اپنے مرشد برحق رہ کے ترجمے تفسیر کو سنبھل کر ہوش و حواس مجتمع کر کے پڑھئے اور اپنے شتر بے مہار قلم سے نکلے ہوئے جملوں کو یہاں بھی جوڑ کر بتایئے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ۔

"آیات کے بھولنے کا امکان ماننا اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ موجودہ قرآن مکمل نہیں۔ کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی اس سے بڑی توہین ہو سکتی ہے"۔

ان دونوں آیتوں کا انکار ہے یا نہیں ہے اور ضرور ہے تو بولئے تلبیس

۷۶ میں آپ نے جو کفری جال اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے لئے بچھایا تھا اس میں خود پھنسے کہ نہیں اگر حافظہ نباشد والی بات ہو تو ہم سے سنئیے۔ آپ نے لکھا تھا۔

"قرآن حکیم میں کسی بات کا اثبات کیا گیا ہو۔ اس کی نفی کردی جائے اور کسی چیز کی نفی ہو اس کا اثبات کر دیا جائے تو وہ کافر ہے بات بھی صحیح ہے۔ علمائے حق کا عقیدہ بھی یہی ہے۔

"اللہ عزوجل" دیوبند کے تکفیری راکٹ کا نشانہ

مہتمم صاحب نے بعض آیات کا نسیان ممکن ماننے کو، آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور قرآن کی سب سے بڑی توہین بتایا اور صریح نص قرآنی سے ثابت کیا کہ بعض آیات کا نسیان ممکن تو لازم کہ اللہ عزوجل نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی توہین کی اور قرآن و آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی توہین کفر تو نتیجہ یہ نکلا کہ آپ کی تشریح کے بموجب معاذاللہ، اللہ عزوجل کافر ہے۔

شاہ عبدالعزیز اور تھانوی صاحبان اور خود مہتمم دیوبند اپنی کفری مشین گن کی زد پر

حضرت شاہ صاحب اور آپ کے سکنڈ مرشد تھانوی نے بھی یہی لکھا تو یہ دونوں بھی آپ کی تشریح کے بموجب توہین قرآن و رسالت کر کے کافر مرتد ہوئے۔

اور آپ خود ان دونوں کے اس مضمون پر مطلع ہوتے ہوئے ان کو امام و پیشوا مان کر کافر بقلم خود ہوئے

قرآن کریم کے کسی مضمون کو موجب کفر بتانا شدید تر کفر ہے اور آپ نے علیٰ رُؤُسِ الْاَشْہاد ایک قرآنی مضمون کو مستلزم کفر بتایا تو یوں بھی آپ ڈبل کافر بقلم خود ہوئے۔

قاری صاحب اب موقع آگیا ہے اس شعر کے پڑھنے کا، پڑھئے اور جھوم جھوم کر پڑھئے ؎

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

اور ہم سے ایک عدد مزید سنئیے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

کہاں ہیں پیشہ ور قصاصین و مناظرین جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر الزام لگاتے پھرتے ہیں کہ ساری دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہہ دیا۔ آئیں اور اپنے مہتمم صاحب کا اس بڑھاپے میں یہ دم خم دیکھیں کہ بیک جنبش قلم۔ معاذاللہ معاذاللہ امت تو امت رسول تو رسول اللہ عزوجل تک کو کافر بنا ڈالا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ اس کفری انبار کو سر پہ لئے قارون کی طرح ایسے دھنسے کہ کبھی بھی ابھرنے کا امکان نہیں۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ کَذَبَ عَلَی اللّٰہِ	اس سے بڑا ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ باندھے
وَکَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْجَآءَہٗ	اور حق کو جھٹلائے جب اسکے پاس آئے۔

مہتمم دیوبند کے نزدیک تمام فرشتے جملہ انبیاء جمیع امت کافر ہیں

قرآن مجید کے حرف حرف نقطہ نقطہ پر تمام امت کا ایمان ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے۔

ہم بعض آیتوں کو بھلا دیتے ہیں۔ جسے اللہ چاہے بھلا دے۔

مہتمم دیوبند کہتے ہیں کہ یہ آنحضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی توہین ہے۔ نیز یہ مستلزم کہ قرآن محفوظ نہ ہو اور تینوں باتیں کفر ہیں تو ثابت ہو گیا

کہ مہتمم دیوبند کے نزدیک آیۃ کریمہ ننسہا اور آیۃ کریمہ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسَىٰٓ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰه . پر ایمان رکھنے والے تمام فرشتے جملہ انبیاء حتیٰ کہ سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہم وبارک وسلم وجمیع امت نہ صرف ایک بلکہ تین تین کفر کے مرتکب ہیں۔

اور اگر ان تینوں کفروں سے بچنے کے لئے ان دونوں آیتوں کا انکار کریں تو قرآن کریم کا انکار کرنے کی وجہ سے کافر۔ غرض کہ مہتمم دیوبند کی اس تشریح کے بموجب تمام فرشتے جمیع انبیاء جملہ امت کسی طرح کفر سے بچ نہیں سکتے۔

ناظرین فیصلہ کریں ایسا شقی انسان جس کے بدمست شرابی کی طرح بہکے ہوئے قلم نے اتنا بڑا ستم ڈھایا ہو وہ صرف کلمہ پڑھنے داڑھی بڑھانے اور کسی عربی مدرسہ کے لئے لاکھوں چندہ کر لینے کی وجہ سے فقط حافظ قاری مولوی کہلانے کی وجہ سے مسلمان ہو سکتا ہے ؟ نہیں ہرگز ہرگز نہیں۔

قرآن کریم کے محفوظ ہونے کی بحث

اولاً :۔ مہتمم صاحب۔ جب آپ بھی قرآن کریم پر ایمان لانے کا دعویٰ کرتے ہیں تو چونکہ قرآن کریم میں "نُنْسِهَا" فَلَا تَنْسَىٰٓ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ موجود ہے اور آپ اسے قرآن کے محفوظ ہونے کے منافی جانتے ہیں تو آپ کی بھی ذمہ داری ہے کہ اس گتھی کو سلجھائیں اور نہیں تو اپنے چھوٹے پیر صاحب تھانوی اور استاذ الاساتذہ حضرت شاہ صاحب کے لکھے ہوئے کو تو ضرور حق مانتے ہوں گے اس طرح بھی آپ کی ذمہ داری ہے کہ اس تنافی کا حل بتائیں۔

ثانیاً :۔ جہاں تک مہتمم دیوبند کی اس شرمناک گمراہ گردی کی قلعی کھولنے کا معاملہ تھا وہ مکمل ہو گیا مگر ناظرین کے خلجان کو دفع کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اصل مسئلہ کو منقح کر دیا جائے۔ بغور ملاحظہ کریں۔

ا ـــــ قرآن کریم نے جہاں اگلی کتابوں کو منسوخ فرما دیا ہے وہاں

خود قرآن کریم کی بعض آیتوں نے بعض کو بھی منسوخ فرمایا ہے اس کی تین صورتیں ہیں۔

اول :۔ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔

دوم :۔ صرف تلاوت منسوخ ہو۔ حکم باقی ہو۔ جیسے آیۃ رجم۔

سوم :۔ صرف حکم منسوخ ہو۔ تلاوت باقی ہو جیسے "لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْن"۔

مرقاۃ و شرح مشکوٰۃ میں ہے۔

والمنسوخ انواع منها التلاوة والحكم معا وهو ما نسخ من القران في حيات الرسول صلى الله عليه وسلم بالانساء حتى روى ان سورة الاحزاب كانت تعدل سورة البقرة منها الحكم دون التلاوة كقوله تعالى لكم دينكم ولي دين ومنها التلاوة دون الحكم كاية الرجم ص۲۱۵ ج۔۱	منسوخ کی کئی قسمیں ہیں۔ ایک یہ کہ تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہوں۔ یہ قرآن کا وہ حصہ ہے جو رسول کی حیات ظاہری میں بھلا کر منسوخ کیا گیا۔ یہاں تک کہ مروی ہے کہ سورۂ احزاب سورۂ بقرہ کے برابر تھی۔ ایک یہ کہ حکم منسوخ ہو تلاوت باقی ہو۔ جیسے لکم دینکم ولی دین ایک یہ کہ تلاوت منسوخ ہو نہ حکم۔ جیسے آیت رجم۔

ان تینوں قسم کے نسخ کو سورۂ بقرہ کی آیۃ کریمہ مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ میں بیان کیا گیا ہے انساء، نسخ ہی کی ایک قسم ہے۔ جیسا کہ تھانوی صاحب کا قول اوپر مذکور ہو چکا ہے۔ ملا احمد جیون قدس سرہٗ فرماتے ہیں۔

فيكون المراد من قوله ننسخ منسوخ احدهما فقط ومن قوله او ننسها منسوخ التلاوة والحكم جميعا وانما اعادها مع دخوله في المنسوخ اظهارا لكمال الحيث في النسخ لا يبقى منه اثر لا في اللفظ ولا في المعنى	پس ننسخ سے مراد صرف منسوخ التلاوۃ یا صرف منسوخ الحکم لے۔ او ننسہا سے منسوخ الحکم والتلاوۃ مراد ہے۔ باوجودیکہ یہ منسوخ میں داخل ہے اس کا اعادہ اس کے کمال نسخ کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ اس کا کوئی

(تفسیرات احمدیہ ص۱۹) نشان باقی نہیں نہ لفظ میں نہ معنی میں۔

حضرت ملا علی قاری اور ملا احمد جیون دونوں اس پر متفق ہیں کہ ننسہا سے مراد وہ آیات ہیں جن کی تلاوت اور حکم دونوں منسوخ ہیں جیسے سورہ احزاب کے بارے میں گزر چکا کہ وہ سورۃ بقرۃ کے برابر تھی اور سورہ طلاق کے بارے میں بھی وارد ہے کہ یہ سورہ بقرۃ سے بھی بڑی تھی۔

تفاسیر اور احادیث سے اور بھی منسوخ التلاوۃ والحکم کا پتہ چلتا ہے تفسیر ابن کثیر میں ہے۔

عن قتادۃ فی قولہ ماننسخ من اٰیۃ او ننسہا قال کان عزوجل ینسی نبیہ صلی اللہ علیہ وسلم مایشاء وینسخ ما یشاء عن الحسن انہ قال فی قولہ اوننسہا ان نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم قرء قراٰنا ثم نسیہ۔ عن ابن عباس انہ قال کان ینزل علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم الوحی باللیل وینسہا بالنہار فانزل اللہ ماننسخ من اٰیۃ اوننسہا نات بخیر منہا اومثلہا

(ص۱۵ ج۱)

قتادہ سے آیہ کریمہ ماننسخ الآیۃ کی تفسیر میں مروی ہے۔ اللہ عزوجل اپنے نبی کو جو چاہتا بھلا دیتا۔ جو چاہتا منسوخ فرما دیتا۔ حسن بصری سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرآن پڑھا پھر اسے بھول گئے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر رات میں وحی نازل ہوتی اور دن میں بھول جاتے تو یہ آیت نازل ہوئی۔

بیہقی شریف میں ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک انصاری رات میں تہجد کے لئے اٹھے سورہ فاتحہ کے بعد جو صورت ہمیشہ تلاوت کیا کرتے تھے اس کو پڑھنا چاہا لیکن وہ بالکل یاد نہ آئی صبح کو دوسرے صحابی سے ذکر کیا انہوں نے بتایا کہ میرا بھی یہی حال ہے۔ دونوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ حضور نے فرمایا۔ آج شب میں وہ صورت اٹھالی گئی اس کا حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہوگیا۔ جن کاغذوں پر لکھی تھی ان پر نقش

تک باقی نہیں۔

۳ ـــــ مع ہذا بعض حضرات کو بعض منسوخ التلاوۃ والحکم آیات کے الفاظ یاد بھی تھے۔ جیسے ام المؤمنین عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ یہ آیت تھی عشر رضعات یحرمن اس کے حکم اور تلاوت دونوں منسوخ ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ منسوخ التلاوۃ والحکم کی دو قسمیں ہیں۔ بعض ذہنوں میں محفوظ رہیں بعض بالکل محو ہوگئیں۔

۴ ـــــ مذکورہ بالا تشریحات سے ثابت ہوگیا کہ قرآن منزل من اللہ کا ایک حصہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور تمام امت کے ذہنوں سے اس طرح اٹھا لیا گیا کہ وہ کسی کو بالکل یاد نہ رہا۔ حتیٰ کہ جن کاغذوں پر لکھا تھا ان پر نقش تک باقی نہ رہا۔ قرآن کریم کا یہ حصہ موجودہ مصحف میں مابین الدفتین موجود نہیں اس لئے اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ کا یہ مطلب ہرگز ہرگز نہیں کہ جتنا قرآن مجید نازل ہوا تھا وہ سب کا سب اس مصحف میں مابین الدفتین محفوظ ہے اور رہے گا۔ اس کا ادعا کرنا خود قرآن کریم اور احادیث کو جھٹلانا ہے۔

قرآن کے محفوظ ہونے کا مطلب

اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ سے مراد یہ ہے کہ نسخ تلاوت اور انساء کے بعد جو کچھ بچا جس کی تحدید اور ترتیب حسب الارشاد ربانی، خود آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی حیات ظاہری میں ہی فرمادی تھی۔ جو مختلف اشیاء پر مکتوب اور آنحضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کے سینوں میں محفوظ تھا۔ جسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم سے ایک صحیفہ میں جمع کیا گیا اور جس کی کثیر نقلیں حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بلاد اسلامیہ میں بھجوائیں جو عہد صدیق سے لے کر آج تک مصحف میں مابین الدفتین موجود ہے۔ وہ پورا پورا محفوظ ہے اور محفوظ رہے گا۔ اس میں کسی قسم کا تغیر و تبدل ترمیم و تنسیخ۔ از دیاد و نقص تقدم

وتا خر راہ نہیں پا سکتا۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات ظاہری میں حسب منشار ربانی بعض آیتوں کے نسیان کو، قرآن کے محفوظ ہونے کے منافی سمجھنا اپنی دیانت اپنے دین سے ہاتھ دھونا ہے۔

دیوبندیوں کے نزدیک قرآن، کلامِ الٰہی نہیں

اتنی نہ بڑھا پاکی داماں کی حکایت
دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

مہتمم دیوبند نے یہاں الملفوظ پر تو بڑے شد ومد سے اعتراض کر دیا مگر انھیں اپنے گھر کی خبر نہیں۔ ان کے امام الطائفہ لکھتے ہیں۔

" اس کے دربار میں ان کا تو حال یہ ہے کہ جب وہ کچھ فرماتا ہے۔ یہ سب رعب میں آکر بے حواس ہو جاتے ہیں۔ اور رعب و دہشت کے مارے دوسری بار اس بات کی تحقیق اس سے نہیں کر سکتے بلکہ ایک دوسرے سے پوچھتا ہے اور جب اس کی آپس میں تحقیق کر لیتے ہیں۔ سوائے آمنا صدقنا کے کچھ نہیں کر سکتے۔"

(تقویۃ الایمان ص۲۴ دیوبند)

قبلہ بولئے! جب آپ کے امام الطائفہ کا یہ خیال ہے کہ انبیاء کرام، ارشاد ربانی صادر ہوتے ہی بے حواس ہو جاتے ہیں اور سننا حواس ہی کا کام ہے تو اس کا صاف صاف مطلب یہ ہوا کہ انبیاء کرام نے کچھ سنا ہی نہیں اور جب سنا ہی نہیں تو آپس میں تحقیق سے کیا حاصل اور جو حاصل ہوا وہ آپس کی بات چیت کا مجموعہ ہوا۔ کلام ربانی کہاں ہوا؟

بولئے آپ کا اپنے امام کے بارے میں کیا حکم ہے؟

دیوبندیوں کے نزدیک موجودہ قرآن کا محفوظ نہ رہنا ممکن ہے

الملفوظ کی اس عبارت پر جو قرآن واحادیث کا مفہوم ہے تقریباً مہتمم دیوبند نے آسمان سر پر اٹھا لیا اور اپنے امام کو کچھ نہیں کہا جنہوں نے موجودہ قرآن کی بعض آیتوں کا بالکلیہ نسیاً منسیا ہو جانا بلکہ سب ممکن کہہ دیا۔ ناظرین دیکھیں رسالہ یکروزی میں مولوی اسمٰعیل دہلوی لکھتے ہیں۔

بعد اخبار ممکن ہست کہ ایشان را فراموش گردانیدہ شود، پس قول بامکان مثل، اصلاً منجر بتکذیب نصے از نصوص نگردد وسلب قرآن بعد انزال ممکن است۔ (ص۱۴۴)

ممکن ہے کہ یہ آیت (وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ) لوگوں کو بھلا دی جائے تو اب یہ کہنا کہ حضور جیسا دوسرا ممکن ہے کسی نص کو جھوٹا کہنے کا موجب نہ ہوگا اور اتارنے کے بعد سلب قرآن ممکن ہے۔

علمائے اہل سنت نے فرمایا تھا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل یعنی تمام صفات کمالیہ میں آپ کا شریک وہمسر ہونا محال ہے کیونکہ حضور خاتم النبیین ہیں لہذا اگر حضور کا مثل ممکن ہو تو لازم آئے گا کہ یہ آیۃ کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ جھوٹ اور اللہ عزوجل جھوٹا ہو۔ العیاذ باللہ

اس کے جواب میں دہلوی صاحب نے مذکورہ بالا عبارت لکھی ہے کہ ممکن ہے کہ یہ آیت دلوں سے بھلا دی جائے سلب قرآن ممکن ہے جب آیت کسی کو یاد ہی نہ رہے گی، تو کیسے جھوٹ کہیں گے اور اللہ عزوجل کو جھوٹا کہیں گے۔ نیز یہ بھی لازم ہے کہ مصحف شریف سے اس آیت کے نقوش بھی مٹا دئے جائیں ورنہ لوگ اس میں دیکھ کر یاد کر لیں گے۔

ناظرین انصاف کریں۔ یہ آیۃ کریمہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ مصحف شریف میں ما بین الدفتین موجود ہے۔ اس کے تمامی

امت کے ذہنوں سے فراموش اور مصحف شریف سے مٹانے کو ممکن کہا۔ یہ ضرور قرآن کے محفوظ ہونے کا انکار اور کفر ہے مگر مہتمم دیوبند اور تمام دیوبندی ایمان بنائے ہوئے ہیں۔

ذرا ان دیوبندیوں کا اللہ عزوجل کے بارے میں ایمان تو ملاحظہ کریں۔ ان کے نزدیک واقعہ میں اللہ عزوجل کا جھوٹ بولنا کوئی عیب نہیں۔ بندوں کے ڈر سے نہیں بولتا اگر ایسی ترکیب نکل آئے کہ اسے کوئی جھوٹا کہہ نہ سکے تو کوئی حرج نہیں۔ غرض کہ سارا ڈر بندوں کے جھوٹا کہنے کا ہے بندوں کی ڈر کی وجہ سے جھوٹ نہیں بولتا۔ بندوں سے ڈرتا ہے، دبتا ہے، مغلوب ہے۔ بولئے قاری صاحب۔

یہ کون دھرم ہے۔؟

تلبیس نمبر ۶ جز ب

اسی نمبر میں ایک اور سوال مرتب کیا ہے "کیا اعلیٰ حضرت بریلوی کا نہ ماننے والا دین حق سے پھرنے والا مرتد ہے؟ جواب میں تحریر ہے۔

"فرقہ رضاخانیت کے ماننے والوں کا یہی عقیدہ ہے۔ ملاحظہ فرمائیے"

تم سے کیا وہ دین حق سے پھر گیا — جو پھرا تم سے شہا احمد رضا
دونوں عالم میں اسے کھٹکا نہیں — جو تمہارا ہو گیا احمد رضا

ہر جگہ تو مہتمم دیوبند نے حوالہ دیا ہے۔ صحیح یا غلط مگر یہاں کوئی حوالہ نہیں دیا کہ یہ اشعار کس کے ہیں کس نے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے بارے میں لکھے ہیں اصولاً ضروری ہے کہ پہلے تصحیح نقل ہو لے پھر جواب دیا جائے۔ ہم پر حجت صرف معتمد علماء اہل سنت کے ہی ارشادات ہو سکتے ہیں۔ "ہر کہ ومہ عامی کا قول نہ حجت نہ اس کی تصحیح ہمارے ذمہ! اس لئے جواب کے درجہ میں بات یہیں ختم ہو گئی کہ جب حوالہ نہیں تو ہمارے ذمہ جواب ضروری نہیں جب مہتمم

دیوبند یہ بتائیں گے کہ یہ اشعار کس کے ہیں اور ہم یہ دیکھیں گے کہ وہ ہمارا معتمد عالم ہے تو جواب دینا لازم ہوگا۔

لیکن دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ عاجز آنے کے بعد ڈوبنے والے کی طرح تنکے کا سہارا لیتے ہیں اگر ان اشعار پر کچھ نہ لکھا جائے تو سارے رد کو بھول جائیں گے اور یہی شور مچائیں گے کہ دیکھو اس کا جواب نہیں ہوا اس لئے کچھ نہ کچھ عرض کرنا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ایک سچے نائب رسول اپنے وقت کے مجدد اسلام وسنت کی نشر واشاعت حمایت ونصرت فرمانے والے بدمذہبی بے دینی کفر و ضلالت، بدعت وشیطنت کی بیخ کنی کرنے والے تھے جن کے فضل وکمال کی شہادت علماء حرمین طیبین عرب وعجم نے ان الفاظ میں دی ہے۔

"علامۂ کامل! استاذ ماہر جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کی طرف سے جہاد وجدال کرتا ہے۔ معرفت کا آفتاب جو ٹھیک دوپہر کو چمکتا ہے۔ فضائل کا دریا علماء اور عمائد کی آنکھوں کی ٹھنڈک امام پیشوا، روشن ستارہ، وہابیہ کی گردن پر تیغ براں، زمانے کی برکت ہمارا سردار ہمارا پیشوا، ہمارا مولا، عالم باعمل، یکتائے زمانہ، وہ کیوں نہ ایسے ہوں کہ علماء مکہ اس کے لئے ان فضائل کی گواہیاں دے رہے ہیں اگر وہ سب سے بلند مقام پر نہ ہوتا تو علماء مکہ اس کی نسبت یہ گواہی نہ دیتے۔"

بلکہ میں کہتا ہوں اگر اس کے حق میں یہ کہا جائے کہ وہ اس صدی کا مجدد ہے تو بلاشبہ حق وصحیح ہے۔ دین کے اصول وفروع میں ان کی تصانیف متکاثر ان کی بعض تصانیف کے مطالعہ سے مشرف ہوا تھا جن کے نور سے حق روشن ہوا تو ان کی محبت میرے دل میں جم گئی میں نے وہ کمال ان میں دیکھے جو بیان طاقت سے باہر ہے۔ علم کا کوہ بلند، نور کا ستون، معرفتوں کا دریا، ایسے علموں والے جن سے فساد بند کئے

گئے، علم کلام و فقہ و فرائض پر غلبہ کے ساتھ حاوی۔ توفیق الٰہی سے مستحبات و سنن و واجبات فرائض پر محافظت والا۔ ان فتنوں کے زمانے میں دین کو زندہ کرنے والا سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا وارث علماء مشاہیر کا سردار معزز فاضلوں کا مایۂ افتخار۔ دین اسلام کی سعادت، ہر کام میں پسندیدہ، صاحب عدل عالم باعمل، آفتاب سعادت، دائرۂ علوم کا مرکز، مسلمانوں کا یاور، ہدایت یافتہ لوگوں کا نگہبان، حجتوں کی تیغ براں، بے دینوں کی زبان کو کاٹنے والا، ایمان کے روشن ستون کو بلند کرنے والا، شریعتِ روشن کا حامی، میری سند، اللہ کا خاص بندہ۔ مخالفین دین کا دفع کرنے والا، عالمان باعمل کا معتمد، فاضلان راسخین کا خلاصہ سب مسلمانوں کو ان کی زندگی سے بہرہ مند فرمائے۔ اور مجھے ان کی روش نصیب کرے۔ ان کی روش سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی روش ہے جو اللہ کی رسی مضبوط تھامے ہے۔ دین و شریعت کے روشن ستون کا نگہبان۔ جس کا شکر پورا ادا کرنے سے زبان بلاغت قاصر ہے۔ دریائے ذخار۔ حق و دین کی مدد کرنے اور بے دینوں کی گردنیں قطع کرنے پر قائم۔ ستودہ، پرہیزگار، ستھرا فاضل۔ کامل پچھلوں کا معتمد۔ اگلوں کے قدم بہ قدم، فخر اکابر، اللہ اس کے امثال کثیر کرے اور مسلمانوں کو اس کی درازئ عمر سے نفع بخشے۔ جن کا اللہ و رسول جل جلالہ، صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے نزدیک بڑا اقتدار ہے۔ اللہ کا پسندیدہ بندہ جسے اس نے خدمت شریعت کی توفیق بخشی۔ دقیقہ رس عقل دے کر اس کی مدد کی کہ جب کبھی شبہہ کی رات اندھیری ڈالے وہ اپنے آسمان علم سے ایک چودھویں رات کا چاند چمکاتا ہے۔ تمام عالم کے لئے برکت اگلے کریموں کا بقیہ و یادگار، دنیا سے بے رغبت امام، کامل، عابد، محبوب مقبول۔ پسندیدہ جس کی باتیں اور کام سب ستودہ، ان حافظانِ شریعت

اعلیٰ درجہ کے کامل علماء پرکھنے والوں میں سب سے زیادہ عظمت والا کثیر العلم دریائے عظیم الفہم، مرشد محقق، اللہ عزوجل کی پاکیزہ عطاؤں والا، فائدہ لینے والوں کا معتمد، مشکلات علوم کا کشادہ کرنے والا۔"

(حسام الحرمین وغیرہ)

ان ارشادات کی روشنی میں یہ بات ظاہر ہو گئی کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اسلام و سنت کے حامی و ناصر بلکہ محی تھے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے وہی پھرے گا جسے اسلام و مذہب اہل سنت سے بیر ہوگا۔ عداوت ہوگی۔ اور اس سے کسے انکار کہ جس دل میں اسلام و مذہب اہل سنت و جماعت سے نفرت و عداوت ہوگی۔ وہ ضرور دین حق سے پھرا ہوا ہے۔ مگر مہتمم دیوبند کو اس پر اعتراض کا حق کیا ہے۔ جب کہ ان کے پیران پیر خود اپنے منھ میاں مٹھو بن کر یہ اعلان کر چکے ہیں۔

"سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اس زمانہ میں ہدایت و نجات میرے اتباع پر موقوف ہے۔

(تذکرۃ الرشید ص۱۷ ج ۲)

اور جب کہ مہتمم دیوبند کے پیر شیخ الہند محمود الحسن صاحب گنگوہی جی کے بارے میں لکھ چکے ہیں ؎

جدھر کو آپ مائل تھے ادھر ہی حق بھی دائر تھا — مرے آقا مرے مولا تھے حقانی سے حقانی

ہدایت جس نے ڈھونڈھی دوسری جاگہہ ہوا گمراہ — وہ میزاب ہدایت تھے کہوں کیا نص قرآنی

زمانے نے دیا اسلام کو داغ اسکی فرقت کا

کہ تھا داغ غلامی جس کا تمغائے مسلمانی

ناظرین نوٹ کریں۔ کیا کیا دعوے ہیں حق منحصر ہے۔ گنگوہی کی زبان سے نکلنے میں ہدایت اور نجات موقوف ہے۔ گنگوہی کی اتباع پر، جدھر گنگوہی مڑتے حق اُدھر ہی گھومتا ہے۔ گنگوہی کے علاوہ دوسری جگہ، ہدایت ڈھونڈنے

والا گرامی ہے، خواہ وہ جگہ کوئی ہو مسلمان وہی ہے۔ جو گنگوہی کی غلامی سے داغدار ہو جو اس داغ سے پاک ہے وہ مسلمان نہیں۔ بولو مہتمم صاحب کیا ارشاد ہے

اسی طرح دوسرے شعر پر طنز بھی مہتمم دیوبند کی علت روحانی کے ماسوا اور کچھ نہیں۔ چونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے۔ تمام اولیاء انبیاء ذرہ ناچیز سے کمتر اور ہمارے برابر عاجز و نادان چمار سے زیادہ ذلیل ہیں۔ اس لئے محبوبان بارگاہ کی مدح انہیں نہیں بھاتی۔

سنو! اپنے اعتقاد کو اپنے گھر رکھو ہم اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے حضرت امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہٗ اپنی مشہور و معروف کتاب "میزان الشریعۃ الکبریٰ" میں فرماتے ہیں۔

واذا کان مشائخ الصوفیۃ یلاحظون اتباعھم و مریدیھم فی جمیع الاحوال والشدائد فی الدنیا والاٰخرۃ فکیف بائمۃ المذاھب

جب مشائخ صوفیہ ہر مصیبت و سختی کے وقت اپنے متبعین و مریدین کا دنیا اور آخرت میں خیال رکھتے ہیں تو ائمہ مذاہب کا کیا کہنا۔

نیز یہی امام اپنی دوسری کتاب "لوائح الانوار القدسیۃ" میں فرماتے ہیں۔

کل من کان متعلقاً بنبیٍ و رسول او ولی فلابد ان یحضرہ و یاخذ بیدہ فی الشدائد

جو کسی نبی یا رسول یا ولی سے متعلق ہوگا ضرور وہ نبی رسول ولی مشکلوں کے وقت تشریف لائیں گے اور اس کی دستگیری فرمائیں گے

تقویۃ الایمانی فتویٰ سے سارے دیوبندی مشرک

لیکن آپ اپنے گھر کی خبر لیجئے۔ ایک طرف تو تقویۃ الایمان میں یہ ہے۔ "مارنا، جلانا، روزی کی کشائش اور تنگی کرنی، اور تندرست اور بیمار کر دینا، حاجتیں بر لانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی یہ سب

اللہ ہی کی شان ہے اور انبیاء اولیاء بھوت پری کی یہ شان نہیں جو کسی کو ایسا تصرف ثابت کرے اس سے مرادیں مانگیں مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے۔ پھر خواہ وہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے۔ خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہے"۔
(تقویۃ الایمان ملخصاً ص۹ م دیوبند)

اور دوسری طرف آپ کے پیر نمبر ایک گنگوہی جی کے مرنے پر یوں نوحہ خواں ہیں ؎

حوائج دین و دنیا کے کہاں لے جائیں ہم یارب
اٹھا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی

خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولا مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

اور کہیں حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کو چیلنج کر رہے ہیں۔

؎ مردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

اور سنئے یہی انہیں گنگوہی کے بارے میں لکھتے ہیں۔

؎ نہ رکا پر نہ رکا پر نہ رکا ...!
ان کا جو حکم تھا تھا سیف قضا مبرم

اب بولئے تقویۃ الایمانی فتویٰ کی رو سے آپ کے پیر صاحب اور پیران پیر دونوں اور آپ خود مشرک ہوئے کہ نہیں؟

تلبیس نمبر ۷

اس نمبر میں حضرت قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر دو الزامات

لگائے ہیں۔ (۱) انبیاء کو مغلوب ماننا (۲) قرآن کا انکار کیا۔ اول و دوم کے
ثبوت میں رقم طراز ہیں۔

"اعلیٰ حضرت بریلوی کے ملفوظ حصہ چہارم ص۲۷ کو ملاحظہ فرمائیے۔
جس سے اندازہ ہوگا کہ انبیاء کو مغلوب مانا۔ رسولوں کی شہادت کا انکار
کیا۔ جس سے قرآن کی کتنی آیتوں کا انکار صریح لازم آیا۔"

ناظرین کی تقریب فہم کے لئے ضروری ہے کہ الملفوظ شریف کی اس موقع
کی پوری عبارت نقل کردی جائے۔

عرض:۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے خَتَمَ اللّٰہُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ
تو بعض انبیاء شہید کیوں ہوئے۔

ارشاد:۔ "رسولوں میں سے کون شہید کیا گیا انبیاء البتہ شہید
کئے گئے۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔"

جامۂ احرام زاہد پر نہ جا　　تھا حرم میں لیک نامحرم رہا

الملفوظ کے اس سوال وجواب کو ناظرین غور سے پڑھیں اور دیوبندی
جماعت کے اپنے وقت کے امام کی فہم وفراست کی داد دیں۔ دیکھیں عبارت
میں انبیاء کرام کے مغلوب ہونے کا دور دور تک شائبہ بھی نہیں کوئی اشارہ یا
کنایہ انبیاء کی مغلوبی کا نہیں مگر قاری صاحب نے یہ الزام بھی جڑ دیا۔ اگر اس
عبارت سے کسی طرح انبیاء کی مغلوبی مترشح ہوتی تھی تو اسے ظاہر کرنا ضروری
تھا۔ مگر یہ تو قاری صاحب کی جبلت ہے کہ الزام لگانے میں شیر ہیں۔ اور
ثبوت میں ...... ! ورنہ بات بالکل صاف ہے۔ سائل کا گمان یہ تھا کہ
شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی ہے۔ اسے اس گمان
پر یہ شبہہ ہوا کہ انبیاء کرام کا مغلوب ہونا آیۃ مذکورہ کے معارض ہے اسلئے
اس نے یہ عرض کیا۔

جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اور میرے رسول غالب ہوں گے تو بعض

انبیاء کیوں شہید ہوئے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جواب وہ ارشاد فرمایا کہ
سرے سے اس آیۂ کریمہ پر شبہہ ہی وارد نہ ہو۔ فرمایا۔ رسولوں میں کون شہید
ہوا۔ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ اور آیت میں رسول کے غالب آنے کو فرمایا ہے تو
اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ شہادت مغلوب ہونا ہے اور شہادت غلبہ کے منافی
ہے تو بھی کسی شبہہ کی گنجائش نہیں اس لئے کہ اس آیت میں رسولوں کے غلبہ کو
فرمایا گیا۔ اور رسول کوئی شہید ہی نہیں ہوا۔ لہٰذا کوئی معارضہ نہیں۔

شہادتِ رُسل کی بحث

قاری صاحب دوسرے الزام کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

"حالانکہ قرآن شریف میں متعدد آیتیں ہیں جن میں اللہ تعالیٰ
نے رسولوں کی شہادت کا ذکر کیا ہے۔ وہ آیتیں یہ ہیں دیکھو سورۂ
بقرہ رکوع ۱۱۔ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُكُمُ
اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ۔
دوسری آیت دیکھو۔ سورۂ آل عمران رکوع ۱۹۔
قُلْ قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِیْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِیْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔
تیسری آیت دیکھو۔ سورۂ مائدہ رکوع ۱۰
كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰۤى اَنْفُسُهُمْ فَرِيْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِيْقًا
يَّقْتُلُوْنَ۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد "رسول کوئی شہید نہیں ہوا" کے
معارض ان آیات کو بتانا۔ عوام کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے خلاف اکسانے کی
ایک بہت ہی دقیق چال کے سوا اور کچھ نہیں۔

درس نظامی کا طالب علم بھی جانتا ہے کہ یہاں قاری صاحب اوران

کی برادری کیا مغالطہ دینا چاہتی ہے ؎

بہت باریک ہیں واعظ کی چالیں
لرز جاتا ہے آوازِ اذان پر

اصل جواب سمجھنے کے لئے چند مقدمات ذہن نشین کر لینا ضروری ہے۔ ناظرین پوری توجہ سے سنیں۔

مقدمہ اولیٰ :۔ نبی اور رسول اصطلاحِ شرع میں دو مختلف معانی کے لئے خاص ہیں۔

نبی :۔ وہ انسان ہے جس کی جانب وحی کی جائے۔ عام اس سے کہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو یا نہ ہو۔

رسول :۔ وہ نبی ہے جو صاحب شریعت جدیدہ ہو۔ اس تعریف کی بنا پر نبی عام ہے اور رسول خاص ہیں۔ ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں جیسے حضرت شعیاء، زکریا، یحییٰ علیہم الصلوٰۃ والتسلیم۔ قاضی بیضاوی آیت کریمہ وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰۤی اَلۡقَى الشَّیۡطٰنُ فِیۡۤ اُمۡنِیَّتِهٖ الاٰیۃ کے تحت فرماتے ہیں۔

الرسول من بعثہ اللہ بشریعۃ مجددۃ یدعوا الناس الیھا والنبی یعمہ ومن بعثہ لتقریر شرع سابق کانبیاء بنی اسرائیل الذین کانوا بین موسیٰ وعیسیٰ علیھما السلام ولذالك شبہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم علماء امتہ بھم النبی اعم من الرسول ویدل علیہ انہ علیہ الصلوٰۃ والسلام سئل عن الانبیاء فقال مائۃ واربعۃ وعشرون الفاقیل فکم الرسل منھم قال ثلث مائۃ وثلثۃ عشر جما غفیرًا

(بیضاوی صـ۲۷ ج ۲)

رسول وہ ہے جسے اللہ عزوجل نے شریعت جدیدہ کے ساتھ بھیجا ہو کہ لوگوں کو اس طرف دعوت دے اور نبی عام ہے اس سے کہ وہ صاحبِ شریعت جدیدہ ہو یا شریعت سابقہ کی استواری کے لئے بھیجا گیا ہو جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین آئے اسی لئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کے علماء کو انکے ساتھ تشبیہ دی۔ نبی رسول سے عام ہے اس پر یہ روایت دلالت کرتی ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ انبیاء کتنے ہیں۔ فرمایا۔ ایک لاکھ چوبیس ہزار عرض کیا گیا ان میں رسول کتنے ہیں۔ فرمایا تین سو تیرہ جمِ غفیر۔

نبی و رسول کے مابین یہی فرق اور انکی یہی تعریف تھانوی صاحب نے بھی کی ہے۔ دیکھئے اختصار شدہ بیان القرآن سورۂ مریم زیر آیتِ کریمہ وَکَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا ۵

رسول وہ ہے جو مخاطبین کو شریعت جدیدہ پہنچائے۔

نبی وہ ہے۔ جو صاحب وحی ہو۔ خواہ شریعت جدیدہ کی تبلیغ کرے یا شریعت قدیمہ کی۔

مقدمہ ثانیہ :۔ نبی اور رسول ان معنوں میں قرآن کریم کی متعدد آیتوں میں وارد ہے۔ سورہ مریم شریف میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں فرمایا ہے

۱۔ اِنَّهٗ كَانَ مُخۡلَصًا وَّكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا۔ بلاشبہ وہ مخلص اور رسول نبی تھے۔

اسی میں حضرت اسمٰعیل کے بارے میں ارشاد ہے۔

۲۔ اِنَّهٗ كَانَ صَادِقَ الۡوَعۡدِ وَكَانَ رَسُوۡلًا نَّبِیًّا یقیناً وہ وعدے کے سچے اور نبی رسول تھے۔ مدارک میں اسی کے تحت ہے۔

الرسول الذی معہ کتاب من الانبیاء والنبی الذی ینبیٔ عن اللہ عزوجل وان لم یکن معہ کتاب کیوشع

رسول وہ نبی ہے جس کے ساتھ کتاب ہو اور نبی وہ ہے جو اللہ عزوجل کے بارے میں خبر دے۔ اگرچہ اس کے ساتھ کتاب نہ ہو جیسے یوشع۔ (علیہ السلام)

(۳)۔ سورۂ حج کی آیتہ مذکورہ :۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ الاٰیۃ :۔

ان تینوں آیتوں میں رسول اور نبی کے معنیٰ مذکور مراد ہیں۔

مقدمہ ثالثہ :۔ مگر دوسری متعدد آیتوں میں رسول بمعنیٰ نبی وارد ہے۔ مثلاً

(۱) كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ

سب اللہ اور اس کے فرشتوں اس کی کتابوں اسکے رسولوں پر ایمان لائے۔

(۲) وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ

اور بیشک ہم نے تم سے پہلے بہت سے رسول بھیجے ان میں سے بعض کے حالات تم سے بیان فرمائے بعض کے نہیں۔

اس کے تحت صاوی میں ہے۔

قولہ رسلا المراد بهم مايشمل الانبياء

یہاں رسلاً کا وہ معنی مراد ہے جو انبیاء کو بھی شامل ہے۔

ان دونوں آیتوں میں رسل سے مراد انبیاء ہیں خواہ صاحب شریعت جدیدہ ہوں خواہ نہ ہوں۔ ان کے علاوہ اور کثیر آیتوں میں رسول سے نبی ہی مراد ہیں۔

مقدمہ رابعہ :۔ حضرت موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام کے مابین کوئی نبی صاحب شریعت جدیدہ مبعوث نہیں ہوا اور اس درمیان جتنے انبیاء کرام تشریف لائے سب کے سب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے۔ اخیر میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام شریعت جدیدہ لے کر تشریف لائے اور شریعت موسویہ کو منسوخ فرمایا ابھی تفسیر بیضاوی کی عبارت گزری۔

كانبياء بنی اسرائيل الذين كانوا بين موسىٰ وعيسىٰ عليهما السلام

جیسے وہ انبیاء بنی اسرائیل جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین تھے (ان میں کوئی صاحب شریعتِ جدیدہ نہ تھا)

تفسیر کبیر میں ہے۔

روى ان بعد موسىٰ عليه السلام الى ايام عيسىٰ كانت الرسل تتواتر ويظهر بعضهم فى اثر بعض والشريعة واحدة فانه صلوات الله عليه جاء بشريعة مجددة واستدلوا على صحة ذالك بقوله تعالىٰ وقفينا من بعده بالرسل فانه يقتضى انهم على حد واحد فى الشريعة يتبع بعضهم بعضا (ص۴۱۲ ج ۱)

روایت ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد عیسیٰ علیہ السلام تک پیغمبر متواتر آئے ایک کے بعد ایک آتا اور شریعت ایک تھی۔ پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام جدید شریعت لائے اس کی صحت پر اللہ عزوجل کے اس ارشاد سے استدلال کیا گیا کہ فرمایا ہم نے ان کے بعد پے در پے پیغمبر بھیجے یہ ارشاد چاہتا ہے کہ وہ شریعت میں ایک ہی طر(یقہ) پر تھے۔ بعض بعض کے متبع۔

صاوی میں ہے۔

المراد التبع فى العمل بالتوراة فكل الانبياء الذين بين موسىٰ وعيسىٰ يعملون بالتوراة بوحى من الله لا لاتقليدا لموسىٰ (ص۴۱ ج ۱)

قفینا سے مراد توراۃ پر عمل میں تابع ہونا ہے حضرت موسیٰ و عیسیٰ کے مابین تمام انبیاء توراۃ پر عمل کرتے تھے منجانب اللہ وحی کی وجہ سے نہ موسیٰ علیہ السلام کی تقلید میں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب تفسیر عزیزی سورۂ بقرہ میں فرماتے ہیں۔

وہمہ ایشان بر شریعت حضرت موسیٰ گزشتند و مقصود از فرستادن ایشان جاری کردن احکام آں شریعت بود کہ بسبب تکاسل و تہاون بنی اسرائیل

اور تمام حضرات، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت پر تھے۔ ان کے بھیجنے سے مقصود اس شریعت کے احکام کا جاری کرنا تھا جو بنی اسرائیل کی سستی اور ڈھیلے پن کی وجہ سے

منذرس می شد وبسبب تحریفات علمار سور ایشان متغیر ومتبدل میگشت پس ایں رسولان در بنی اسرائیل مانند علمار ربانیین ومجددان دین این امت اند چنانچہ در حدیث شریف وارد شد کہ ان اللہ تعالیٰ یبعث لھذہ الامۃ علی راس کل مائۃ من یجدد لھا دینھا۔

مٹ جاتے اور ان کے علمار سور کی تحریفات سے بدل جاتے۔ پس یہ پیغمبر بنی اسرائیل میں اس امت کے علمار ربانیین اور دین کے مجددین کے مانند ہیں جیساکہ حدیث میں آیا ہے کہ "اللہ عزوجل اس امت کے لئے ہر صدی کے سرے پر اسے بھیجے گا جو ان کے لئے ان کے دین کی تجدید کرے گا۔"

مقدمہ خامسہ :- ان تینوں آیتوں میں جن انبیار کرام کی شہادت کا تذکرہ ہے یہ وہی ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام کے مابین مبعوث ہوئے۔ اس لئے کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی آیتوں میں مخاطب اور سورۂ مائدہ کی آیت میں ضمیر غائب کے مرجع یہودی ہیں جس کا صاف مطلب یہ ہوا کہ ان آیتوں میں جنھیں انبیار کرام کے شہید کرنے کا مجرم گردانا گیا ہے۔ وہ یہودی ہی ہیں۔ اور اس میں کسی کا ذرہ برابر اختلاف نہیں کہ یہود کا زمانہ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہوتا ہے اس لئے ان آیات کی روشنی میں یہ طے ہے کہ وہی حضرات انبیار شہید ہوئے جو حضرت کلیم اور حضرت مسیح کے مابین تشریف لائے تھے۔

مقدمہ سادسہ :- اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد میں "رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ انبیار البتہ شہید ہوئے۔ نبی اور رسول کے اصطلاحی معنی مراد ہیں جس پر رسول اور نبی کا تقابل قرینہ واضحہ ہے یعنی رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ اور نبی بمعنی ــــــ وہ انسان جس کی طرف وحی کی گئی ہو۔ خواہ صاحبِ شریعتِ جدیدہ ہو۔ خواہ صاحبِ شریعت جدیدہ نہ ہو۔

رسول (بمعنی صاحبِ شریعتِ جدیدہ) کوئی شہید نہیں ہوا

مقدمہ رابعہ سے ثابت ہوا کہ حضرت عیسیٰ وموسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین کوئی رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ مبعوث نہیں ہوا بلکہ جتنے حضرات مبعوث ہوئے وہ شریعت موسویہ کے متبع تھے اور حسب تصریح حضرت شاہ صاحب اس امت کے مجددین کے مثل تھے اور جس سے ظاہر ہوگیا کہ وہ اصطلاحی معنیٰ کے اعتبار سے رسول نہیں تھے۔ نبی تھے۔ مقدمہ خامسہ سے ثابت ہوا کہ جو انبیار کرام شہید کئے گئے۔ وہ انہیں میں سے ہیں جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما الصلوٰۃ والسلام کے مابین مبعوث ہوئے تھے ان دونوں کو ملانے سے آفتاب نیمروز کی طرح روشن ہوگیا کہ کوئی رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ شہید نہیں ہوا۔ جتنے حضرات شہید ہوئے وہ سبھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے پابند تھے اور حسب اصطلاح نبی تھے۔ اور جب رسول کے معنی صاحب شریعت جدیدہ کے اصطلاح شرع میں ہے۔ جیساکہ مقدمہ اولیٰ میں بیضاوی اور خود تھانوی جی کی تصریح گزر چکی ہے تو رسول کے یہ معنی مصطلح مراد لے کر یہ کہنا بالکل درست ہے کہ کوئی رسول شہید نہیں ہوا اور یہی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فرمایا ہے اس لئے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام میں یہاں رسول کے اصطلاحی معنی یعنی صاحبِ شریعت جدیدہ مراد ہونا متعین ہے جیساکہ مقدمۂ سادسہ میں بتایا جاچکا ہے۔

اب واضح ہوگیا کہ یہ کہنا کہ کوئی رسول شہید نہیں ہوا۔ ہر قسم کے اعتراض سے پاک ہے۔

یہ دوسری بات ہے کہ قاری صاحب اور ان کی برادری اپنی بے علمی میں یا جوش انتقام میں نابینائی یا ناواقف عوام میں شورش آفرینی کے شوق

میں کچھ نہ سمجھیں یا سمجھ بوجھ کر ناسمجھ بنتے رہیں۔

آیتِ کریمہ کی توجیہ

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے اس ارشاد کے معارضہ میں قاری صاحب نے جو تین آیات پیش کی ہیں وہ بھی درحقیقت معانی قرآن سے ناواقفی اور تفاسیر سے بے بہرہ ہونے کی دلیل ہے ورنہ علم تفسیر سے ادنیٰ سی ممارست رکھنے والے پر روشن ہے کہ یہ آیات اس ارشاد کے معارض نہیں اس لئے کہ مقدمۂ ثالثہ میں ہم بتا آئے ہیں کہ رسول اور نبی میں باعتبار اصطلاح کے فرق ہوتے ہوئے بھی قرآن کریم ہی کی متعدد آیات میں رسول بہ معنی نبی مراد ہے۔

وہ تینوں آیتیں جنہیں قاری صاحب نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشادات کے معارضہ میں پیش کی ہیں ان میں بھی رسل بمعنی انبیاء ہے چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت کریمہ وَقَفَّیْنَا مِنْ بَعْدِہٖ بِالرُّسُلِ کی تفسیر میں ابن جریر لکھتے ہیں۔

یعنی بالرسل الانبیاء (ص۳۰۴ ج۱)	رسل سے مراد انبیاء ہیں

صاوی میں یہیں ہے

وقولہ بالرسل مرادہٗ مایشمل الانبیاء	رسل کا وہ معنی مراد ہے جو انبیاء کو شامل ہے۔

اس کا ماحصل بھی یہی نکلا کہ انبیاء مراد ہیں۔ اس لئے کہ رسل کا وہ معنی جو انبیاء کو بھی شامل ہے یہی ہے وہ انسان جس کی جانب وحی کی گئی ہو خواہ وہ صاحب شریعت جدیدہ ہو خواہ نہ ہو۔

خازن میں سورۂ آل عمران شریف کی آیت مبارکہ کے تحت ہے۔

یعنی فلم قتلتم الانبیاء الذین اتوا بما طلبتم منہم مثل زکریا و یحیٰ وسائر من قتلتم من الانبیاء	پھر تم نے ان انبیاء کو کیوں شہید کیا جو وہ لائے جسے تم نے طلب کیا جیسے زکریا اور یحیٰ اور تمام انبیاء جن کو تم نے شہید کیا۔ (تفسیر خازن)

آیت کریمہ میں "رسل" کا لفظ تھا۔ صاحب خازن نے اس کی تفسیر انبیاء سے کی۔ یہ دلیل ہے کہ یہاں رسل سے مراد انبیاء ہیں۔

عامۂ تفاسیر حتیٰ کہ جلالین تک میں ان تینوں آیتوں کے تحت تمثیل میں ہے مثل زکریا و یحیٰ۔ اور یہ متفق علیہ امر ہے کہ حضرت زکریا و یحیٰ علیہما السلام صاحب شریعت جدیدہ نبی نہیں اس لئے تمثیل کی صحت برقرار رکھنے کے لئے ضروری ہے کہ ان تینوں آیتوں میں رسل بمعنی انبیاء ہو۔ رسل بہ معنی اصحاب شرائع جدیدہ نہ ہو۔

اب جب کہ ثابت ہوگیا کہ ان تینوں آیتوں میں رسل بمعنی انبیاء ہے تو ان آیات کے معنی یہ ہوئے۔

یہود نے انبیاء کے ایک گروہ کو جھٹلایا اور انبیاء کے ایک گروہ کو شہید کیا۔ یہی بتانے کے لئے کہ ان آیات میں رسول بمعنی نبی ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے آیت کریمہ اَفَکُلَّمَا جَاءَکُمْ رَسُوْلٌ بِمَا لَا تَهْوٰى اَنْفُسُکُمْ کے ترجمے میں "بین القوسین" انبیاء کا اضافہ فرمایا ہے کنز الایمان تقطیع کلاں مطبوعہ مرادآباد ص۱۵ پر ہے۔

"ان" انبیاء" کے ایک گروہ کو تم جھٹلاتے ہو اور ایک گروہ کو شہید کرتے ہو"

اب ناظرین پر کالشمس والامس۔ واضح ہوگیا کہ ان تینوں آیتوں سے بھی صرف انبیاء کی شہادت ثابت، رسولوں کا شہید ہونا ثابت نہیں۔ اس لئے ان آیات کو رسول بمعنی صاحب شریعت جدیدہ کی شہادت پر دلیل لانا۔ اور الملفوظ کی عبارت مذکورہ کو ان آیات کا انکار بتانا اہل دیوبند کی معانی قرآن مصطلحات شرعیہ سے نابلد اور کورے ہونے کی دلیل ہے۔

تحریف قرآن کے الزام کا جواب

سائل نے اپنی عرض میں جو آیت تلاوت کی ہے وہ الملفوظ میں غلط چھپی ہے کتب اللہ کی جگہ ختم اللہ چھپا ہے۔ اس پر قاری صاحب اس نمبر میں تو صرف یہی کہہ کر گزر گئے۔ اعلیٰ حضرت بریلوی نے غلط آیت کو صحیح کئے بغیر جواب دیا۔ چند سطر بعد ہے۔ اعلیٰ حضرت کے جواب سے تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ الفاظ سے بھی ناواقف اور معنی سے بھی جاہل تھے کہ آیت کو صحیح کئے بغیر جواب عنایت فرمایا مگر اس کے بعد والے نمبر میں اسے تحریف لفظی کہا ہے۔ برادری کے دوسرے افراد خصوصًا ان کے مخصوص نوکر مولوی ارشاد جو درحقیقت اِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کے مصداق ہیں بار بار یہ کہہ چکے ہیں کہ یہاں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے قرآن مجید کی تحریف کی۔ بولیا کے مناظرہ میں مفتی محمود کے سامنے کہا۔ ناگپور میں جلسہ عام میں کہا اور جب قاری سہیل احمد صاحب زید مجدہم مدرس دارالعلوم امجدیہ نے اسٹیج پر چڑھ کر گریبان پکڑ کر پوچھنا چاہا کہ بتاؤ کہاں تحریف ہے تو بھاگ گئے اور ابھی بھن گاؤں کے مناظرے میں یہ لکھ کر دے بھی دیا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے قرآن کی تحریف کی۔

اس لئے ضروری ہوا کہ اس الزام کے بارے میں بھی چند مفید باتیں ہدیۂ ناظرین کر دوں۔

(۱) ——— یہاں قابلِ لحاظ یہ امر ضروری ہے کہ کَتَبَ کے بجائے خَتَمَ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے نہیں پڑھا ہے۔ بلکہ سائل نے، تحریف قرآن کا الزام اگر عائد ہو سکتا ہے تو سائل پر نہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر۔

(۲) ——— بلاقصد غلط قرآن پڑھنے پر کسی کو محرف قرآن ٹھہرانا دین و دیانت سے ہاتھ دھونا ہے۔ ایسا بہت ہوتا ہے کہ بھول چوک کر بلاقصد و اختیار قاری سے غلطی ہو جاتی ہے۔ سامع اگرچہ حافظ ہوتا ہے مگر اس غلطی پر بعض اوقات وہ بھی متوجہ نہیں ہوتا۔ نماز پنجگانہ تراویح میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ امام کو تشابہ لگ جاتا ہے مقتدیوں میں حافظ بھی ہوتے ہیں مگر انھیں اس غلطی کا پتہ نہیں چلتا۔ محض اس بنا پر کہ امام کو سہو ہوا تشابہ لگا دنیا کا کوئی خدا ترس مفتی اسے تحریف قرآن ٹھہرا کر امام یا مقتدی کو نہ کافر کہتا ہے نہ فاسق اس لئے کہ حدیث میں فرمایا گیا ہے۔

رفع عن امتی الخطأ والنسیان ——— میری امت سے بھول چوک معاف ہے،

پھر یہاں سائل نے اگر سہوًا بلاقصد "کَتَبَ" کے بجائے خَتَمَ پڑھا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ یا حضرت جامع مدظلہ کا ذہن اس طرف نہ گیا تو اسے تحریف قرآن، قرار دے کر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو نشانہ لعن و طعن بنانا، عداوت و بغض کا خمارہ نہیں تو اور کیا ہے؟

اگر سہوًا قرآن مجید میں غلطی کرنے والے کو محرف قرآن ٹھہرایا جائے تو پھر دنیا میں کوئی مسلمان مشکل سے ملے گا جو محرف قرآن نہ ہو۔ سوچئے۔ قرآن مجید کی تلاوت میں کس سے غلطی نہیں ہوتی کون اس سے مبرا ہے۔ پھر ساری دنیا کو چھوڑ کر صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو وہ بھی صرف اس وجہ سے کہ غلط تلاوت کرنے پر بوجہ عدم التفات تصحیح نہ کرنے پر محرف قرآن کہنا ہٹ دھرمی، خبث باطنی نہیں تو اور کیا ہے؟

(۳) ——— پھر یہ کہ محض اس بنا پر کہ سائل نے کَتَبَ کی جگہ خَتَمَ پڑھا اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور حضرت جامع مدظلہ العالی نے سن کر اسکی تصحیح نہیں کی تو یہ دونوں حضرات محرف قرآن ہو گئے۔ اگر تمہارے نزدیک یہ تحریف قرآن ہے تو بتاؤ؟

دیوبندی مولویوں نے الملفوظ کو برسہا برس بار بار پڑھا غلطی نکالنے کی نیت سے پڑھا۔ ان کے بڑے بڑے مایہ ناز مناظرین نے پڑھا خصوصًا

ان کی ناک کے بال مناظر مولوی منظور سنبھلی نے بھی پڑھا۔ اپنی جہالت اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عداوت کی وجہ سے اس پر اُول فول لغو اعتراضات کرتے رہے۔ اسے اپنی ماہواری تحریروں میں چھاپتے رہے۔ دیوبندی مناظرین و قصاص مناظروں اور تقریروں میں بیان کرتے رہے مگر اب سے چند برس پہلے کسی کو نہیں سوجھا کہ یہاں غلطی ہے۔ کَتَبَ کی جگہ خَتَمَ ہے۔ اگر انھیں پہلے سوجھا ہوتا تو آج کل کی طرح پہلے ہی سے چلاتے پھرتے۔

اب دیوبندی مفتی صاحبان فتویٰ دیں کہ تمہارے جن جن افراد خصوصاً مولویوں نے الملفوظ کا یہ حصہ پڑھا اور انھیں پتہ نہیں چلا کہ کتب کی جگہ ختم ہو گیا ہے وہ سب تمہاری اس منطق کی بنا پر محرف قرآن ہو کر کافر مرتد ہوئے کہ نہیں۔ اگر واقعی حق پرست ہو اصول کے پابند ہو تو ان سب کے بارے میں بھی وہی فتویٰ لگاؤ جو محرف قرآن پر ہے تو پتہ چل جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر یہ اعتراض دیانت ہے یا خباثت ؎

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ماہم برباد کردہ باشی

(۴) ـــــــــ یہ کلام اس تقدیر پر تھا کہ سائل نے خَتَمَ پڑھا۔ حضرت جامع دامت برکاتہم القدسیہ نے ختم ہی قلم بند کیا۔

ایک احتمال قوی یہاں یہ بھی ہے کہ سائل نے کَتَبَ ہی پڑھا تھا حضرت جامع مدظلہ العالی نے کتب ہی سنا اور یہی تحریر فرمایا۔ مگر کاتب نے غفلت یا شرارت کی وجہ سے اسے ختم لکھ دیا اور یہ غلطی بعد کی مطبوعات میں بھی نقل در نقل ہوتی چلی آئی۔

کاتبوں سے اس قسم کی غلطیاں ہمیشہ ہوتی چلی آئی ہیں اور آج کل تو بہت عام ہیں۔ جو مطالعہ کتب کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں خود دیوبندی جہاں جن آج کل کتابوں کا کاروبار کر رہے ہیں ان کو دیکھئے انہوں نے تو غلطیوں کا ریکارڈ مات

کر دیا ہے۔

خود ان کے قطب الاقطاب گنگوہی جی کاتبوں کی غلطیوں کا رونا رو چکے ہیں۔ بہت پرانی بات ہے کہ ایک دیوبندی مفتی نے محفل میلاد کے عدم جواز کے فتویٰ پر ان الفاظ میں تصدیق کی تھی ھذا امسئلۃ جواب صَحِیحہ اس پر مولانا عبد السمیع صاحب رامپوری رحمۃ اللہ علیہ نے انوار ساطعہ میں کڑی گرفت کی تو گنگوہی جی تلملا کر لکھتے ہیں۔

"اور جس حسن علی کے دستخط ہوں خواہ مخواہ اس پر مطاعین لفظی کرنی بھی دور از دیانت ہے کیونکہ مطبع کی غلطی کا احتمال قوی ہے چنانچہ اس فتویٰ میں بہت الفاظ غلط موجود ہیں۔ سو حسن ظن کرنا اور کاتب اور صاحب مطبع کی غلطی پر حمل کرنا مناسب تھا مگر یہ تو جب ہوتا کہ مؤلف کو حسن ظن پر عمل کرنا مدنظر اور اندیشۂ آخرت ہوتا۔ اور چونکہ تخطیۂ معنوی کا تو مؤلف کو سلیقہ و ملکہ نہیں۔ تخطیۂ لفظی سے تسلی کرتا ہے۔

خیر یہ تو سہل ہے لیکن مشکوٰۃ اور قرآن شریف دہلی کے مطبع کے مثلاً مؤلف دیکھ کر جو اس میں غلطی کاتب ملاحظہ کرے گا۔ تو مبادا حق تعالیٰ اور جناب فخر عالم پر مواخذہ نہ کرنے لگے۔

کیونکہ مؤلف کی عادت تو یہی ٹھہری کہ اصل مؤلف کو الزام لگاتا ہے۔ کاتب کی خطا پر تو حمل کرتا ہی نہیں۔" (البراہین القاطعہ ط ۳)

دیوبندیوں کے یہ قبلہ اب موجود تو ہیں نہیں کب کے مر کے مٹی میں مل گئے ورنہ ان کی غیر مادری اولاد کے یہ کرتوت لکھ کر ان سے ضرور پوچھتا۔ کہ ان کے بارے میں کیا ارشاد ہے۔

غالباً موجودہ دیوبندی برادری نے اپنے قبلہ کا یہ مضمون نہیں پڑھا ورنہ اس اطلاع پر معاذ اللہ، اللہ عزوجل کو محرف قرآن کہنے لگیں گے۔

اب لگے ہاتھوں کاتبوں کی بے شمار غلطیوں میں سے ایک مزیدار غلطی

ناظرین دیکھتے چلیں۔ شیخ ٹانڈہ کے مشہور و معروف گالی نامے کو "کتب خانہ اعزازیہ دیوبند" نے شائع کرایا ہے اس کے صفحہ ۹۷ پر ہے۔

"دجال زمانہ حضرت شمس العلماء العالمین و بدر الفضلاء الکاملین (تا) مولانا الحافظ المولوی اشرف علی تھانوی صاحب پر تہمت لگائی"۔

یہ عبارت دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گیا کہ شیخ ٹانڈہ جیسے شمس العلماء بدر الفضلاء لکھ رہے ہیں۔ انھیں کو "دجال زمانہ" کیسے لکھ دیا پھر خیال آیا کہ شمس العلماء بدر الفضلاء اور دجال زمانہ میں منافاۃ نہیں۔ حدیث میں ہے۔

شرار الخلق شرار العلماء   بدترین مخلوق برے علماء ہیں۔

لیکن شیخ ٹانڈہ کو جناب تھانوی صاحب سے جو نیاز مندی ہے اسکے پیش نظر ہمیں یہی حسن ظن ہے کہ یہاں "دجال زمانہ" کاتب کا اضافہ ہے۔ شیخ صاحب اس جرأت سے پاک ہیں۔

اس خیال کی تائید اس سے اور ہوتی ہے کہ "الشہاب الثاقب" تھانوی جی کے لیگ کی حمایت میں فتویٰ دینے سے بہت پہلے کی کتاب ہے ہاں اگر اس کے بعد کی ہوتی تو شاید ہم اس حسن ظن کی گنجائش نہیں پاتے۔

کاتب کبھی غفلت کی وجہ سے غلطی کرتا ہے کبھی دل کی بیماری کی وجہ سے قصداً غلط لکھتا ہے۔۔۔۔ اس کی مثالیں دیکھنا ہو تو "کنز الایمان و خزائن العرفان" مطبوعہ تاج کمپنی لاہور دیکھیں۔

جن میں سے چند مثالیں ۱۱ میں آئیں گی۔

قاری صاحب کو الملفوظ میں کَتَبَ کے بجائے خَتَمَ نظر آگیا۔ اور اپنے اشتہار میں ففریقاً کی جگہ فقریقاً نظر نہ آیا کہ "فا" "قاف" سے بدل گیا ہے۔ دیوبندی مفتی بولیں یہ تحریف قرآن ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو کیوں! اور جب یہ تحریف قرآن نہیں تو کَتَبَ کی جگہ خَتَمَ تحریف قرآن کیوں ہے؟ وجہ فرق بتاؤ۔

اس الزام کے سب سے بڑے پروپیگنڈسٹ قاری صاحب کے نفس ناطقہ

مبلغ دار العلوم دیوبند ارشاد صاحب ناگپور ہیں اسی عبارت پر اعتراض کی تحریر لکھ آئے ہیں جس میں لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِیْ کو لَاَغْلِبَنَّ عَلٰی رُسُلِیْ لکھا ہے دیوبندی مفتی بولیں یہ تحریف قرآن ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو فوراً قاری صاحب کے نفس ناطقہ سے توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح کرائیں اور توبہ کا اعلان کرائیں اور اگر نہیں تو کیوں اور جب یہ تحریف قرآن نہیں تو کَتَبَ کی جگہ خَتَمَ الملفوظ میں کیوں تحریف قرآن ہے۔ فَمَا جَوَابُکُمْ فَھُوَ جَوَابُنَا۔

قاری صاحب اور ان کی پوری برادری؟ یہ ہے اللہ عزوجل کے ایک برگزیدہ بندے پر کیچڑ اچھالنے کی سزا۔ من عادی لی ولیا فقد اذنتہ بالحرب۔

جو اس پر اعتراض کرنے اٹھتا ہے اس سے سنگین تر الزام میں پکڑا جاتا ہے۔

مولوی محمود الحسن کی تحریف قرآن!

دیوبندیو! الملفوظ کی اس عبارت پر اتنی اچھل کود کر رہے ہو۔ مگر اپنی پوری برادری کے شیخ الہند علی الاطلاق مولوی محمود الحسن صاحب قبلۂ شیخ ٹانڈہ کے استاذ قاری صاحب کے استاذ اور پیر کی ایضاح الادلہ میں اس جرأت پر سونٹھ کی ناس کیوں لے رکھی ہے کہ انھوں نے آیت کریمہ میں اپنی طرف سے ایک لفظ بڑھا دیا۔ ایسا غلط جس پر نحومیر پڑھنے والا بھی تف کئے بغیر نہیں رہے گا۔ دیکھو۔ لکھتے ہیں۔

"یہی وجہ ہے کہ ارشاد ہوا"

فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولُوا الْاَمْرِ مِنْکُمْ اور ظاہر ہے کہ اُولُوا الْاَمْرِ سے مراد اس آیت میں سوائے انبیاء کرام علیہم السلام اور کوئی ہیں" (صفحہ ۹۳ مطبوعہ رحیمیہ دیوبند۔)

قرآن کریم کے تیسوں پارے دیکھ جائیے۔ آپ کو یہ آیت ضرور ملے گی۔
فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِر

مگر شیخ الہند کی مفروضہ آیت فَرُدُّوْہُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ وَاِلٰی اُولُوالْاَمْرِ مِنْکُمْ کہیں نہیں ملے گی۔ لفظ اِلٰی اُولُوالْاَمْرِ مِنْکُمْ یہاں شیخ صاحب کا اضافہ ہے۔ وہ بھی اتنی قابلیت سے کہ الی کے مدخول اولو کو واؤ کے ساتھ۔

تف ہے دیوبندیو! تم پر کہ ایسے جاہل ذاہل کو اپنا شیخ بنا رکھا ہے جسے یہ بھی معلوم نہیں کہ اولو کا اعراب کیا ہے۔

خیر یہ تو کاتب کے سر جائے گا۔ مگر اب آنجہانی شیخ صاحب کے جتنے این جہانی اذناب واتباع ہیں سب یا تو قرآن میں یہ آیت دکھائیں یا وہی سب وشتم جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر شہر شہر، نگر نگر، ڈگر ڈگر، کرتے پھرتے ہو اپنے متبوع، مذنوب شیخ جی پر کرو تو جانیں۔ کہ بڑے قرآن کے محافظ، اور ٹھیکیدار ہو۔

یہاں ایسا بھی نہیں کہ کسی سائل نے حضرت شیخ کی خدمت میں عرض کیا ہو اور عدم توجہ کی بنا پر ذہن اس طرف نہ گیا ہو۔ ایسا بھی نہیں کہ حضرت شیخ نے کسی سوال کے جواب میں زبانی ارشاد فرمایا ہو۔ اور ناقل نے جو سنا وہ یا اونچا سننے کی بنا پر غلط لکھ لیا۔

ایسا بھی نہیں کہ کاتب کی غفلت یا شرارت کا نتیجہ کہا جا سکے یہاں متعین ہے کہ حضرت شیخ صاحب نے بالقصد والارادہ بہ نفس نفیس اپنے قلم فیض رقم سے اسے مستزاد فرمایا ہے اس لئے کہ یہی مستزاد مدار استدلال ہے۔

اور اگر یہ مستزاد نہ ہو تو حضرت شیخ کی ساری تحقیق ملیا میٹ ہو جائے۔

اب آں جہانی شیخ صاحب کے این جہانی اتباع واذناب بولیں۔ آپ لوگوں کے شیخ جی نے یہ جو بالقصد والارادہ قرآن کریم میں اضافہ کیا ہے یعنی والی اولو الامر منکم کا، یہ تحریف قرآن ہے کہ نہیں؟ نہیں تو کیوں؟ ہے تو آپ لوگوں کے یہ شیخ صاحب تحریف قرآن کر کے کافر مرتد ہوئے کہ نہیں؟

اور تمام دیوبندی انہیں اپنا امام پیشوا مان کر کافر مرتد ہوئے کہ نہیں؟

آنجہانی شیخ صاحب کی اس تحریف قرآن پر برسہا برس غیر مقلدین نے متنبہ کیا۔ اور دیوبند ہی کے ماہنامہ رسالہ "تجلی" نے بڑے شد و مد کے ساتھ اس پر ریمارک لکھا۔ مگر اب تک ایضاح الادلہ میں تصحیح نہ ہو سکی۔ وہی محرف آیت اب بھی چھپ رہی ہے۔

بولو اس تحریف پر مطلع ہونے کے بعد دیوبندیوں نے نہ تصحیح کی اور نہ اشاعت بند کی۔ ایضاح الادلہ کے یہ ناشرین طابعین تحریف قرآن پر راضی ہو کر بلکہ اس کی اشاعت میں ممد و معاون ہو کر کافر مرتد ہوئے کہ نہیں۔

ایک اور دیوبندی بزرگ کی تحریف قرآن

تذکیر الاخوان کے ص۶ پر سورہ روم کی یہ آیت کریمہ وَلَا تَکُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ مِنَ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَکَانُوْا شِیَعًا کی نقل میں دو تحریفیں کی ہیں۔

(۱) ایک من المشرکین کو غائب کر دیا ہے۔

(۲) دوسرے مِنَ الَّذِیْنَ کو کالذین لکھا ہے۔ "من" کو کاف سے بدل دیا ہے۔ یہاں بھی یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ کاتب کی غلطی ہے یہاں بھی متعین ہے کہ یہ مصنف کی غلطی ہے۔

اس پر ترجمہ شاہد ہے۔

دیوبندی مفتی بولیں اپنے ان قبلہ کے لئے کیا ارشاد ہے یہ تحریف قرآن کر کے کافر مرتد ہوئے کہ نہیں ؎

قاضی ومحتسب ورند ہمہ مستاں اند
قصہ ماست کہ در کوچہ وبازار بماند

قول فیصل

قرآن کریم کی قرأت یا کتابت میں بلاقصد وارادہ لغزش یا غلط قرأت یا تلاوت کی عدم توجہ کی بنا پر تصحیح نہ کرنی، تحریف قرآن تو کیا معمولی گناہ بھی نہیں جس پر تمام امت کا اتفاق ہے اور اس قسم کی لغزش بہت سے اکابر کی کتابوں میں آج تک موجود ہے۔

(۱) ـــــ حضرت علامہ سعد الدین تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے تبحر علمی سے کون انکار کر سکتا ہے مگران کی مشہور ومعروف کتاب مختصر المعانی نیز مطول میں آیت کریمہ "ورفع بعضھم درجٰت" یوں تحریر ہے ورفع بعضھم فوق بعض درجٰت۔ مختصر مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ ص۸۷ مطول مطبوعہ مجتبائی ص۸۲ اور حد یہ ہے کہ مختصر مطول کے تمام محشین حتیٰ کہ دسوقی تک خاموش۔ کیا کسی میں یہ جرأت ہے کہ وہ کہہ دے حضرت علامہ سعد الدین اور مختصر ومطول کے محشین نے تحریف قرآن کی۔

(۲) ـــــ حضرت ملا عبد الرحمٰن جامی قدس سرہٗ السامی کی جلالت علم سے کون انکار کر سکتا ہے مگران سے بھی آیت کریمہ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَھُمْ کُفَّارٌ فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْ اَحَدِ ھِمْ مِلْءُ الْاَرْضِ ذَھَبًا کی نقل میں یہ تسامح ہوگیا ہے کہ:

"من احد ھم ملءُ الارض ذھبا کی جگہ تو بتہم ہوگیا مگر آج تک کسی نے ان حضرات کو نہ محرف قرآن کہا اور نہ اس لغزش پر لعن طعن کیا۔ یہ دیوبندیوں ہی کی اختراع ہے کہ بلاقصد وارادہ قرآن مجید کی تلاوت وکتابت میں غلطی ہوجانے پر نہ صرف قرأت وکتابت ہی میں غلطی ہوجانے پر یا غلط تلاوت سن کر یا غلط لکھی ہوئی آیت کی بوجہ عدم توجہ تصحیح نہ کرنے پر تحریف قرآن کا مجرم گردانتے ہیں۔

مگر اب دیکھنا ہے کہ اپنے حکیم الاسلام قاری طیب صاحب اور اپنے شیخ محمود الحسن صاحب اور اپنے تیسرے قبلہ مولوی سلطان حسن صاحب اور قاری صاحب کے نفس ناطقہ ارشاد مبلغ دیوبند کا دامن داغدار دیکھ کر دیوبندی دار الافتاء کیا فتویٰ دیتا ہے۔

ناخن نہ دے خدا تجھے اے پنجہ جنوں
دے گا تمام عقل کے بخیئے ادھیڑ تو

تلبیس نمبر ۸

اس نمبر میں قاری صاحب نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ چونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے خود اس کا اقرار کیا ہے کہ۔

"قرآن کریم میں کسی بات کا اثبات کیا گیا ہو اس کی نفی کر دی جائے اور کسی چیز کی نفی ہو۔ اس کا اثبات، تو وہ کافر ہے"

اور چونکہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے رسولوں کی شہادت کا انکار کیا ہے جو قرآن کا انکار ہے۔ اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بقول خود کافر ہوگئے۔

اس پر قاری صاحب نے بڑے غرور کے ساتھ یہ شعر پڑھا ہے۔

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

مگر قاری صاحب کو کیا معلوم تھا کہ ان کے غرور کی بنیاد ہی کج ہے۔

ابھی ابھی میں دلائل قاہرہ سے ثابت کر آیا کہ ان آیات میں رسولوں کی شہادت کا ذکر نہیں۔ البتہ انبیاء کرام کی شہادت مذکور ہے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ انبیاء کرام کی شہادت کے قائل ہیں۔ اس لئے یہ کہنا کہ رسول کوئی شہید نہ ہوا۔ ان آیات کا انکار نہیں۔ اور آیات کا انکار نہیں تو کفر بھی نہیں۔ اب قاری صاحب کو اپنے فریب نفس میں مبتلا ہوکر غزور کرنے کی سزا

میں ماتم کرنا چاہیئے اور اس کی تان پر یہ شعر پڑھتے رہنا چاہیئے۔

ہر چند ہو مشاہدۂ حق کی بات چیت
بنتی نہیں ہے خلق کو دھوکا دیئے بغیر

تلبیس نمبر ۹

اس تلبیس کی تشریح میں لکھتے ہیں۔

"رضا خوانی جماعت کے سب سے بڑے یعنی اعلیٰ حضرت بریلوی ہی توہین صدیقہ کے مرتکب ہیں ان کے رشحات فکر کا نتیجہ ہے۔ کتاب کا تاریخی نام "حدائق بخشش" ہے اس کے صفحہ ۳۷ پر حضرت عائشہ کی شان میں جو گستاخانہ الفاظ درج کئے گئے ہیں ان کا لکھنا تو درکنار پڑھنا بھی دشوار معلوم ہوتا ہے۔"

اس کے بعد وہ تین اشعار نقل کئے ہیں جو گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں ہیں جن کا تذکرہ اس حدیث صحیح میں ہے۔ جو خود ام المومنین حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے اور عامہ کتب حدیث حتی کہ صحیحین میں مذکور ہے یہ اشعار حقیقت میں حدیث میں وارد لفظ ملار کسارہا کا قریب قریب ترجمہ ہے۔

ان اشعار کی بنا پر مہتمم دیوبند کا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو نشانہ سب و شتم بنانا اسی فطرت کا نتیجہ ہے جو دیوبندی عوام و خواص کی ہے۔

اگرچہ ان اشعار سے متعلق بار بار تحریری و تقریری مکمل صفائی دی جا چکی ہے مگر بد باطنی کا برا ہو کہ دیوبندی اب تک خاموش نہیں ہوئے۔ ان توجیہات کا خلاصہ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں تاکہ انصاف پسند حضرات کو اطمینان ہو جائے۔ تفصیل کے لئے فیصلہ مقدمہ شرعیہ اور دار الافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ کا مطالعہ کریں۔

یہ تینوں اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نہیں

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ازواج مطہرات وصحابہ کرام و علماء ملت و اولیاء امت کے ساتھ جو عشق ہے اور ان حضرات کی جو عظمت و عقیدت اور ادب اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے دل میں ہے اس سے اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ورع و احتیاط سے جو لوگ واقف ہیں وہ اس پر متفق ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نہیں۔

حبر امت امام ملت فقیہ النفس سیدی وسندی حضرت مولانا الحاج شاہ مصطفیٰ رضا خاں صاحب مفتی اعظم ہند شاہزادہ اعلیٰ حضرت مدظلہٗ سے زیادہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام کو جاننے والا، پہچاننے والا، پرکھنے والا دوسرا کون ہو سکتا ہے۔ وہ تحریر فرماتے ہیں۔

"میں نے برابر کہا کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت کے نہیں کہے جا سکتے منقبت حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا میں تو بالقطع والیقین یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے شعر نہیں تشبیب میں بھی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو جس نے دیکھا ہے وہ ان اشعار کو اعلیٰ حضرت کے اشعار خیال بھی نہیں کر سکتا یہ تینوں شعر کسی اور کے اس مجموعہ میں درج ہو گئے ہوں گے۔" (فیصلہ قرآنیہ ص۱۳)

حضرت العلام مولانا الحاج حافظ قاری مفتی مظہر اللہ خطیب مسجد فتحپوری مفتی اعظم دہلی فرماتے ہیں۔

"بلکہ مجھ کو مصنف رحمۃ اللہ تعالیٰ کے یہ اشعار ہی نہیں معلوم ہوتے خدا جانے اس میں کس کی اور کیا سازش ہے۔ میرے ساتھ بھی کئی مرتبہ ایسی چالیں چلی گئی ہیں۔" (ایضاً ص۹)

یہی رائے حضرت موصوف کے صاحبزادگان مولانا مفتی مشرف احمد اور

مولانا مفتی محمد احمد صاحبان کی بھی ہے ـــــ اور مولانا مفتی زاہد القادری صاحب سابق مفتی آستانہ بھی اس سے متفق ہیں تفصیل کے لئے۔ دیکھئے دارالافتاء دہلی کا قرآنی فیصلہ۔

حد تو یہ ہے کہ جب بمبئی میں یہ فتنہ اٹھا تو فتنہ پروروں کا ایک وفد مسٹر ابوالکلام آزاد کے پاس گیا۔ اور یہ قصہ پیش کیا۔ انھوں نے برجستہ کہا۔

"مولانا احمد رضا خان ایک سچے عاشق رسول گزرے ہیں
میں تو یہ سوچ بھی نہیں سکتا کہ ان سے توہین نبوت ہو"

حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم العالیہ کے لئے تو یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے والد ماجد قدس سرہ کی حمایت میں انکار کر رہے ہیں۔ لیکن حضرت مولانا مفتی محمد مظہر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے صاحبزادگان و مولانا مفتی زاہد القادری کے بارے میں تو اس بدگمانی کا کوئی موقع ہی نہیں یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے نہ مرید ہیں نہ تلمیذ، ان کی اس بارے میں رائے ہر قسم کے دباؤ اور حمایت بیجا سے بری ہے۔ اور مسٹر ابوالکلام آزاد تو ایک طرح اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے کدورت بھی رکھتے تھے مگر اس مسئلہ میں ان کے منہ سے بھی کلمۂ حق ہی نکلنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قلم ان اشعار کے تلوث سے پاک ہے۔

ناظرین اپنی مزید تشفی کے لئے مندرجہ ذیل باتوں پر غور کریں۔

(۱) ـــــ حدائق بخشش کے دو حصے ۱۳۲۵ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی حیات مبارکہ میں چھپے اور یہ تیسرا حصہ ۲۷ سال بعد ۱۳۴۲ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے وصال کے دو سال بعد مرتب ہوا۔ اور غالباً ۱۳۶۶ھ میں پہلی بار طبع ہوا۔

(۲) ـــــ مرتب رحمۃ اللہ علیہ کو اس تیسرے حصے میں مندرج کلام کیسے ملا۔ اس کے بارے میں وہ خود فرماتے ہیں۔

"مجھے حضور اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کچھ کلام جواب تک چھپا نہیں ہے بڑی کوشش اور جانفشانی سے بریلی شریف و سرکار مارہرہ مطہرہ، پیلی بھیت و رام پور وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات سے دستیاب ہوا جو آج برادران اہل سنت کی خدمت میں حدائق بخشش حصہ سوم کی شکل و صورت میں پیش کر رہا ہوں"

(۳) ـــــ مرتب نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ ان مختلف مقامات سے انھیں یہ کلام کن افراد کے ذریعہ اور کس کیفیت اور کس حال میں ملا۔

(۴) ـــــ ۱۳۴۲ھ میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے دونوں شہزادے حضرت حجۃ الاسلام اور مفتی اعظم ہند اور اجلہ خلفاء و تلامذہ مثلاً حضرت صدر الشریعہ و حضرت عید الاسلام و حضرت صدر الافاضل و حضرت ملک العلماء و حضرت برہان ملت و حضرت مولانا حسنین رضا خان صاحب سبھی بقید حیات تھے ان میں سے کسی کو اس کی کانوں کان خبر نہ ہوئی۔ انھیں دکھایا جانا یا ان سے استصواب کرنا تو علیٰحدہ بات ہے۔

چنانچہ حضرت مفتی اعظم ہند دامت برکاتہم القدسیہ بڑی حسرت سے اس فروگذاشت کا تذکرہ فرماتے ہیں۔

"برسہا برس کے بعد، اب جب مولانا مولوی محبوب علی صاحب نے اسے پنجاب میں چھپوایا تو خبر ملی کہ یونہی بے ترتیب چھاپ دیا اور یہ بھی کہا گیا کہ بعض کلام اعلیٰ حضرت کا معلوم نہیں ہوتا۔ مولانا یا وہ شخص جس نے اس مجموعے میں وہ قصیدہ درج کیا اس کلام کو بھی اعلیٰ حضرت کا سمجھا اس لئے مجھے ناگوار بھی ہوا کہ یونہی اور ہم لوگوں میں سے کسی کو بے دکھائے چھاپ دیا۔ بارہا لوگوں کے سامنے میں نے اس پر اظہار ناراضگی کیا۔ (فیصلہ مقدسہ شرعیہ قرآنیہ ص۱۳)

(۵) ـــــ اب ہر ذی عقل منصف کے لئے لمحۂ فکریہ ہے کہ وہ کلام

جو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے محفوظ کتب خانہ سے نہیں اعلیٰ حضرت
قدس سرہٗ کے معتمدین کے ذریعہ نہیں بلکہ نامعلوم مجہول افراد کے ذریعہ
مرتب تک پہنچا اس کے بارے میں تغیر و تبدل الحاق و ازدیاد سے
مامون ہونے کی کیا گارنٹی ہے جیسا کہ ابھی حضرت مفتی اعظم ہند دامت
برکاتہم القدسیہ کا ارشاد گزرا کہ ۔

" بعض کلام اعلیٰ حضرت کا نہیں معلوم ہوتا "

خصوصاً ایسی صورت میں جب کہ مخالفین رام پور ہی کے ایک دسیسہ کار
کے ذریعہ فتاویٰ رضویہ کے قلمی بیاض میں اضافہ کرا چکے ہیں جس کی تفصیل ۱۱ء
میں آتی ہے اس لئے جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ
کے نہیں وہ اپنے اس قول میں حق بجانب ہیں اور جب ہی متیقن نہیں کہ یہ
اشعار اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ہیں تو ان اشعار کی بنا پر اعلیٰ حضرت قدس
سرہٗ کو نشانہ سب و شتم بنانا دیانت نہیں خباثت ہے ۔ علما نے تو یہاں تک
تصریح کی ہے کہ کسی مسلمان کی جانب بلا ثبوت کسی کبیرہ کی نسبت جائز نہیں ۔
چہ جائیکہ ایسے سنگین ارتکاب کی ۔

اب یہاں ایک سوال یہ باقی رہتا ہے کہ جب یہ متیقن نہیں کہ یہ اشعار
اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ ہی کے ہیں ۔ تو پھر اسے حضرت غازی ملت رحمۃ اللہ
تعالیٰ علیہ نے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے مجموعہ کلام میں داخل کیوں فرمایا ۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اکابر محدثین سے یہ فروگذاشت ہوگئی ہے
کہ وضع پر مطلع نہ ہونے کی بنا پر رواۃ پر اعتماد کرکے ۔ انھوں نے اپنی تصنیفات
میں موضوع احادیث درج فرمادی ہیں کیا وضع کا علم نہ ہونے کی بنا پر ان کا
موضوع احادیث کا اپنی تصنیفات میں درج کرنا ان کے فسق و کفر کا موجب ہے ؟
اگر نہیں اور ہرگز نہیں ۔ تو حضرت غازی ملت کا بھی ان اشعار کو اعلیٰ حضرت
قدس سرہٗ کے مجموعہ کلام میں درج کرنا ان لوگوں پر اعتماد کرکے جن کے ذریعہ

یہ ان کو ملے ۔ کسی سب و شتم کا موجب نہیں ۔

یہ اشعار حضرت ام المومنین کے بارے میں نہیں

قاری طیب اور ان کی برادری کا یہ الزام کہ یہ اشعار حضرت ام المومنین
کے بارے میں ہیں ۔ سراسر فریب و دجل ہے ۔

قطع نظر اس کے کہ یہ غلط ترتیب سے چھپے ہیں جس ترتیب سے چھپے ہیں وہی
اس پر نص قاطع ہے کہ یہ ام المومنین کے بارے میں نہیں ہیں ۔

ان تینوں اشعار کے اوپر جلی قلم سے لکھا ہوا ہے " علیحدہ " یہ اسی لئے لکھا
گیا تھا کہ ہر آنکھ والا اسے دیکھ کر یہ سمجھ لے کہ اس کے بعد والے اشعار کا تعلق
اوپر والے اشعار سے بالکل نہیں ۔ اوپر والے اشعار حضرت ام المومنین کے مدح
میں ہیں اور یہ اس سے علیحدہ تو ثابت ہوگیا کہ یہ اشعار ام المومنین کی مدح میں
نہیں ۔ مگر نابینائی خواہ ظاہری خواہ باطنی انسان کو ٹھوکر لگا ہی دیتی ہے ۔

حضرت غازی ملت کا توضیحی بیان اور توبہ

ان اشعار کے بارے میں حضرت مرتب غازی ملت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ
اپنا بارہا توضیحی بیان اور اپنی غفلت پر توبہ کا اعلان کر چکے ہیں جو اخبار
انقلاب بابت ۱۱ / اگست ۵۵ء اخبار الوارث بابت ۱ / جولائی ۵۵ء
اور رسالہ ماہنامہ سنی لکھنؤ بابت ۲۴ / جولائی ۵۵ء اور پوسٹر میں بار بار
شائع ہو چکا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اس قصیدہ کے سات اشعار ان
گیارہ مشرکہ عورتوں کے بارے میں ہیں ۔ جن کا تذکرہ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی
شریف وغیرہ کتب احادیث میں موجود ہے یہ تین اشعار بھی انھیں سات
اشعار میں سے تھے ۔ یہ اشعار درحقیقت حدیث میں وارد کلمہ ملار کسارھا کا
قریب قریب ترجمہ ہیں ۔ یہ سات اشعار ابتداء کے تھے مگر ناقل کاتب

کی غلطی سے یہ تین اشعار وسط میں اور کچھ اشعار اخیر میں آگئے اور فساد پرست عناصر کو یہ شور مچانے کا موقع مل گیا کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان اقدس میں ایسے اشعار لکھ دیئے گئے۔

چونکہ حدائق بخشش حصہ سوم کی پوری ذمہ داری مرتب رحمۃ اللہ علیہ کے سر ہے۔ مرتب کو لازم تھا کہ وہ کاپی کی پوری تصحیح کرتے مگر وہ دیگر اپنی مصروفیات کی وجہ سے نقل و کتابت کے بعد تصحیح نہ کر سکے۔ اس لئے انھوں نے اپنی اس غفلت و فروگذاشت پر توبہ کی اور اس کا اعلان بھی فرما دیا۔ اس توضیح اور توبہ کے بعد مرتب پر بھی کوئی الزام باقی نہ رہا۔

حدیث میں وارد ہے۔

رفع عن امتی الخطاء والنسیان — میری امت سے بھول چوک معاف ہے

قرآن کریم میں فرمایا گیا۔

اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ التَّوَّابِیْنَ — اللہ عزوجل توبہ کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے

اب ان اشعار کو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا قرار دے کر اور اسے حضرت ام المومنین کی شان میں مان کر، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کو حضرت عائشہ صدیقہ کی توہین کا مرتکب قرار دینا دیوبندیوں کی شرپسندی اشاعت فاحشہ کی ذلیل ترین اور شرمناک ترین حرکت ہے۔ آج وہ جو چاہیں کریں۔ مگر کل کے لئے سن لیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ — وہ لوگ جو چاہتے ہیں کہ مسلمانوں میں بے حیائی کا چرچا ہو۔ ان کے لئے دنیا و آخرت میں دردناک عذاب ہے۔

ایک اور الجھن کا ازالہ

بعض ذہنوں میں یہ بات ضرور کھٹکے گی کہ مشرکہ عورتوں ہی کے بارے

میں یہ تین اشعار حضرت غازی ملت نے شائع کیوں کیا اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے نہ سہی کسی کے تھے ان کی اشاعت کسی طرح مناسب نہیں۔ ایسے اذہان کی کھٹک دور کرنے کیلئے یوسف زلیخا کے چند اشعار ہدیہ ناظرین ہیں جو حضرت زلیخا کے بارے میں ہیں۔

دو پستان ہر یکے چوں قبہ نور — حباب خواستہ از عین کافور
دو نار تازہ بر رستہ زیک شاخ — کف امید شان ناکردہ گستاخ
سر نیش کوہ اما سیم سادہ — چو کوہے کز کمر زیر اوفتادہ

اور حضرت امیر خسرو کی ہشت بہشت کے دو شعر سن لیں۔

بر چو نارنج نو بشاخ درخت — سخت رستہ ز صحبت دل سخت
رگ صافی بروں ز لطف بدن — ہمچو رشتہ درون در عدن

ان سے قطع نظر قرآن کریم کی ان آیات کا ترجمہ دیکھ لیں سارا خلجان دور ہو جائے گا۔

حُوْرٌ عِیْنٌ کَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَکْنُوْنِ۔ کَوَاعِبَ اَتْرَابًا۔ اِنَّا اَنْشَاْنٰھُنَّ اِنْشَاءً فَجَعَلْنٰھُنَّ اَبْکَارًا عُرُبًا اَتْرَابًا

تھانوی صاحب کی ام المومنین کی شان میں گستاخی

قاری صاحب یہ اشعار تو ام المومنین سے متعلق نہیں مگر ام المومنین کی اہانت کے شوق کی تسکین کے لئے ام المومنین کی شان میں فرض کر کے آپ اور آپ کے نوکر دن رات ڈھنڈھورا پیٹ رہے ہیں مگر آپ اپنے مرشد ثانی تھانوی صاحب کی اس جرأت کا کیا عذر تلاش کریں گے کہ وہ اپنے ماہواری الامداد، بابت صفر ۱۳۳۵ھ میں لکھتے ہیں۔

"ایک ذاکر صالح کو مشکوف ہوا کہ احقر (تھانوی) کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انھوں نے مجھ سے کہا مرا ذہن

معًا اسی نئی کمسن جورو) کی طرف منتقل ہوا۔ اس مناسبت سے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کیا تھا حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا۔ اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں وہی قصہ یہاں ہے۔"

انتہائی گیا گذرا انسان حتیٰ کہ بھنگی چمار بھی اپنے گھر ماں کے آنے کی خبر سن کر یہ خیال نہ کرے گا کہ کوئی نئی نویلی کم سن جورو ہاتھ آئے گی وہ بھی کون ماں، وہ ماں جن کی خاکِ پا پر کروڑوں مائیں قربان۔ وہ ماں جن کے حریم میں جبرئیل امین بے اذن نہ آئیں۔ وہ ماں جن کے دامن عفت پر دھول اڑانے والوں کے لئے وحی ربانی تازیانے لے کے آئے۔ وہ ماں جن کے تقدس و تطہیر کا شاہد رب العلمین ہے۔

مگر تھانوی جی کی ہوسناکی کا گلہ کس سے کیا جائے کہ جس طرح ساون کے اندھے کو ہر جگہ ہریالی نظر آتی ہے انھیں بڑھاپے میں ہر جگہ نئی نویلی دلہن کمسن جورو ہی دکھائی دیتی ہے اور کیوں نہ دکھائی دے۔ ع

پھڑکتا ہے چراغ سحر جب خاموش ہوتا ہے

مگر قاری صاحب آپ کیوں خاموش ہیں۔ بولئے اپنے مرشد ثانی کے بارے میں کیا ارشاد ہے؟

کیوں نہیں بولتے صبح کے طیور
کیا شفق نے کھلا دیئے سیندور

دیوبندیوں کے امام کاکوروی صاحب کی شیر خدا کی شان میں گستاخی

ایڈیٹر النجم امام الخوارج جناب کاکوروی صاحب امیر المومنین حضرت شیر خدا کے بارے میں لکھتے ہیں۔

"جناب امیر کی مجلس میں علانیہ فسق ہوتا تھا۔ اور آپ اس کو مطلقاً روا رکھتے تھے، روکنا اور منع کرنا تو در کنار آپ اس کو بیان کرنا فخر خیال فرماتے تھے ساتھ ساتھ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ جناب امیر ان باتوں کو بہت ذوق شوق سے دیکھتے تھے۔ ورنہ یہ کیوں کر فرماتے کہ وہ عورتیں بلند چھاتیوں والی ہیں یا پست سینوں والی۔ اسی جملہ کا کسی شاعر نے شعروں میں کیا خوب ترجمہ کیا ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

سر مجلس نقابیں کھولدیں پردہ نشینوں نے — حیا و شرم کا پردہ اٹھایا شرم گینوں نے
ملائے ہاتھ ابھری چھاتیوں والی حسینوں نے — کیا عہد اطاعت نو رسیدہ نازنینوں نے

جو شرماتے تھے گھر میں مجلسوں میں بے نقاب آئے
جو گھونٹ رات میں کرتے تھے دن میں بے نقاب آئے

افسوس جناب امیر نے خلافت کی طمع میں ان ناگوار اور خلاف شرع باتوں کا کچھ بھی خیال نہ آیا اور علانیہ ظلم فسق ہوتے دیکھ کر فخر یہ اپنے کلام معجز نظام میں درج فرمایا۔ جس خلافت کی ابتدا ان امور منہیہ سے ہو اس کے عواقب کا حال ظاہر ہے۔"

(النجم خلافت نمبر بابت ۲۱ اپریل ۱۹۳۴ء صفحہ ۲۱)

العیاذ باللہ الغیاث باللہ یہ بیہودگی یہ گندہ الزام کس عظیم المرتبت ذات گرامی کے شان میں جن کے بارے میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اما ترضی ان تکون بمنزلۃ ھارون من موسیٰ۔ جن کے لئے ارشاد ہوا۔ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔ امام الاولیاء رب العلمین یعسوب المسلمین امیر المومنین خلیفۃ رحمۃ للعلمین اسد اللہ صھر رسول اللہ۔ کی شان میں اور اس پر دعوئ سنیت نہ صرف سنیت بلکہ سنیوں کی امامت کا۔ اگر یہی سنیت ہے تو خارجیت کس کا نام ہے یہ کون بتائے۔

میں کیا بتاؤں رات مجھے کس کے گھر ملے — وہ شیفتہ کہ دھوم تھی حضرت کے زہد کی

قاری صاحب آپ کو اس کی کاہے کو خبر ہوگی اور اگر خبر ہوگی تو اس سے کیا۔ حضرت شیر خدا کی توہین تو آپ کے دل کا چین آنکھوں کا نور ہے اور کیوں نہ ہو۔ آپ کے مذہب کی بنیاد ہی محبوب بارگار کی اہانت پر ہے۔ آخر آپ کے امام نے آپ لوگوں کے عین ایمان تقویۃ الایمان میں لکھ ہی دیا ہے۔

"ہر مخلوق خواہ چھوٹی ہو، خواہ بڑی اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۳)

تمام اولیاء انبیاء اس کے آگے ذرہ ناچیز سے بھی کمتر ہیں

اللہ ہی کو مان اوروں کو مت مان اوروں کو ماننا خبط ہے۔

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔"

پھر آپ سے اس کی کیا شکایت کہ حضرت شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں وہ سب لکھ دیا مگر ایسے گندے گھنونے عقیدے رکھتے ہوئے آپ کو حق کیا ہے کہ دوسروں پر اعتراض کریں وہ بھی محض فرضی وجعلی بنیاد پر۔

تلبیس نمبر ۱۰

بادِ شمالی کی نافرمانی

زرقانی علی المواہب، سیرت حلبیہ، مدارج النبوۃ وغیرہ میں غزوہ احزاب کے اختتام کا یہ واقعہ مذکور ہے بہ نظر اختصار صرف مدارج کی عبارت پیش ہے۔

ابن مردویہ در تفسیر خویش از ابن عباس رضی اللہ عنہما نکتہ غریب آوردہ ولیلۃ الاحزاب باد صبا، با، باد شمال گہ گفت در بیا تا بروییم و رسول خدا را یاری دہیم

ابن مردویہ اپنی تفسیر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک عجیب نکتہ نقل کرتے ہیں کہ لیلۃ الاحزاب میں بادِ صبا نے بادِ شمال سے کہا چلو رسول خدا کی مدد

بادِ شمال در جواب گفت ان الحرۃ لا تسیر باللیل زن اصیل آزاد سیر نمی کند در شب، حق تعالیٰ بر شمالی غضب کرد، وو ے را عقیم گردانید۔

کریں۔ شمال ہوا نے جواب دیا شریف آزاد عورت رات میں نہیں نکلتی۔ حق تعالیٰ نے شمالی ہوا پر غضب فرمایا اور اسے بانجھ کر دیا۔

(جلد دوم ص۲۳۷)

سورۂ احزاب میں مذکور ہے۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّجُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

ہم نے کافروں پر ہوا اور ایسا لشکر بھیجا جو تمہیں نظر نہ آیا۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے کہ ہم نے کافروں پر ہوا بھیجی۔ اور حدیث میں ہے کہ پروائی نے شمالی سے کہا۔ چلو رسولِ خدا کی مدد کریں ان دونوں میں تطبیق کی یہی صورت ہے کہ حکم ربانی شمالی کو بھی ہوا مگر بذریعہ باد صبا، یعنی اللہ عزوجل نے بادِ صبا کو حکم دیا کہ تم اور شمالی دونوں جاؤ اور میرے حبیب کی مدد کرو۔ شمالی نے سرتابی کی۔ موردِ غضب ہو کر سزایاب ہوئی۔

اگر یہ فرض کیا جائے کہ بادِ شمالی کو حکم ربانی نہیں ہوا تھا تو اسے موردِ غضب ٹھہرانے اور سزا دینے کی وجہ کیا تھی؟

توضیح مزید کے لئے یوں لیجئے۔ یہاں احتمالات تین ہیں۔

اوّل ــــــ حکم ربانی دونوں میں کسی کو نہیں تھا۔ بادِ صبا اپنی خوشی سے گئی تھی تو فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا فرمانا غلط ہوا۔

دوم ــــــ حکم ربانی صرف پروائی کو تھا اس نے اپنی طرف سے شمالی سے کہا۔ تو شمالی پر غضب اور اس کو سزا بے قصور ہوئی اور یہ ظلم ہوا۔

سُوم ــــــ حکم دونوں کو تھا ایک کو براہ راست دوسرے کو بذریعہ بادِ صبا، بادِ صبا نے تعمیل حکم کی اور سرخرو ہوئی۔ شمالی نے نافرمانی کی سزایاب ہوئی ... یہی ہمارا مدعا ہے۔

اسی واقعہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے الملفوظ حصہ چہارم ص۵۷ پر بیان فرمایا ہے کہ :-

"جب مجمع ہوا کفار کا، مدینہ طیبہ پر کہ اسلام کا قلع قمع کردیں غزوۂ احزاب کا واقعہ ہے۔ رب عزوجل نے مدد فرمانا چاہی اپنے حبیب کی۔ شمالی ہوا کو حکم ہوا۔ جا اور کافروں کو نیست و نابود کردے اس نے کہا الحلائل لا یخرجن باللیل بیبیاں رات کو باہر نہیں نکلتیں فاعقمہا تو اللہ نے اس کو بانجھ کردیا۔ اسی وجہ سے شمالی ہوا سے کبھی پانی نہیں برستا۔"

اس پر قاری صاحب کے تین اعتراض ہیں۔

اوّل :______ یہ کہ خدا کا حکم شمالی ہوا پر نہیں چلا۔

دوم :______ یہ کہ یہ دعویٰ کہ شمالی ہوا سے پانی نہیں برستا کس مستند حدیث سے ماخوذ ہے۔

سوم :______ یہ کہ واقعات بکثرت شاہد ہیں کہ ہندوستان کے طول و عرض میں شمالی ہوا سے پانی برستا ہے۔ یہ اعلیٰ حضرت کا پہاڑ سے بڑا جھوٹ ہے۔

پہلے اعتراض کے جواب میں گزارش ہے کہ یہ آپ کا سراسر بہتان ہے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ لکھا ہے۔ یا اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے کلام سے یہ بات بطور لزوم ہی سہی نکلتی ہے۔ کہ شمالی ہوا پر اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں چلا۔ جو واقعات اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بیان فرمائے ہیں۔ ان سے ظاہر یہ ہے کہ شمالی ہوا نے حکم خداوندی کی تعمیل نہیں کی تعمیل حکم نہ کرنے اور حکم نہ چلنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ مگر قرآن کریم کی تحریف لفظی و معنوی کے پرانے مجرموں سے اس کی کیا شکایت۔ "حکم نہ چلنا حاکم کے عجز کی دلیل ہے۔ اور کسی سرکش کا تعمیل حکم نہ کرنا اور تمرد و نافرمانی کی سزا پانا عجز کی

دلیل نہیں۔ بلکہ حاکم کے قادر ہونے کی دلیل ہے۔ یہاں دوسری صورت ہے پہلی نہیں، مگر یہ مہتمم دیوبند کی حکمت عملی ہے کہ جو بات اس قادر قیوم کی قدرت کاملہ ذوالبطش الشدید ہونے پر دلیل تھی۔ الفاظ کے ہیر پھیر سے اسے اس کے عجز کی دلیل بنا دیا۔ ناظرین غور کریں۔

۱______ اللہ عزوجل نے ابلیس لعین کو حکم دیا کہ حضرت آدم کو سجدہ کر اس نے سجدہ نہیں کیا۔ یہ شیطان کی سرکشی و نافرمانی ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ شیطان نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ شیطان پر اللہ کا حکم نہیں چلا۔

۲______ اللہ عزوجل نے جن و انس کو حکم دیا کہ ایمان لاؤ۔ اکثر نے نافرمانی کی۔ اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔

۳______ اللہ عزوجل نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اوامر شرعیہ کی پابندی کرو نواہی سے بچو۔ اکثر نے نافرمانی کی اس کی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اکثر نے نافرمانی کی۔ یہ تعبیر غلط ہے کہ اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔

اسی طرح باد شمال کو اللہ عزوجل کا حکم ہوا کہ کافروں کو نیست و نابود کر اس نے نافرمانی کی۔ اس کی بھی صحیح تعبیر یہی ہے کہ اس نے تعمیل حکم نہیں کی نافرمانی کی۔ اس کو بدل کر یوں کہنا کہ اس سے یہ لازم آیا کہ اللہ عزوجل کا حکم باد شمال پر نہیں چلا۔ دنیائے صحافت کا بدترین جرم ہے

مہتمم دیوبند کا اللہ عزوجل کو عاجز ماننا

مہتمم صاحب اگر کسی نافرمان سرکش کے حکم خداوندی نہ ماننے کا یہ مطلب ہے کہ اس پر اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا جو یقیناً اللہ عزوجل کے عاجز ہونے کے مرادف ہے۔ تو لازم ہے کہ جب شیطان نے حکم ربانی کے باوجود حضرت

آدم کو سجدہ نہیں کیا تو یہ اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ اکثر جن وانس نے حکم الٰہی کے باوجود ایمان قبول نہیں کیا۔ تو ہر ہر کافر کی تعداد کے برابر اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ اگر مسلمانوں نے حکم خداوندی کے باوجود اوامر کی پابندی نہیں کی نواہی سے اجتناب نہیں کیا تو عاصیوں کی گنتی کے برابر اللہ عزوجل کا عجز ہوا۔ بلکہ نظر دقیق سے دیکھئے تو اللہ عزوجل کے عجز کی گنتی محال عادی ہوگی۔ جتنے ایمان کے افراد ہیں ان افراد میں جس جس کو ایک کافر نے نہیں مانا اتنے عدد صرف ایک کافر سے متعلق عجز ہوا۔ مثلاً فرعون نے خدا کو نہیں مانا۔ یہ ایک ہوا۔ اپنے کو خدا کہلایا یہ دو ہوا۔ حضرت موسیٰ کو رسول نہیں مانا۔ یہ تین ہوا۔ توراۃ کو خدا کی کتاب نہیں مانا یہ چار ہوا۔ فرشتوں کو نہیں مانا۔ فرشتوں کی تعداد کے برابر الگ الگ عجز ہوا۔

بولئے مہتمم صاحب آپ کی تشریح پر خدا کے عجز کی کوئی گنتی ہو سکتی ہے؟ اور لطف یہ کہ اللہ عزوجل کا یہ عجز قرآن واحادیث سے ثابت ہوگا۔ بولئے پھر کیا آپ تیار ہیں کہ یہ مان لیں کہ اللہ عزوجل جبار، قہار، قادر، قیوم نہیں؟ عاجز و درماندہ ہے۔ مگر آپ لوگوں سے کیا مستبعد۔ جب کہ آپ لوگ کاذب مان چکے سبح ہے۔ مَاقَدَرُوااللهَ حَقَّ قَدْرِہٖ

حیوانات ونباتات میں بھی مادہ معصیت ہے

اس اشتہار میں تو قاری صاحب گول کر گئے۔ مگر بولیا وغیرہ کے مناظروں میں ان کے مشہور و معروف ملازم مبلغ دیوبند ارشاد صاحب نے یہ کہا تھا کہ۔

"اللہ عزوجل کی نافرمانی کا مادہ صرف جن وانس میں ہے
ان کے علاوہ اور کسی مخلوق میں نہیں"

اس کا جو جواب وہاں مناظر اہلسنت علامہ ارشد القادری نے دیا

تھا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس اشتہار میں ان مردودات کو نہیں لوٹایا مگر اس کا امکان ہے کہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق کبھی پھر اسے اچھالا جاوے اس لئے اس کا بھی قلع قمع کر دیا جانا ضروری ہے۔

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اس ارشاد میں یہی افادہ فرمایا ہے کہ مادہ معصیت حیوانات، نباتات، جمادات میں بھی ہے۔ دو سطر اوپر ہے۔

"ان (حیوانات ونباتات، جمادات) میں مادہ معصیت بھی ہے ان کے لائق جو سزا ہوتی ہے وہ ان کو دی جاتی ہے۔ اہل کشف فرماتے ہیں۔ تمام جانور تسبیح کرتے ہیں۔ جب تسبیح چھوڑ دیتے ہیں اسی وقت ان کو موت آتی ہے ہر پتا پتا تسبیح کرتا ہے جس وقت تسبیح سے غفلت کرتا ہے اسی وقت درخت سے جدا ہو کر گر پڑتا ہے اسکے بعد وہ عبارت ہے۔ جب مجمع ہوا کفار کا۔ الخ

باد شمالی کی نافرمانی اور سزایابی کا واقعہ اسی کے استشہاد میں بیان فرمایا ہے۔ مزید ثبوت پیش ہے۔

بخاری میں ام شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی ہے۔

ان رسول الله صلی الله علیه وسلم امر بقتل الوزغ وقال وکان ینفخ علی ابراهیم علیه السّلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گرگٹ کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا وہ ابراہیم علیہ السلام پر پھونکتا تھا۔

حضرت شیخ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اشعۃ اللمعات میں گرگٹ ہی کے بارے میں دوسری حدیث یہ ذکر فرمائی۔

اگر بیت المقدس سوزد وزغ نفخ کند

اگر بیت المقدس جلے تو گرگٹ اس پہ پھونک مارے

غالباً آتش نمرود اور جلتے ہوئے بیت المقدس پر پھونک مارنا دیوبندیوں کے نزدیک سب سے بڑی عبادت ہوگی؟

ابن راہویہ نے اپنی مسند میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ماصید صید ولا عضدت عضاۃٌ ولا قطعت وشیجۃ الا بقلۃ التسبیح — جو جانور بھی شکار ہوتا ہے۔ جو درخت کاٹا جاتا ہے، وہ تسبیح کی کمی کی وجہ سے۔

(تاریخ الخلفاء اشرفی ص۹۲)

امام احمد کتاب الزہد میں میمون بن مہران سے راوی ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک چوڑے بازو والا مردہ کوا لایا گیا اسے دیکھ کر فرمایا۔

ماصید من صید ولا عضت من شجرۃ الا ضیعت من التسبیح — کوئی شکار نہیں کیا جاتا اور کوئی درخت کاٹا نہیں جاتا مگر جب کہ تسبیح ضائع کرے۔

(ایضاً ص۱۰۳ اشرفی بکڈپو)

تفسیر مدارک میں زیر آیت کریمہ۔

وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ وَلٰکِنْ لَّا تَفْقَہُوْنَ تَسْبِیْحَہُمْ

امام سُدی سے مروی ہے۔

قال علیہ السلام ما اصطید حوت فی البحر ولا طائر یطیر الا بما یضیع من التسبیح اللہ تعالیٰ (ص۳۱۶ ج۱) — حضور علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سمندر میں کوئی مچھلی اور کوئی پرندہ شکار نہیں ہوتا مگر اس سبب سے کہ وہ تسبیح ضائع کرتا ہے

اگر حیوانات ونباتات میں مادہ معصیت نہیں تو وہ جس تسبیح کے مامور ہیں کیوں ترک کر کے سزا پاتے ہیں۔

حضرت شاہ عبدالعزیز اپنی تفسیر پارہ عم میں ناقل۔

از حضرت ابن عباس و عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہم مرفوعاً و موقوفاً روایت آمدہ است کہ در روز فصل و قضا بعد از انکہ جانوران باہم قصاص گرفتہ خواہند فرمود کہ — حضرت ابن عباس وابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے مرفوعاً اور موقوفاً روایت آئی ہے۔ روز جزا بعد اس کے کہ جانور آپس میں قصاص لے چکیں گے

خاک شوید۔ — حکم ہوگا کہ خاک ہوجاؤ۔

اگر جانوروں نے کوئی گناہ نہیں کیا تو قصاص کیسا اور اگر گناہ کیا تھا تو ان میں مادہ معصیت موجود۔ احادیث وتفاسیر سے یہ بات ثابت ہے کہ جن وانس کے علاوہ حیوانات وغیرہ بھی اللہ عزوجل کی نافرمانی کرتے ہیں اور اسکی سزا بھگتتے ہیں۔ مگر دیوبندیوں کا ان احادیث کے علی الرغم یہ عقیدہ ہے کہ حیوانات وغیرہ اللہ عزوجل کی نافرمانی کر ہی نہیں سکتے اس کا صریح مطلب یہ ہوا کہ جن وانس کے علاوہ بقیہ تمام مخلوقات دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق معصوم ہیں۔

قاری صاحب آپ بتایئے اس خصوص میں آپ کی کیا رائے ہے؟ اور بتایئے کیا اب بھی آپ میں یہ دم خم ہے کہ ان نافرمان حیوانات ونباتات کی نافرمانی پر یہ کہہ دیں کہ ان پر اللہ عزوجل کا حکم نہیں چلا۔؟

دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اوپر روایت گذری "ویرا عقیم کرد" اللہ نے اسے بانجھ کر دیا۔ بانجھ کر دیا کا مطلب یہی ہے کہ اس سے پانی نہیں برستا۔

تیسرے اعتراض کے جواب میں سوائے اس کے اور کیا کہا جائے کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی عداوت میں دیوبندی اتنے اندھے بہرے ہیں کہ انھیں کچھ سوجھائی نہیں دیتا۔

اے عقل کے دشمنو! یہ واقعہ عرب شریف کا ہے۔ عربوں سے پوچھ لو وہاں بادشمالی سے کبھی پانی نہیں برستا۔ ہندوستان پر عرب کو قیاس کرنا وہ مجتہدانہ قابلیت ہے جس پر ان کے بھائی غیر مقلدین بھی جھوم اٹھے ہوں گے۔

تلبیس نمبر ۱۱

مہتمم دیوبند نے اس نمبر میں اہلسنت کے سر یہ الزام رکھا ہے کہ

اہلسنت کا یہ عقیدہ ہے کہ۔

"اعلیٰ حضرت بریلوی کا درجہ صحابہ کرام سے زیادہ تھا۔"

اس کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ وصایا کے صفحہ ۲۴ پر جناب مولوی حسنین رضا خاں تحریر فرماتے ہیں۔

"کہ زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ ان کو (اعلیٰحضرت کو) دیکھ کر صحابہ کرام کی زیارت کا شوق کم ہوگیا۔"

اس کا جواب آج سے چھتیس ۳۶ سال پہلے "قہر خداوندی" میں دیا جا چکا ہے پھر "العذاب الشدید" پھر "برق خداوندی" میں بیس سال پہلے چھپ چکا ہے مگر دیوبندی اس کے جواب سے آنکھ بند کر کے ابلہ فریبی گمراہ گردی کے لئے اسے اب بھی بار بار زبان پر لاتے رہتے ہیں، ہم یہاں برق خداوندی کا جواب بعینہٖ نقل کرتے ہیں۔

"حضرت مولانا حسنین رضا خاں صاحب سے دریافت کیا گیا تو انھوں نے فرمایا کہ یہ غلط چھپ گیا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ کاتب وہابی تھا جس کی وہابیت ظاہر ہونے پر اس کو نکال دیا گیا۔ اہم کاموں میں مصروفیت و مشغولیت کے سبب یہ رسالہ (وصایا شریف) بغیر تصحیح کے شائع ہوگیا۔ اصل عبارت یہ تھی۔

زہد و تقویٰ کا یہ عالم تھا کہ میں نے بعض مشائخ کرام کو یہ کہتے سنا کہ اعلیٰ حضرت قبلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اتباع سنت کو دیکھ کر صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی زیارت کا لطف آگیا یعنی اعلیٰ حضرت قبلہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے زہد و تقویٰ کا مکمل نمونہ اور مظہر اتم تھے۔

اس عبارت کو اس وہابی کاتب نے تحریف کر کے یہ لکھ ڈالا صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کی زیارت کا شوق کم

ہو گیا چونکہ میری غفلت و بے توجہی اس میں شامل ہے اس لئے مخالفین کا احسان مانتے ہوئے کہ انھوں نے اس عبارت پر مجھے مطلع کیا اپنی غفلت پر توبہ کرتا ہوں۔ وصایا شریف صفحہ ۲۴ میں اس عبارت کو کاٹ کر عبارت مذکورہ بالا لکھ لیں۔

حضرت جی! اگر آپ کے حصہ میں شرم نہیں آئی ہے تو کسی سے منگنی مانگ لیتے۔ چھتیس ۳۶ سال سے جب برابر اعلان ہو رہا ہے کہ یہ عبارت غلط چھپی ہے۔ کاتب کی خیانت ہے پھر بھی اس پر اعتراض کرنا۔ ایسا زبردست مکر و کید ہے جس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

دیوبندیوں پر جب ان کی کفری عبارتوں پر ہر چہار طرف سے دار و گیر شروع ہوئی تو انھوں نے تقیہ کر کے سنی بن کے ہماری کتابوں میں تحریف کی ایک منظم تحریک چلا رکھی ہے۔ دیوبندیوں کی دسیسہ کاری کا یہی ایک واقعہ نہیں بیسوں واقعات ہو چکے ہیں۔ ناظرین ملاحظہ کریں۔

۱ ـــــ ایک رام پوری دیوبندی اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی خدمت میں سنی بن کر آیا بعض مسائل لکھوائے۔ نقل کے لئے فتاویٰ رضویہ کی جلد ہشتم عطا ہوئی اس میں ایک مسئلہ یہ تھا۔

"شریعت میں ثواب پہنچانا ہے۔ دوسرے دن ہو یا تیسرے دن۔ باقی یہ تعیین عرفی ہے جب چاہیں کریں انھیں دنوں کی گنتی ضروری جاننا جہالت ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

اس تقیہ باز دیوبندی نے بین السطور "جہالت ہے" کے بعد "و بدعت" بڑھا دیا قلمی فتاویٰ میں غیر قلم کا لکھا ہوا، سطر سے اوپر اب تک موجود ہے۔

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم صفحہ ۴۸۳)

پھر یہی محرف فتاویٰ رشیدیہ میں چھاپا گیا اس سے اندازہ کر لیں کہ اس سازش کی بنیاد کہاں تک ہے۔

۲ ـــــــ صدر الافاضل استاذ العلما حضرت مولانا الحاج محمد نعیم الدین صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تفسیر خزائن العرفان مع ترجمہ اعلیٰ حضرت تاج کمپنی لاہور نے چھاپا ہے۔ اس میں چوبیس جگہ وہابی کاتب نے تحریف کی۔ بطور نمونہ چند ملاحظہ کریں۔ سورۂ ہود شریف کی آیتِ کریمہ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا کی تفسیر کی اصل عبارت یہ ہے۔

"اس گمراہی میں بہت سی امتیں مبتلا ہو کر اسلام سے محروم رہیں۔ اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کہتے ہیں، اور ہمسری کا خیال فاسد رکھتے ہیں، اللہ تعالیٰ انھیں گمراہی سے بچائے۔

وہابی کاتب نے اسے یوں بدل دیا۔

"اس امت میں بھی بہت سے بدنصیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت کا انکار کرتے اور قرآن و حدیث کے منکر ہیں۔"

۳ ـــــــ سورۂ اسراء کی آیتِ کریمہ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ یَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِیْلَةَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ کی تفسیر میں اصل عبارت یوں ہے۔

"اس سے معلوم ہوا کہ مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز اور اللہ کے مقبول بندوں کا طریقہ ہے۔"

اسے وہابی کاتب نے یوں لکھا ہے۔

"مقرب بندوں کو بارگاہ الٰہی میں وسیلہ بنانا جائز نہیں۔"

اسی سورۂ مبارکہ کی آیت مبارکہ قُلِ ادْعُوا الَّذِیْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَلَا یَمْلِكُوْنَ الاٰیۃ کے تحت تفسیر میں ہے۔

"جب بتوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انھیں پکارو وہ تمہاری مدد کریں گے۔"

یہودی صفت اس وہابی کاتب نے یہاں لکھ مارا۔

"جب مقرب لوگوں کو خدا مانتے ہو تو اس وقت انھیں پکارو۔"

دیوبندی ففتھ کالم کی چیرہ دستیاں ایک طرف تو یہ ہیں دوسری طرف ان کے بڑے بڑے عمائد فرضی کتابوں سے فرضی عبارتیں گڑھ گڑھ کر اپنے عقیدے کی تائید میں پیش کرتے تھے چنانچہ پوری دیوبندی برادری کے شیخ الاسلام اور قاری صاحب کے مخصوص نوکر ٹانڈوی صاحب تک اس جعل و فریب میں ملوث ہیں۔

۱۔ ٹانڈوی صاحب اپنے مشہور و معروف گالی نامہ میں، حفظ الایمان کی کفری عبارت کی تائید میں، اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جد طریقت حضور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نام کی فرضی کتاب خزینۃ الاولیاء کی یہ جعلی عبارت گڑھ لی۔

"علم غیب صفت خاص ہے رب العزت کی جو عالم الغیب والشہادۃ ہے۔"

(الشہاب الثاقب ص۱۳۱)

اور اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے جد امجد مولانا رضا علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نام سے دوسری کتاب ہدایۃ الاسلام مطبوعہ سیتاپور گڑھ کر اس کی یہ عبارت بنا لی۔

"حضور سید العالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بواسطہ تھا۔" ایضاً

قاری صاحب اور جملہ دیوبندیو! اگر اپنے شیخ الاسلام کی بڑائی کا تمھیں پاس ہے تو لاؤ دکھاؤ حضور سیدنا حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کون سی ایسی کتاب بنام خزینۃ الاولیاء ہے جس میں مذکورہ بالا عبارت ہے۔ حضرت مولانا رضا علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی وہ کتاب بنام ہدایۃ الاسلام کہاں ہے جس میں شیخ ٹانڈوی کی ذکر کردہ عبارت درج ہے اور اگر تم نہیں دکھا سکتے اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اگر تمھارے اگلے پچھلے سب اکٹھے ہو جائیں پھر بھی کہیں نہیں دکھا سکتے۔ تو اقرار کرو کہ تمھارے مذہب کی بنیاد افتراء بہتان دجل و فریب

جعل واختلاق پر ہے۔

دیوبندیوں کے افترا، بہتان دسیسہ کاری کے وہ حقائق ہیں جو آفتاب سے زیادہ روشن ہیں، تو پھر ایسی قوم سے کیا مستبعد کہ وہ اپنی برادری کے مشن کو کامیاب کرنے کے لئے اہلسنت کے اداروں میں گھس آئیں اور اہلسنت کی کتابوں میں تحریف کریں اس لئے مولانا حسنین رضا خاں صاحب مدظلہ العالی کے اس بیان میں بھرپور صداقت ہے کہ مطبع حسنی میں وہابی کاتب تقیہ کر کے ملازم ہو گیا اور اس نے وصایا شریف کی عبارت بدل دی۔

دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی افضل الصحابہ کے رتبہ پر فائز تھے

مہتمم دیوبند کے استاذ فرسٹ پیر محمود الحسن دیوبندی، دیوبندیوں کے پیران پیر گنگوہی جی کے بارے میں لکھتے ہیں ؎

وہ تھے صدیق اور فاروق پھر کہئے عجب کیا ہے
شہادت نے تہجد میں قدم بوسی کی گر ٹھانی

صدیق افضل الصحابہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اور فاروق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب خاص اس لئے اس شعر کا صریح مطلب یہ ہوا کہ دیوبندی کے عقیدے کے مطابق "گنگوہی" بیک وقت ابوبکر صدیق بھی تھے اور عمر فاروق بھی۔ اور یہ حضرات باتفاق اہل سنت تمام صحابہ سے افضل تو لازم ہے کہ دیوبندیوں کے نزدیک گنگوہی تمام صحابہ سے افضل اور حضرات شیخین کے ہم رتبہ تھے۔

گنگوہی جی منصب رسالت پر فائز

حضرات شیخین کے مرتبہ ہی پر نہیں ان سے بدرجہا افضل انبیاء کرام سے بھی اونچے منصب رسالت پر گنگوہی جی اور ان کے رفیق جانی نانوتوی

جی براجمان تھے یہی شیخ الہند فرماتے ہیں۔

؎ شرک و بدعت سے کیا صاف رہ سنت کو
پھر غلط کیا ہے کہ ہیں ناسخ ادیاں دونوں

ناسخ ادیاں ہونا رسول کا خاصہ ہے گنگوہی اور نانوتوی کو ناسخ ادیان کہہ کر درپردہ ان دونوں کی رسالت کا اعلان ہے اور رسول تمام انبیاء کرام سے افضل تو لازم کہ یہ دونوں جملہ صحابہ اور انبیاء کرام سے بھی افضل تھے۔

گنگوہی جی کی حضرت عیسیٰ پر برتری

اسی میں یہی مہتمم دیوبند کے فرسٹ پیر صاحب گنگوہی جی حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر برتری کا اعلان بباناگ دہل یوں کر رہے ہیں۔

؎ مُردوں کو زندہ کیا زندوں کو مرنے نہ دیا
اس مسیحائی کو دیکھیں ذری ابن مریم

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا مشہور معجزہ مردوں کو زندہ کرنا تھا، مگر زندوں کو مرنے نہ دینا یہ ان کا اعجاز ثابت نہیں گنگوہی جی کو ان پر ایک درجہ آگے بڑھا کر یہ کہا جا رہا ہے کہ ہمارے گنگوہی مُردے تو جلاتے ہی تھے زندوں کو مرنے بھی نہیں دیتے تھے آؤ اے ابن مریم تم بھی دیکھ لو۔

شیخ ٹانڈہ مقام محمدی پر محکم

یہ نہیں کہ صرف ان کا ایک ہی مولوی ایسا ہو این خانہ تمام آفتاب است شیخ ٹانڈہ کے بارے میں شیخ الاسلام نمبر میں ص۱۴۴ پر ہے۔

؎ جلال عشق مصاف خودی جہاد و ستیز
حسین ما بمقام محمدی محکم

عشق کے جلال خودی کی جنگ جہاد اور لڑائی میں ہمارے حسین احمد مقام

محمدی پر پختگی کے ساتھ قائم تھے۔

قاری صاحب بولئے! مقام محمدی پر شیخ ٹانڈہ کو محکم مان کر ان کو تمام صحابہ تمام انبیاء جملہ رسول سے افضل ماناکہ نہیں اور یہ خاتم النبیین کا انکار ہے یا نہیں؟

تھانوی صاحب کی نبوت اور دیوبندیوں کا نیا کلمہ

یہی نہیں کہ دیوبندی صرف زبانی اپنے مولویوں کی نبوت و رسالت کا اعلان کرتے ہیں۔ ان کا کلمہ بھی پڑھتے ہیں۔ اٹھا کے دیکھو رسالہ الامداد بابت ماہ صفر ۱۲۳۶ھ جس میں ایک دیوبندی نے اشرف علی رسول اللہ پڑھا۔ اللھم صل علیٰ سیدنا نبینا و مولانا اشرف علی پڑھا خواب میں بھی اور بیداری میں بھی۔

جب تھانوی صاحب کو اس کی اطلاع دی تو انھوں نے یہ لکھا اس میں تسلی تھی کہ جس کی طرف تم رجوع ہوتے ہو وہ متبع سنت ہے۔

دیوبندی مولویوں کے لئے خدائی کا اثبات

گنگوہی جی رب العلمین ہیں منصب رسالت ہی پر بس نہیں ان کے ایک چھوڑ دو دو مولوی خدا بھی تھے۔ لیجئے مرثیہ گنگوہی میں ہے۔

سے خدا ان کا مربی وہ مربی تھے خلائق کے
مرے مولیٰ مرے ہادی تھے بیشک شیخ ربانی

مربی خلائق ہم معنی ہے رب العلمین کا۔ اور رب العلمین اللہ عز و جل کی صفت خاصہ ہے تو ثابت ہوا کہ دیوبندی گنگوہی کو رب العلمین اور خدا مانتے ہیں۔

شیخ ٹانڈہ انسان کے بھیس میں خدا ہیں

شیخ الاسلام نمبر صـ۵۹ پر ہے۔

"تم نے کبھی خدا کو بھی اپنے گلی کوچوں میں چلتے پھرتے دیکھا ہے؟ کبھی خدا کو بھی اس کے عرش عظمت و جلال کے نیچے فانی انسانوں سے فروتنی کرتے دیکھا ہے؟ تم کبھی تصور بھی کر سکے کہ رب العلمین اپنی کبریائیوں پر پردہ ڈال کے تمھارے گھروں میں آکر رہے گا؟ تم سے ہم کلام ہوگا؟ تمھاری خدمتیں کرے گا؟ نہیں ہرگز نہیں ایسا نہ کبھی ہوا ہے نہ کبھی ہوگا۔ تو پھر میں کیا دیوانہ ہوں مجذوب ہوں کہ بڑ ہانک رہا ہوں؟ نہیں بھائیو! یہ بات نہیں ہے، سڑی ہوں نہ سودائی۔ جو کچھ کہہ رہا ہوں سچ ہے مگر سمجھ کا ذرا سا پھیر ہے۔ حقیقت و مجاز کا فرق ہے۔ تو پھر خدارا بتاؤ کہ جن آنکھوں نے گزی گاڑھے میں ملفوف اس بندے کو دیکھا ہے وہ کیوں نہ کہیں ہم نے خود اللہ بزرگ برتر کا جلوہ اپنی اس سرزمین پر دیکھا ہے"۔

ہندو غریب گلی گلی پکارتے پھرتے ہیں بھگوان کبھی ایک دن انسان بن کے دیکھ مگر ان کے ایشور نے ان کی پرارتھنا نہ سنی لیکن دیوبندیوں کو بن پرارتھنا اللہ بزرگ برتر حسین احمد کے روپ میں آگیا اسی کو کسی نے کہا ہے۔

ع بن مانگے موتی ملے، مانگے ملے نہ بھیک

شیخ ٹانڈہ کے لیے سجدہ

ٹانڈوی صاحب جب انسانی روپ میں دیوبندیوں کے عقیدے میں خدا تھے تو دیوبندیوں نے بلا دریغ انھیں سجدہ بھی کیا ہے۔ لیجئے شیخ الاسلام نمبر صـ۱۳۹ پر ہے۔

وخضعوا لہ اعناقھم	ان لوگوں نے حضرت (ٹانڈوی) کے روبرو
وجباھھم تائبوا	اپنی گردنوں پیشانیوں کو جھکا دیا وہ لوگ
وللاذقان خروا	تائب ہوئے اور منھ کے بل سجدہ کرتے

سجدا ہوئے گر پڑے ۔

بولئے مہتمم صاحب یہ کون دھرم ہے۔

ے نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے رازِ سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

تلبیس نمبر ۱۲

اس نمبر میں قاری صاحب نے ہم اہل سنت پر یہ افترا کیا ہے کہ۔ ہم یہ مانتے ہیں، اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے پیر بھائی کی قبر میں روضہ انور کی خوشبو ہے اور یہ کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے سرورِ دو جہاں کی امامت کی۔ ثبوت میں الملفوظ حصہ دوم ص۱۲ کی یہ عبارت پیش کی ہے۔

"جب مولوی برکات احمد کا انتقال ہوا اور دفن کے وقت ان کی قبر میں اترا مجھے بلا مبالغہ وہ خوشبو محسوس ہوئی جو پہلی بار روضہ انور کے قریب پائی تھی ان کے انتقال کے بعد مولوی سید احمد صاحب مرحوم، خواب میں زیارت حضور سے مشرف ہوئے کہ گھوڑے پر تشریف لئے جاتے ہیں۔ عرض کی کہ یا رسول اللہ کہاں تشریف لے جاتے ہیں فرمایا کہ برکات احمد کی نماز جنازہ پڑھنے الحمد للہ یہ جنازہ مبارکہ میں نے پڑھائی۔

ان دونوں افتراءات کی پردہ دری علماء اہلسنت متعدد بار کر چکے ہیں۔

(۱)_____ سب سے پہلے ۱۳۵۱ھ میں رنگون کے وہابیوں نے یہ افتراء کیا اس کا جواب اسی وقت صیحۂ رنگون بر حزب بندگان شیطان ملعون میں دیا گیا۔

(۲)_____ پھر یوپی کے دیوبندیوں نے دہرایا اس کا رد جماعت رضائے مصطفےٰ کی جانب سے ۱۳۵۲ھ میں شائع ہوا۔

(۳)_____ پھر بمبئی کے دیوبندیوں نے اچھالا اس کی ۱۳۵۵ھ میں

بمبئی کے سنیوں نے دھجیاں بکھیر دیں۔ دیکھو قہر خداوندی۔

(۴)_____ پھر مبارک پور کے دیوبندیوں نے لوٹایا اس کا دندان شکن جواب "العذاب الشدید" میں دیا گیا۔

(۵)_____ پھر بگھیروی نے اپنے کچا چٹھا میں ذکر کیا جس کا قاہر رد "برق خداوندی" میں ہوا۔

اس کے علاوہ مناظروں میں اس پر دیوبندیوں کی پوری درگت جو بنی ہے وہ اس شمار سے باہر ہے۔ انصاف کا مقتضیٰ تو یہ تھا کہ اہل سنت کے جوابات کا رد کرتے۔ مگر آج تک کسی دیوبندی کو اس کی جرأت نہیں ہوئی اور بے حیائی سے اسی مردود مطرود افتراء کو بار بار دہراتے رہتے ہیں اور یہی مہتمم دیوبند نے کیا ہے ناظرین کی طمانیت کے لئے پھر اس افتراء کا پردہ چاک کرنا ضروری ہے۔

حکیم برکات احمد صاحب سے متعلق عبارت کی توضیح

الملفوظ شریف کی اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ حکیم برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مقبول بارگاہ رسالت تھے۔ ان کے انتقال پر سرکار نے ان پر کرم خاص فرمایا نماز جنازہ میں تشریف لائے اور قبر پر جلوہ فرمایا۔ مقبولان بارگاہ پر سرکار کے اس قسم کے کرم کی صدہا مثالیں، علماء و مشائخ کے حالات میں موجود ہیں پھر اگر حکیم برکات احمد صاحب پر یہ کرم ہوا تو دیوبندی کیوں چیں بجبیں ہیں۔

دیوبندی عقیدہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے

اصل بات یہ ہے کہ دیوبندیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے جیسا کہ ان کے سید الطائفہ نے تقویۃ الایمان ص۵۰

پر لکھا ہے۔

"میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں"۔

اب جب یہ سنتے ہیں کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کسی خادم کے گھر تشریف لائے کسی کے جنازہ پر کرم فرمایا کسی کی قبر پر رونق افروز ہوئے تو چیخنے چلانے لگتے ہیں کہ ہائے ہائے اس سے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا زندہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ ہمارا عقیدہ فنا ہو جاتا ہے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی حیات حقیقی جسمانی

لیکن ہم اہل سنت کا چونکہ عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم بہ حیاتِ حقیقی جسمانی دنیوی زندہ ہیں اور یہ قدرت رکھتے ہیں کہ جہاں چاہیں تشریف لے جائیں اس لئے ہمارے نزدیک نہ اس میں استبعاد ہے نہ ہمیں تحیر اور یہی تمام امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔

حضرت شیخ محقق دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ مجمع البرکات میں فرماتے ہیں۔

وے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بر احوال امت مطلع است و بر مقربان و خاصان درگاہ خود مدد و مفیض و حاضر و ناظر است۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم امت کے احوال پر مطلع اور اپنے مقربان و خاصان درگاہ کے مددگار اور فیض بخش اور حاضر و ناظر ہیں۔

سلوک اقرب السبل میں فرماتے ہیں۔

باچندیں اختلافات و کثرت مذاہب کہ در علماء امت است، یک کس را دریں مسئلہ خلافے نیست کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہ حقیقت حیات بے شائبہ مجاز و توہم تاویل دائم و باقی ست و بر اعمال امت حاضر و ناظر و مر طالبان حقیقت را و متوجہان آنحضرت را مفیض و مربی

باوجود ان اختلافات و کثرت مذاہب کے جو علماء امت میں ہیں کسی ایک شخص کا اس مسئلہ میں کوئی اختلاف نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی حیات کے ساتھ بغیر شائبہ مجاز و توہم تاویل کے دائم اور باقی ہیں اور امت کے اعمال پر حاضر و ناظر اور حقیقت کے طلب گاروں اور آنحضور کی طرف توجہ کرنیوالوں کے لئے فیض رساں اور تربیت فرما ہیں۔

ملا علی قاری شرح شفا میں فرماتے ہیں۔

لان روحہ صلی اللہ علیہ وسلم حاضرۃ فی بیوتِ اہل الاسلام

اس لئے کہ روح نبوی تمام مسلمانوں کے گھروں میں جلوہ فرما ہے۔

جب تمام امت کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی جسمانی حیات کے ساتھ زندہ اور باقی ہیں۔ حاضر ناظر ہیں تو پھر کسی برگزیدۂ بارگاہ امتی کی قبر پر تشریف لانا جنازے میں شرکت فرمانا ہرگز ہرگز قابلِ اعتراض نہیں جو اعتراض کرے وہ جاہل فسادی اور ہٹ دھرم ہے۔

دیوبندیوں کے عقیدے میں
حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ملّوں کے باورچی ہیں

دیوبندیو! تمھیں اپنے اس عقیدے کی بنا پر کہ حضور جان عالم صلی اللہ علیہ وسلم مر کر مٹی میں مل گئے حکیم برکات احمد صاحب مرحوم کی قبر پر تشریف لانا قابلِ اعتراض نظر آیا۔ مگر اپنے پیران پیر حاجی امداد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے گھر ان کے مہمانوں کے کھانا پکانے کے لئے آنا قابل اعتراض نہیں سوجھائی دیا۔ دیکھو تذکرۃ الرشید میں ہے۔

"ایک دن اعلیٰ حضرت (حاجی امداد اللہ) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے اس کے مہمان علماء ہیں اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا اعلیٰ حضرت (حاجی صاحب)

کی اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہٗ
سے شروع ہوئی"۔ (تذکرۃ الرشید ص ۴۶ ج ۱)

کیوں قاری صاحب کسی سنی مرتاض بزرگ کی قبر پر سرکار کا تشریف
لانا تمھارے نزدیک محال ہے۔ مگر تمھارے مولویوں کا کھانا پکانے کے
لئے بہ حیثیت باورچی تشریف لانا ایمان ہے۔ ؟

دیوبندیوں کا عقیدہ!

حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیل میں

اخبار الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر میں ہے

"ایک دفعہ حضرت (ٹانڈوی) جب جیل سے تشریف لائے تو
فرمایا کہ کاش میں جیل ہی میں رہتا وہاں کوئی شب ایسی نہیں گزری
جس میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت نہ ہوئی ہو۔ (ص ۱۴۶ ک ۴)

قبر پر تشریف آوری

قبر میں نکیرین کے سوال ما تقول فی شان ھذا الرجل کی توجیہ
میں حضرت شیخ فرماتے ہیں۔

امابا حضار ذات شریف وے درعیاں   یا توعیاناً ذات شریف جلوہ گر فرمائی جائیگی

قاری صاحب آپ بہت بڑے دینی ادارے کے مہتمم بنتے ہیں اور علم
دین کے نام پر لاکھوں کا چندہ جمع کرتے ہیں۔ بولئے اب کیا ارشاد ہے
اگر حکیم برکات احمد صاحب کی قبر پر سرکار کی خوشبو محسوس کی گئی تو تعجب
کیا ہے؟

دوسرے افتراء کی پردہ دری

سرکار کی خواب میں نماز جنازہ میں شرکت پر یہ پھبتی کہ اعلیٰ حضرت
قدس سرہٗ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امامت کی۔ قاری صاحب
اور ان کی برادری کی پہلی ابلہ فریبی نہیں۔ اس کا جواب تو پہلے بار بار ہو چکا ہے
ہم یہاں قاری صاحب سے صرف چند سوالات پر اکتفا کرتے ہیں۔

اول یہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکیم برکات احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی
نماز جنازہ میں شرکت باطنی طور پر ہے۔ مہتمم دیوبند اور ان کے سب نوکر چاکر اور
پوری برادری مل کر بتائے کہ اگر کوئی مر جائے اور خواب میں کسی نے دیکھا کہ
حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لئے جا رہے ہیں
تو مسلمانوں پر اس شخص کی نماز جنازہ فرض ہے یا نہیں؟ اگر اس کی نماز جنازہ
مسلمان نہ پڑھیں اور یوں ہی دفن کر دیں تو فرض کفایہ کے تارک ہو کر گنہگار
ہوں گے یا نہیں؟ اور اگر اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے تو بغیر جماعت اور امام
کے یا امام کے ساتھ۔ اگر کوئی امام بنایا جائے تو یہ امام حضور سید عالم صلی اللہ
تعالیٰ علیہ وسلم کا مقتدی ہوگا یا امام۔ بینوا توجروا

ثانی یہ کسی امتی کا حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرنی کفر ہے
یا فسق یا مکروہ یا ان میں سے کچھ نہیں؟

ثالث کیا محض امامت سے امام کا مقتدی سے افضل ہونا لازم ہے؟

رابع کیا افضل کی موجودگی میں مفضول کا امام ہونا کفر یا فسق یا مکروہ ہے؟

اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو الملفوظ کی اس عبارت پر اعتراض
سوائے فساد انگیزی کے اور کچھ نہیں اور اگر ان سوالوں کا جواب اثبات میں
ہے تو اس حدیث کی کیا تاویل ہوگی جو حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ
سے مسلم شریف میں مروی ہے

فرماتے ہیں۔ غزوۂ تبوک میں ایک دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نماز فجر سے پہلے قضاء حاجت کے لئے تشریف لے گئے۔ میں پانی لے کر ساتھ ہو گیا ضرورت سے فارغ ہو کر آنحضرت نے وضو فرمایا۔ جس میں موزوں پر مسح فرمایا۔ جب پڑاؤ پر واپس لوٹے تو جماعت ہو رہی تھی۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ امام تھے۔ ایک رکعت ہو چکی تھی۔ آگے کے الفاظ کریمہ یہ ہیں۔

فادرك رسول الله صلى الله عليه وسلم احدى الركعتين فصلى مع الناس الركعة الاخرة فلما سلم عبد الرحمٰن بن عوف قام رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم يتم صلوته فافزع ذالك الناس فاكثروا التسبيح فلما قضى النبي صلى الله تعالىٰ عليه وسلم ثم قال احسنتم او قال اصبتم۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو صرف ایک رکعت ملی اور آپ نے اخیر ہی کی رکعت جماعت کے ساتھ پڑھی۔ عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب سلام پھیرا تو رسول خدا کھڑے ہو گئے اور اپنی نماز پوری کرنے لگے اس پر لوگ گھبرا گئے اور کثرت سے تسبیح پڑھنے لگے۔ جب آنحضور نماز پوری فرما چکے تو فرمایا تم نے اچھا کیا۔ یا یہ فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔

مسلم شریف کی دوسری روایت میں یہ زائد ہے۔

فاردت تاخير عبد الرحمٰن بن عوف فقال النبي صلى الله عليه وسلم دعه۔

میں نے عبدالرحمٰن بن عوف کو پیچھے کرنا چاہا تو آنحضرت نے فرمایا رہنے دو۔

مشکوٰۃ شریف میں تھوڑے تغیر اور اختصار کے ساتھ اتنی زیادتی ہے۔

فلما احس بالنبي صلى الله عليه وسلم ذهب يتاخر فاومى اليه (مشکوٰۃ ص۵۳)

جب انھوں نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آہٹ پائی تو پیچھے ہونے لگے تو حضور نے ارشاد فرمایا۔ (اپنی جگہ رہو)

اب مہتمم دیوبند بتائیں۔ ان کے نزدیک کسی امتی کا آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امامت کرنی قابل اعتراض ہے تو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے

بارے میں کیا حکم ہے۔؟

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو پیچھے آنے نہیں دیا بلکہ اس کی تحسین فرمائی بولئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر کیا فتویٰ ہے؟

اس حدیث کے تحت حضرت ملا علی قاری مرقاۃ میں فرماتے ہیں۔

فيه دليل على جواز الاقتداء الافضل بالمفضول اذا علم اركان الصلوٰة (ج اول ص۳۶۲)

اس میں اس پر دلیل ہے کہ افضل کو مفضول کی اقتدار کرنی جائز ہے اگر مفضول ارکان نماز جانتا ہے۔

حضرت شیخ محقق دہلوی اشعۃ اللمعات میں فرماتے ہیں۔

ازین حدیث معلوم شد کہ حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم ببعض اصحاب اقتدار کردہ است و مجموع آن دو بار است یک بار دیگر بابی بکر صدیق کرد در شل ہیں واقعہ کہ بعبدالرحمٰن بن عوف گزارد واما آنکہ در مرض اخیر گزارد آنجا امام آنحضرت بود وابوبکر مقتدی بود بوئے چناں کہ در محل خود تحقیق یافتہ است۔ (اشعۃ اللمعات ص۲۵۹ ج۱)

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ آنحضور نے بعض صحابہ کی اقتدار کی اور یہ دو مرتبہ ہوا ایک بار ابوبکر صدیق کی اقتدار کی۔ اسی قسم کے واقعہ میں جو عبدالرحمٰن پر گزرا لیکن مرض اخیر میں جو نماز ادا فرمائی۔ اس وقت امام آنحضور ہی تھے اور ابوبکر آنحضور کے مقتدی تھے جیسا کہ اپنے محل میں محقق ہے۔

مہتمم دیوبند حضرت ملا علی قاری اور حضرت شیخ عبدالحق رحمۃ اللہ علیہما کے بارے میں کیا فتویٰ دیں گے؟ دیکھنا ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے یہ کیوں فرمایا۔ الحمد للہ یہ نماز جنازہ میں نے پڑھائی تھی۔ یہ اظہار شکر ہے۔ ایک مقبول بارگاہ بندہ مرتاض کی نماز جنازہ پڑھانے پر۔ نہ کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے امام ہونے پر۔

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

الملفوظ کی اس عبارت پر چالیس برس سے مسلسل دیوبندی برادری چیخ اور چلا رہی ہے۔ مگر بھول گئی ہے کہ خود یہ بھی اسی جرم کے مرتکب ہیں۔ دیکھو تذکرۃ الخلیل۔ لکھا ہے۔

"شیخ سعید نکرونی کہتے ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں اور مجھ سے کسی نے کہا کہ یہ رسول اللہ ہیں اور ایک عالم ہندی خلیل احمد کا انتقال ہوگیا ہے ان کے جنازہ کی شرکت کے لئے تشریف لائے ہیں۔" (صفحہ ۳۰۴)

دیوبندیو! بولو جس نے بھی انبیٹھی کی نماز جنازہ پڑھائی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے مقتدی ہوئے اور وہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کا امام ہوا الملفوظ کی اس عبارت پر برسہا برس سے ماتم کرتے کرتے تمھارے سینے پھٹ گئے۔ مگر اپنے اس من گڑھت خواب پر جوں تک نہیں رینگی اور لو دیکھو یہ الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر ہے اس میں مذکور ہے۔

"حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں۔ جامع مسجد کے قریب بوجہ جمعہ مصلیوں کا مجمع بڑا ہے مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت خلیل اللہ سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام، مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں۔ فقیر نے جرأت کرکے عرض کیا کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔ مولانا مدنی نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پڑھائی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔ فقیر بھی مقتدیوں

میں شامل تھا۔" (ک ۳ صفحہ ۱۶۴)

مسلمان دیکھیں مجمع میں امام الاولین والآخرین کے جد کریم ابوالانبیاء حضرت خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جلوہ فرما ہیں۔ مگر دیوبندیوں کو حضرت خلیل اللہ کے بجائے اپنے شیخ ٹانڈہ کو امام بنانے کا شوق ہے۔ کتنی بڑی بدتمیزی ہے۔ اور ٹانڈہ کے شیخ جی کی شیخی دیکھئے کہ بڑھ کر امام بھی بن جاتے ہیں اگر کسی امتی کا کسی نبی کی امامت کرنا لائق اعتراض ہے تو قاری صاحب بتائیں یہاں کیا ارشاد ہے؟ یہاں تصریح ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مولانا کی اقتدار میں نماز پڑھی۔ آدمی بڑا بنے تو کم از کم اتنا تو بنے۔ الملفوظ کی عبارت میں تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقتدی ہونے کا شائبہ تک نہیں اس پر اتنا چیخنا چلانا شور مچانا گلے پھاڑنا اور یہاں حضرت خلیل اللہ کے مقتدی ہونے کی تصریح کے باوجود دم سادے رہنا ٹانڈوی معرفت کا خمار نہیں تو اور کیا ہے؟

مجھی سے سب یہ کہتے ہیں کہ رکھ نیچی نگاہ اپنی
کوئی ان سے نہیں کہتا نہ نکلو یوں عیاں ہوکر

حیات النبی

الملفوظ حصہ سوم صفحہ ۳۹ پر ہے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات حقیقی حسی دنیاوی ہے ــــ اس حیات پر احکام دنیویہ ہیں ــــ ان کا ترکہ بانٹا نہ جائیگا ــــ ان کی ازواج سے نکاح حرام نیز ازواج مطہرات پر عدت نہیں ــــ بلکہ سید محمد بن عبدالباقی زرقانی فرماتے ہیں ــــ کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی قبور مطہرہ میں ازواج مطہرات پیش کی جاتی ہیں۔ وہ ان کے ساتھ شب باشی فرماتے ہیں۔

آج سے تقریباً اکتالیس بیالیس سال پہلے بھیرہ تحصیل محمد آباد گوہنہ ضلع اعظم گڑھ میں ٹانڈہ کے مشہور افسانہ گو، بہتان طراز نور محمد ٹانڈوی نے یہ کہا تھا ــــ جو دکھاوے

کہ علامہ زرقانی نے یہ کہیں لکھا ہے تو ہر ہر لفظ پر پانچ سو روپے انعام۔

یہ خادم اس وقت بریلی شریف تھا بھیرہ کے احباب نے مجھے لکھا میں نے زرقانی علی المواہب جلد سادس صـ۱۵۹ سے یہ عبارت نقل کر کے بھیج دی۔

نقل السبکی فی طبقاتہ عن ابن فورك انہ علیہ السلام حیٌّ فی قبرہ علی الحقیقۃ لا المجاز یصلی فیہ باذان واقامۃ۔ قال ابن عقیل ویضاجع ازواجہ ویتمتع بھن اکمل من الدنیا وحلف علی ذالك وھو ظاھر ولا مانع عنہ۔

سبکی نے اپنے طبقات میں ابن فورک سے نقل کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر انور میں حقیقی حیات کے ساتھ نہ کہ مجازی حیات کے ساتھ زندہ ہیں۔ اذان و اقامت کے ساتھ نماز ادا فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے کہا اور اپنی ازواج کے ساتھ ہمبستری فرماتے ہیں۔ اور دنیا میں جس طرح ان سے تمتع حاصل فرماتے تھے اس سے بڑھ کر تمتع حاصل فرماتے ہیں۔ ابن عقیل نے اس پر قسم کھائی اور یہ ظاہر ہے اس سے کوئی چیز مانع نہیں۔

بھیرہ کے احباب نے یہ عبارت مقامی دیوبندیوں کو بھی دکھائی اور ٹانڈوی کے پاس بھی بھیجی سب کو سانپ سونگھ گیا۔ دیوبندیوں میں حیا ہوتی تو خاموش رہتے لیکن انہیں حیا کہاں برسوں خاموشی کے بعد اب نور محمد ٹانڈوی کے ساختہ پرداختہ کچھ دیوبندی مولوی اس پر تین اعتراض کرتے ہیں۔ اول :۔ زرقانی میں ابن عقیل کا قول صرف حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ اور الملفوظ میں یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کی قبور مطہرہ میں۔ الخ

دوم :۔ موت سے نکاح ختم ہو جاتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی باتفاق امت موت طاری ہوئی اگرچہ ایک آن کے لئے۔ پھر یہ بات کیسے درست ہوگی۔

سوم :۔ اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ مُردہ قبر میں رہتے ہوئے بھی اپنی قبر کے ارد گرد بہت دور تک دیکھتا ہے ـــــ وہیں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بھی مزارات ہیں۔ یہ کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہوگی۔

تیسرے پیراگراف پر دیوبندی وہ پھکڑ بازیاں کرتے ہیں جنہیں سن کر انسانیت شرم سے پانی پانی ہو جاتی ہے۔ اب ناظرین ہر سوال کا ترتیب وار جواب سنیں۔

جواب ۱ جب کوئی بات کسی صنف یا کسی نوع کے ایک فرد یا چند افراد کیلئے

ثابت ہو تو پوری صنف اور نوع کی طرف اسکی نسبت درست ہے جیسے فرمایا گیا "وخلق الانسان ھلوعًا" انسان بے صبرا پیدا کیا گیا ـــــ اور فرمایا "وکان الانسان اکثر شیٔ جدلا" انسان سب سے بڑا جھگڑالو ہے ـــــ کیا انسان کا ہر فرد بے صبرا ہے؟ کیا انسان کا ہر فرد سب سے بڑا جھگڑالو ہے؟ اسی طرح اگرچہ ابن عقیل اور ابن فورک نے یہ بات حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے لکھی ہے تو اس کی اسناد انبیاء کرام کی صنف کی طرف کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

جواب ۲ یہ صحیح ہے کہ موت سے عام مُردوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے۔ مگر انبیاء کرام علیہم السلام خصوصاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائص میں سے ہے کہ اگرچہ ان حضرات پر ایک آن کیلئے موت طاری ہوئی پھر بھی ازواج مطہرات کے ساتھ نکاح ختم نہیں ہوا۔ اسکی دلیل یہ ہے کہ انبیاء کرام کے وصال کے بعد انکی ازواج پر نہ عدت ہے اور نہ انہیں یہ جائز ہے کہ کسی اور کے ساتھ نکاح کریں۔

نیز اس کی دلیل ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی حدیث ہے کہ فرمایا میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے بعد حجرہ مبارکہ میں بغیر کسی خاص پردہ کے جاتی اور کہتی "انما ھو زوجی" یہ تو میرے شوہر ہی ہیں بعد وصال زوجیت کا باقی رہنا اس کی دلیل ہے کہ وصال سے نکاح ختم نہیں ہوا، باقی رہا۔

یہ تو اپنے سنی بھائیوں کیلئے تھا۔ اب دیوبندیوں کو مزہ چکھانے کیلئے ان سے ایک سوال ہے ـــــ یہ صحیح ہے کہ موت سے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کے علاوہ تمام مومنوں کا نکاح ختم ہو جاتا ہے اور یہ بھی ثابت ہے کہ جنت میں مسلمانوں کو ان کی بیویاں ملیں گی ـــ جن سے وہ جنت میں ہمبستری کریں گے۔ اور کسی روایت میں کہیں مذکور نہیں ہے کہ جنت میں ان سے دوبارہ نکاح ہوگا۔ جنت میں بلا جدید نکاح اپنی بیویوں سے ہمبستری کرنا حرام ہے یا جائز؟ اور جائز ہے تو کیسے؟ جو تمہارا جواب ہوگا وہی ہمارا بھی جواب ہوگا۔

جواب ۳ برزخ اور آخرت کی باتوں کو دنیا کی باتوں پر قیاس کرنا جہالت ہی نہیں ضلالت ہے اور گمراہ گردی۔

یہ صحیح ہے کہ حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں آرام فرما ہیں۔ مگر حدیث میں یہ بھی ہے کہ مومن صالح کی قبر حد نظر تک وسیع کر دی جاتی ہے اسکے مطابق حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کم از کم حد نظر تک وسیع ضرور ہوگی۔

مشکوٰۃ شریف باب اثبات عذاب القبر فصل ثانی میں براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ویفسح لہٗ فیھا مُدّ بصرہٖ — حد نظر تک اس کی قبر کشادہ کر دی جاتی ہے۔

جب مزار اقدس حد نظر تک وسیع کر دی گئی تب وہاں پہلو میں نہ حضرت صدیق اکبر ہیں نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ دیوبندیوں نے بہت سوچ سمجھ کر اپنے چچازاد بھائی رافضیوں کو خوش کرنے کیلئے یہ اعتراض کیا ہے۔ جب اسکے جواب میں کہا جائے گا کہ مزار اقدس حد نظر تک وسیع کر دی گئی۔ تو اب پہلو میں نہ صدیق اکبر ہیں اور نہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ وہ تو مدینہ طیبہ سے بہت دور کسی جنگل میں ہوں گے۔ پھر یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حد نظر محدود نہیں۔ طبرانی نے حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ قد رفع لی الدنیا فانا انظر الیھا والی ماھو کائن فیھا الی یوم القیامۃ کانما انظر الی کفی ھٰذہٖ — اللہ تعالیٰ نے دنیا میرے پیش نظر کر دی میں پوری دنیا کو اور دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے سب کو اس طرح دیکھ رہا ہوں جیسے اپنے ہاتھ کی اس ہتھیلی کو۔

جب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی حد نظر پوری دنیا ہے تو لازم آیا کہ حضرات صدیق اکبر و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبریں دنیا میں رہی ہی نہیں۔ ناظرین حیرت میں ہوں گے مگر یہ حیرت کی بات نہیں۔ عالم برزخ اور آخرت کے احوال کو دنیا کے احوال پر قیاس کرنا ہی جہالت ہے۔

ماء مستعمل کی بحث

فتاویٰ رضویہ جلد اول میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ اگر کوئی عورت حیض و نفاس کی حالت میں بے نیت قربت غسل کرے تو غسالہ مستعمل نہیں۔ اس سے وضو جائز ہے۔ یہ مسئلہ فتاویٰ رضویہ میں تھوڑے سے اختلاف کے ساتھ چار جگہ مذکور ہے۔ ص ۲۶۳، ص ۲۶۷ ص ۴۵۶، ص ۵۵۷۔

دیوبندی بھکڑ باز اس مسئلہ پر اپنے مسخرہ پن کا ایسا مظاہرہ کرتے ہیں کہ اس سے لکھنؤ کے بھانڈ بھی شرما جائیں جس سے دیوبندی مقررین کو یہ فائدہ ضرور حاصل ہوتا ہے کہ ان کی مانگ بڑھ جاتی ہے۔ اور جاہل دیوبندی ان کی اجرت بھی بڑھا دیتے ہیں۔ عوام جاہل سمجھ نہیں پاتے اور مزہ لیتے ہیں ——— آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں یہ مسئلہ فقہ کی ایک دو نہیں دسیوں کتابوں میں مذکور ہے، جن میں سے چند کے نام یہ ہیں۔ خلاصہ، خانیہ، بحر الرائق، غنیہ، عالم گیری، ردالمحتار مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے جہاں یہ مسئلہ ذکر فرمایا ہے وہیں خلاصہ، اور خانیہ کا

حوالہ بھی لکھ دیا ہے۔ اگر دیوبندیوں کے اندر ذرّہ برابر حیا یا دیانت ہوتی تو اس کو اپنے تمسخر کا نشانہ بنانے سے پہلے حوالہ سے مطابقت کر لیتے اگر حوالہ صحیح نہ ہوتا تو جتنا چاہتے چلاتے ——— لیکن دیوبندی مولویوں نے اپنا یہ اصول بنا رکھا ہے کہ اپنے عوام کو خوش کرنے کے لئے اور ان سے زیادہ سے زیادہ فیس وصول کرنے کیلئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے تحریر کردہ فرمودہ ایسے مسائل کو عوام میں پھیلاؤ کہ جاہل اس کو سمجھ نہ پائیں۔ اور اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے بھڑک جائیں خواہ اس میں حنفیت ذبح ہو۔ مشائخ احناف کا استہزاء ہو انہیں اس کی کوئی پرواہ نہیں ——— ہم ناظرین کے اطمینان کے لئے خانیہ کی عبارت نقل کئے دیتے ہیں۔

ولو وقعت الحائض بعد انقطاع الدم و لیس علی اعضائھا نجاستۃ فھی کالرجل الجنب۔ فان وقعت قبل انقطاع الدم و لیس علی اعضائھا نجاستۃ فھی کالرجل الطاھر اذا انغمس للتبرد لانھا لاتخرج من الحیض بھذا لوقوع فلا یصیر الماء مستعملا (جلد اول ص۹ علی ھامش الھندیۃ۔) — خون بند ہونے کے بعد حائضہ پانی میں گرے اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں تو وہ جنبی مرد کی طرح ہے۔ اور اگر خون بند ہونے سے پہلے ٹھنڈک حاصل کرنے کیلئے پانی میں گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں تو یہ پاک مرد کے مثل ہے۔ کیونکہ اس وقت پانی میں جانے کی وجہ سے حیض سے نہیں نکلے گی تو پانی مستعمل نہ ہوگا۔

ہو سکتا ہے جیسے ڈوبنے والا تنکے کا سہارا لیتا ہے کوئی دیوبندی مولوی یا اسے کرایہ پر بلانے والے یہ کہدیں کہ خانیہ کی عبارت میں یہ شرط ہے ——— کہ حائضہ کے جسم پر نجاست نہ ہو۔ اور فتاویٰ رضویہ میں یہ شرط غائب ہے۔ اسکے جواب کیلئے غنیہ کی عبارت لکھتا ہوں۔ اس میں یہ شرط مذکور نہیں۔

لو وقعت الحائض ان کان بعد انقطاع الحیض۔ فھی کالجنب۔ وان قبل الانقطاع فکالطاھر — اگر حائضہ خون ختم ہونے کے بعد پانی میں جائے تو یہ جنب کے مثل ہے۔ اور اگر خون ختم ہونے سے قبل جائے تو پاک مرد کے مثل ہے۔

جس بنا پر غنیہ میں یہ شرط مذکور نہیں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے بھی یہ قید ذکر نہیں فرمائی ——— بات یہ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ بحث یہ فرما رہے تھے کہ وہ کون سی صورتیں ہیں جن میں استعمال کرنے کے باوجود پانی مستعمل نہیں ہوتا۔

انہیں میں ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت ایام حیض میں ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے نہائے یا کسی برتن میں پانی ہو اس میں ہاتھ ڈال دے یا اس میں پورا جسم ڈبا دے ———

پانی مستعمل نہیں ہوا۔ یہ سب کو معلوم ہے کہ اگر کسی کے بدن پر نجاست لگی ہو اور بدن کا وہ حصہ پانی میں چلا جائے تو وہ پانی ناپاک ہوجائے گا۔ علمار کا قاعدہ ہے کہ جو باتیں معلوم و مشہور ہوتی ہیں اور اس سے بحث بھی نہیں ہوتی ہے۔ تو اس سے صَرف نظر کر کے صرف موضوع کے متعلق تحریر فرماتے ہیں یہی علامہ امیر الحاج نے کیا اور یہی مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کیا۔

اس مسئلہ کی توضیح یہ ہے کہ مار مستعمل وہ پانی ہے جس سے حدث دور ہوا ہو یا کیا گیا ہو —— یا بہ نیت عبادت استعمال کیا گیا ہو۔ حائضہ اور نفاس والی عورت ایام حیض و نفاس میں لاکھ نہائے پاک نہ ہوگی تو جب وہ ٹھنڈک حاصل کرنے کے لئے پانی میں گئی تو اس پانی سے نہ تو حدث دور ہوا اور نہ بہ نیت قربت اسے استعمال کیا گیا۔ اس لئے یہ پانی مستعمل نہیں ہوا۔ اصلی حالت پر طاہر و مطہر باقی رہا —— لیکن فقہی دقائق کو سمجھنا سب کے بس کی بات نہیں۔ یہ ملکہ اسی کو دیا جاتا ہے جو اللہ عزوجل کا بندۂ خاص ہوتا ہے۔ حدیث میں ہے۔

من یرد اللہ بہ خیرا یفقھہ فی الدین۔ — اللہ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا فرماتا ہے۔

اللہ عزوجل کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے بھکڑ بازی کرنے والے اس سے محروم ہیں۔

بعض دیوبندی مقرر اس پر یہ کہتے ہیں جب خون آرہا ہے اور عورت پانی میں جائے گی تو حیض کا خون پانی میں ملے گا۔ جس سے یقیناً پانی ناپاک ہوجائے گا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اولاً عورتیں ان دنوں میں کرسُف استعمال کرتی ہیں جس سے خون باہر نہیں آتا۔ اس لئے یہ ضروری نہیں کہ حائضہ جب پانی میں جائے تو اس کا خون بھی پانی میں جائے۔ ثانیاً یہ ضروری نہیں کہ حیض کے دنوں میں مسلسل خون آئے بلکہ ایام حیض میں خون گھنٹہ دو گھنٹہ نہیں چوبیس گھنٹے بھی خون بند رہتا ہے۔ بلکہ فرض کیجئے ایک عورت کو عادت کے دنوں میں ایک گھنٹہ خون آیا پھر ستر گھنٹے تک نہیں آیا اس کے بعد آگیا تو بھی ستر گھنٹہ یا کل بہتر گھنٹے ایام حیض کے مانے جائیں گے۔ اس سلسلے میں فقہ کی چھوٹی چھوٹی کتابوں میں یہ مذکور ہے۔

الطھر المتخلل بین الدمین — دو خونوں کے درمیان جو طہر ہے وہ بھی دم

کے حکم میں ہے۔

لیکن بات وہی ہے کہ دیوبندی علم دین سے محروم ہیں۔

عزیز اسعد وارشد حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم مفتی جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے اس پر یہ اضافہ فرمایا[1]

حائضہ کے اس مسئلے کو لے کر پوری دیوبندی برادری مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو گندہ ذہن اور غلیظ آدمی بتاتی پھرتی ہے۔ اب آیئے دیوبندی برادری کے امام اہلسنت مولوی عبدالشکور کاکوروی اپنی کتاب "علم الفقہ" میں لکھتے ہیں۔

"حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں۔ اور وضو و غسل اس سے درست ہے۔" (ص ۹ ج ۱)

ندائے عرفات کے شاخسانہ نویس اور پوری دیوبندی برادری بتائے کہ ان کے یہ امام گندہ ذہن غلیظ آدمی ہوئے یا نہیں

کیوں نہیں بولتے صبح کے طیور
کیا شفق نے کھلا دیئے سیندور

دیوبندی شریعت

اب ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے دیوبندی مکتبِ فکر کے صرف دو مسئلے ذکر کئے جاتے ہیں۔

بہشتی زیور حصہ دوم صفحہ پر ہے۔

اگر ہاتھ میں کوئی نجس چیز لگی تھی اس کو کسی نے زبان سے تین دفعہ چاٹ لیا تو بھی پاک ہوجائے گا۔

اب کوئی دیوبندی یہ کہہ سکتا ہے کہ ہاتھ کی تخصیص نہیں جسم کے کسی بھی حصہ میں نجاست لگی ہو تو زبان سے چاٹ لینے سے پاک ہوجائے گا۔ اسی طرح نجس چیز اپنے عموم کے اعتبار سے پیشاب پائخانہ کو بھی شامل ہے —— اب دیوبندیوں کو مبارک ہو تمہارے حکیم الامت نے طہارت کا بڑا آسان طریقہ بتا دیا پیشاب کرو تو اپنی بیگم سے کہو کہ پیشاب کا مقام تین مرتبہ چوس لے تو پاک ہوجائے گا۔ پائخانہ کر کے اپنی بیگم سے گذارش کریں کہ تین مرتبہ چاٹ لو طہارت ہوجائے گی، نہ لوٹے کی ضرورت نہ پانی کی حاجت۔

—— دیوبندیو! طہارت کا کتنا عمدہ طریقہ ہے۔

[1] اضافہ طبع دہم ۱۹۹۹ء

دوسرا مسئلہ تذکرۃ الخلیل ص۹۶ و ص۹۷ پر تبلیغی جماعت کے بانی مولوی الیاس کی نانی سب دیوبندیوں کی امی کے بارے میں ہے۔

"مرض الموت میں تین سال کامل صاحب فراش رہیں ——— جس مریض کو تین سال مرض اسہال میں اس طرح گذریں کہ کروٹ بدلنا بھی دشوار ہوا۔ اس کے متعلق یہ خیال بے موقع نہ تھا کہ بستر کی بدبو دھوبی کے یہاں بھی نہ جائے گی ——— مگر دیکھنے والوں نے دیکھا کہ غسل کے لئے چارپائی سے اتارنے پر پوتڑے نکالے گئے جو نیچے رکھ دیئے جاتے تھے تو ان میں بدبو کی جگہ خوشبو اور ایسی نرالی خوشبو پھوٹتی تھی کہ ایک دوسرے کو سونگھاتا اور ہر مرد عورت تعجب کرتا تھا۔ چنانچہ بغیر دھلائے ان کو تبرک بنا کر رکھ لیا گیا۔"

اس پر ایک واقعہ یاد آگیا۔ ایک بار ایک بھنگی بھولے سے لکھنؤ اصغر علی محمد علی کے عطر کے کارخانہ میں چلا گیا۔ جاتے ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ کارخانے والوں نے اس کو ہوش میں لانے کے لئے عطر حنا اول نمبر، اس کی ناک میں ٹپکایا۔ اور عرق گلاب اور کیوڑہ منہ پر چھڑکا۔ مگر اس کی حالت اور غیر ہوتی گئی اتنے میں ایک بوڑھا بھنگی آگیا اس نے کارخانہ والوں کو ڈانٹا۔ ہاں، ہاں کیا کر رہے ہو مر جائے گا اس کی دوا میں جانتا ہوں۔ وہ سڑک پر گیا اور کہیں سے کتے کا سوکھا ہوا پاخانہ لایا اس کو ہتھیلی پر رکھ کر انگوٹھے سے خوب ملا۔ جیسے کھینی کھانے والے سُرتی ملتے ہیں جب وہ خوب باریک ہو گیا تو اس بے ہوش بھنگی کی ناک میں ڈالا اسکے اثر سے وہ بھنگی ہوش میں آگیا ——— یہی حال دیوبندیوں کا ہے ——— ایک بڑھیا کے پاخانہ میں لاجواب خوشبو محسوس ہوئی یہ اپنے اپنے ذوق کی بات ہے۔

اور خاص بات یہ ہے کہ پاخانہ بہرحال ناپاک ہے، پاخانہ سے لتھڑے ہوئے پوتڑے کو تبرک بنا کر رکھا ——— یہ ہے دیوبندی شریعت وہ جس کا چاہیں پاخانہ پاک بنا دیں۔ پاک ہی نہیں تبرک بنا دیں۔

فہرست مضامین

حصہ دوم

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری
دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ مُبارکپور

اور

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی زید مجدہم
نائب مفتی واستاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

ناشر

دائرۃ البرکات
کریم الدین پور، برکات نگر، قصبہ گھوسی ضلع مئو (یوپی)

خاتمہ

حصہ دوم

فقیہ الہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق امجدی شارح بخاری
دامت برکاتہم العالیہ صدر شعبۂ افتا، جامعہ اشرفیہ مبارکپور

اور

حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی زید مجدھم
نائب مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور

ناشر

دائرۃ البرکات
کریم الدین پور، برکات نگر، قصبہ گھوسی ضلع مئو (یوپی)

فَمَنِ اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَیْہِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰی عَلَیْکُمْ الآیۃ
جو تم پر زیادتی کرے اس پر تم بھی اتنی ہی زیادتی کرو جتنی اس نے کی ہے

محتسب خم شکست من سر او
سن بالسن والجروح قصاص
محتسب نے گھڑا توڑا میں نے اس کا سر، دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلے زخم۔

برسہا برس سے دیوبندی رفتہ رفتہ اپنی اصل کی طرف لوٹنے کے لئے غیر مقلدیت اختیار کرتے جا رہے ہیں اور مذہب احناف پر پوری توانائی سے کیچڑ اچھال رہے ہیں
اس کے لئے مطالعہ کیجئے

تحقیقات

حصہ دوم

از

فقیہ ہند حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب امجدی شارح بخاری
دامت برکاتہم القدسیہ صدر شعبہ افتا جامعہ اشرفیہ مبارک پور
اور
حضرت علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی نائب مفتی
و استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور زید مجدہم

ناشر
دائرۃ البرکات۔ کریم الدین پور۔ برکات نگر گھوسی ضلع مئو

تعارُف

نام کتاب ______ تحقیقات۔ حصہ دوم
مؤلفین ______ شارح بخاری فقیہ عصر حضرت علامہ مفتی محمد شریف الحق صاحب قبلہ امجدی دامت برکاتہم القدسیہ
و
______ مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی صاحب زید مجدھم
مصحح مفتی محمد نسیم مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور
کاتب ______ ایم، اے بستوی
قیمت ______

ملنے کے پتے

اہلسنت کے ہر کتب خانے سے مل سکتی ھے

۱۔ المجمع الاسلامی مبارکپور ۲۔ المجمع المصباحی مبارکپور اعظم گڑھ
۳۔ حق اکیڈمی مبارکپور اعظم گڑھ ۴۔ رضوی کتاب گھر مٹیا محل جامع مسجد دہلی
۵۔ فاروقیہ بکڈپو مٹیا محل جامع مسجد دہلی ۶۔ مکتبہ جام نور " "
۷۔ مکتبہ نعیمیہ " " " ۸۔ کتب خانہ امجدیہ گاندھی نگر شہر بستی
۹۔ قادری کتاب گھر اسلامیہ مارکیٹ نومحلہ۔ بریلی شریف۔ یوپی ۱۰۔ نیو سلور بک ایجنسی محمد علی بلڈنگ بھنڈی بازار بمبئی

عنوانات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لولیہ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ وعلیٰ الہ واصحبہ اجمعین

یہ سب کو معلوم ہے کہ وہابی مذہب کی بنیاد ہندوستان میں مولوی اسماعیل دہلوی نے رکھی اور تقویۃ الایمان لکھ کر اس میں وہابی عقائد کی بنیادی باتیں تحریر کر دیں جس کا رد اسی عہد میں علمائے اہل سنت نے بڑے شد و مد سے کیا۔

تقویۃ الایمان کے رد میں اسماعیل دہلوی کے معاصر علمائے اہلسنت نے متعدد کتابیں لکھیں جس کی فہرست تحقیق الفتویٰ کے آخر میں موجود ہے جس کے نتیجے میں وہابیت قریب قریب ختم ہو چکی تھی۔ دلی میں مولوی نذیر حسین سورج گڈھی مونگیری نے دورۂ حدیث کے بہانے اپنے گرد طلبہ کی بھیڑ اکٹھا کر لی۔ اپنے اسباق میں وہ وہابیت کے ساتھ غیر مقلدیت کا بھی زہر گھول کر پلایا کرتے تھے۔

چونکہ دلی اس عہد میں اہم علماء کا مرکز تھا۔ بکثرت مدارس تھے جن میں منتخب روزگار علماء درس دیا کرتے تھے اسلئے پورے ہندوستان سے تحصیل علم کا شوق رکھنے والے دلی پہنچتے تھے۔ مگر کسی مدرسہ میں صرف حدیث پڑھانے کا التزام نہ تھا میاں نذیر حسین صاحب نے صرف حدیث پڑھانے کا شغل شروع کیا۔ احادیث کی کشش طلبہ کو ان کے یہاں پہنچا دیتی تھی جس سے وہ فائدہ اٹھا کر وہابیت اور غیر مقلدیت کی خفیہ خفیہ تعلیم دیتے رہتے جس کے نتیجہ میں بہت سے سنی حنفی گھرانوں کے بچے میاں نذیر حسین صاحب مذکور کی تعلیم کے اثر سے وہابی غیر مقلد ہو گئے۔

مگر یہ کام بہت خفیہ خفیہ ہوتا تھا۔ اس کا اثر فوری طور پر عوام تک نہیں پہنچتا۔ جب میاں صاحب کے غیر مقلد مولوی اپنے اپنے وطن گئے یا اپنے دوسرے ٹھکانوں پر گئے تو انہوں نے وہابیت غیر مقلدیت پھیلانی شروع کی۔ جس کے نتیجہ میں ہندوستان کے مختلف علاقوں میں غیر مقلدیت کا زہر پھیل گیا۔ غیر مقلدین کے کئی مدرسے قائم ہو گئے۔

دوسری طرف ۱۲۸۳ھ میں جب دارالعلوم دیوبند قائم ہوا تو وہابیت دیوبندیت کا لبادہ اوڑھ کر سامنے آئی۔ مولوی قاسم نانوتوی، مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہم دارالعلوم دیوبند کی آڑ میں حنفیت کا لبادہ اوڑھ کر وہابیت پھیلاتے رہے۔ اور وہابی عقائد کی نشر و اشاعت میں دیوبند کے فارغین ہمہ تن مصروف ہو گئے۔ ابتداءً دیوبندیت کی اشاعت نجی مجلسوں میں خفیہ خفیہ کرتے رہے۔ وہابیت کی تائید میں فتوے دیتے رہے۔ چھوٹے موٹے رسائل لکھتے رہے جس پر علمائے اہل سنت نے دیوبندیوں کا سخت رد زبانی بھی، تحریری بھی فرمایا۔

چونکہ اس کے قبل دینی تعلیم کے لئے کوئی ایسا مدرسہ نہ تھا جہاں سارے علوم کی تعلیم باقاعدگی کے ساتھ دی جاتی جہاں طلبہ کے قیام و طعام کا بندوبست ہوتا۔ دلی میں طلبہ کا یہ حال تھا کہ کوئی ان کا پرسان حال نہ ہوتا پھر ایک کتاب صبح کو کسی کے یہاں ہوتی دوسری کتاب شام کو کہیں اور ہوتی۔ استاذ کا موڈ آیا تو پڑھایا اور موڈ نہیں آیا تو رخصت کر دیا۔ انگریزوں کا جب دلی پر قبضہ ہو گیا تو انہوں نے عربک کالج قائم کیا جس میں باقاعدہ نظم و ضبط کے ساتھ درس نظامی کی تعلیم ہونے لگی۔ اس کالج میں قاسم نانوتوی صاحب نے بھی کچھ دن تک پڑھا ہے۔ اسی کالج کے پڑھے ہوئے دیوبند کے حقیقی بانیوں میں مولوی فضل الرحمٰن، مولوی ذوالفقار علی بھی ہیں جو مدت العمر گورنمنٹ کے ملازم اور پنشن خوار رہے اور اسی کالج کے پڑھے ہوئے مولوی محمد یعقوب نانوتوی بھی ہیں جو دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس بھی رہ چکے ہیں۔ مولوی فضل الرحمٰن اور مولوی ذوالفقار علی نے عربک کالج کے نظم و ضبط کے مطابق دیوبند میں دارالعلوم قائم کیا۔ دیوبند چونکہ دلی سے قریب تھا اور علمائے

دیوبند کی وہابیت ظاہر بھی نہیں ہوئی تھی اس لئے دلی سے طلبہ کی فوج دیوبند پہنچنے لگی انہوں نے دیکھا کہ دلی کی بہ نسبت یہاں آسائش بھی اور ایک ہی جگہ رہ کر اطمینان سے پڑھنا بھی ہے تو ان کا رجوعہ دیوبند کی طرف ہوگیا۔

دیوبند جانے والے طلبہ بھی کے سبھی سنی صحیح العقیدہ ہوتے اور دیوبند کے مدرسین کو سنی صحیح العقیدہ سمجھ کر دیوبند پڑھنے جاتے اور دیوبند کے چالاک وہابی مدرسین کی تعلیم وتلقین سے اکثر وہابی ہوکر نکلتے۔ جب دیوبندی مذہب کے بانیوں نے دیکھ لیا کہ ہماری ہمنوا ایک فوج تیار ہوچکی ہے تو ان لوگوں نے اپنے وہابی عقائد کی بنیادی کتابیں لکھیں۔ تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان وغیرہ لکھ کر چھاپیں، جس پر جگہ جگہ علمائے اہلسنت نے ان لوگوں کا رد کیا، کتابیں لکھیں مناظرے کئے، لیکن یہ سیلاب نہیں تھما۔

جب مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ منصب ارشاد وہدایت پر جلوہ گر ہوئے تو انہوں نے وہابیوں خصوصاً دیوبندیوں کی بیخ کنی میں پوری توانائی صرف کی جس کے اثر سے پورے ہندوستان میں دیوبندیت تنگ ہوگئی۔ اگر دیوبندیوں میں دین ہوتا اور خود ان کو اس کا یقین ہوتا کہ ہمارا مذہب سچا ہے تو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں کا جواب دیتے۔ ناظرین کو حیرت ہوگی کہ قریب قریب پانچ سو کتابیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی ردوہابیہ میں ہیں۔ مگر کسی ایک کتاب کا بھی جواب کسی ایک دیوبندی سے آج تک نہیں ہوسکا۔

مگر عوام میں اپنا بھرم رکھنے کے لئے اب وہ یہ کررہے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی کتابوں سے ایسے مسائل چھانٹ چھانٹ کر اچھالتے ہیں جس پر ناواقف عوام بھڑک جائیں اگرچہ وہ مسائل خود دیوبندیوں کی کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ دیوبندی اکابر خود اس کو لکھ چکے ہیں اور فقہ حنفی کی کتابوں میں ان کی تصریح موجود ہے۔ مثلاً دیوبندیوں کے امام مولوی عبدالشکور کاکوروی اپنی کتاب علم الفقہ میں لکھتے ہیں۔

" حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو وغسل اس سے درست۔

(جلد اول ص۹)

علاوہ ازیں یہ مسئلہ فقہ حنفی کی دسیوں بنیادی کتابوں میں مذکور ہے مثلاً خلاصہ خانیہ، غنیہ، کبیری، صغیری، بدائع صنائع، درمختار وغیرہ۔

لیکن اسی مسئلہ کو اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے فتاویٰ رضویہ میں لکھ دیا تو برسہا برس سے دیوبندی مولوی اس کا تمسخر کررہے ہیں۔

ماہواری رسالوں میں چھاپ رہے ہیں۔ ان سب باتوں سے ان کا مقصود صرف یہ ہے کہ عوام کو ان فروعی مسائل میں الجھائیں اور مسئلہ تکفیر کی طرف ان کی توجہ نہ ہو۔

چونکہ جامعہ اشرفیہ کا تعلق پوری دنیا کے مسلمانوں سے ہے اس لئے جگہ جگہ سے اس سلسلہ میں سوالات ہمیشہ آتے رہتے ہیں اس لئے میں نے ضروری جانا کہ ان سب مسائل پر بقدر ضرورت روشنی ڈال دی جائے۔ باوجود عدیم الفرصتی کے میں نے عزیزم مولانا مفتی محمد نسیم سلمہٗ کے تعاون سے لکھنا شروع کیا۔ پھر معلوم ہوکہ جناب مولانا مفتی نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس دکن سے بھی کبھی اس سلسلہ میں کچھ سوالات آئے تھے اور انہوں نے ان کے بہت مدلل مفصل مسکت جوابات لکھے تھے۔

قصہ یہ ہوا کہ صوبہ کرناٹک کے مشہور شہر شیموگہ سے دیوبندیوں کا ایک ہفت روزہ اخبار "ندائے عرفات" کے نام سے نکلتا ہے اور مودودیوں کا ایک "صدائے سحر" کے نام سے۔ ان اخبارات میں مستقل عنوان "شاخسانہ" چھپتا ہے جو مستقل طور پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر افترار، بہتان، لعن طعن کرنے کے لئے مخصوص ہے۔

ندائے عرفات مورخہ ۲۰/۹/۱۹۷۹ء اور ۲۷/۹/۱۹۷۹ء کے چند اقتباسات

جناب مولانا ثناء اللہ صاحب صدر المدرسین مدرسہ رضویہ زینت العلوم جامع مسجد موڈگیرا ضلع چک منگلور اور مدرسہ ہذا کے اراکین نے جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین صاحب زید مجدہم کے پاس بھیجے تھے جس کے جواب میں انہوں نے بڑی عرق ریزی سے پورا رسالہ تحریر کر دیا تھا لیکن وہ کسی وجہ سے اب تک چھپ نہیں سکا جب مجھے اس کا علم ہوا تو جن شبہات کے جوابات میں لکھوا چکا تھا وہیں رک گیا اور جن کے جوابات لکھوا نہیں پایا تھا ان کو اس کے لئے مفتی صاحب موصوف کے تحریر کردہ جوابات کو اس کتاب میں شامل کر دیا۔

میری دعا ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صدقے اور طفیل مسلمانان اہل سنت کو اس سے نفع دے اور وہابیوں کے شرور وفتن سے محفوظ رکھے اور عزیز موصوف جناب مولانا مفتی محمد نظام الدین رضوی صاحب زید مجدہم کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی صحت، قوت، علم، فضل کو مزید در مزید فرمائے۔ آمین

محمد شریف الحق امجدی

خادم افتاء جامعہ اشرفیہ مبارکپور اعظم گڑھ

یکم شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ ــــ مطابق ــــ ۲۱ر نومبر ۱۹۹۸ء

حرمین پر کافر کی حکومت

وہابیوں کے تمام فرقے دیوبندی، غیر مقلد، مودودی جب دلائل سے عاجز آجاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہمارا عقیدہ وہی ہے جو نجدیوں کا ہے اگر ہم کافر تو نجدی بھی کافر، اور حدیث میں ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی۔ تو اس لئے ثابت کہ نجدی کافر نہیں۔ ہم اور وہ دونوں ہم عقیدہ ہیں اس لئے ہم بھی کافر نہیں۔ اس پر مندرجہ ذیل گذارشات ہیں۔

اولاً ــــ تمام وہابی دیوبندیوں اور غیر مقلدین، مودودیوں کو عام چیلنج ہے کہ وہ دکھا دیں کہ یہ حدیث کہاں ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی۔ سارے وہابی مرتے مرجائیں گے مگر یہ حدیث کہیں نہیں دکھا سکتے یہی دلیل ہے کہ ان گمراہوں کو جب کہیں پناہ نہیں ملتی تو اپنے آپ کو بچانے کے لئے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتے ہیں اور انہیں بشارت ہو کہ جھوٹ باندھ کر ان سب نے اپنا ٹھکانا جہنم بنایا۔ مشہور حدیث ہے جسے بہت سے علماء نے متواتر بھی کہا ہے صرف بخاری میں پانچ صحابی سے مروی ہے کہ فرمایا من کذب علی فلیتبوا مقعدہ من النار جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

ثانیاً ــــ دیوبندیوں کی عادت ہے کہ وہ اپنے کفری عقائد پر پردہ ڈالنے کے لئے اپنے عوام کو مطمئن کرنے کے لئے مسلسل افتراء وبہتان کرتے رہتے ہیں حتی کہ جھوٹی حدیثیں بھی گڑھ کر پھیلاتے ہیں بلکہ کبھی کبھی ایسی باتیں بھی کہہ جاتے

ہیں جو خود ان کے بڑے بوڑھوں کے خلاف ہوتی ہے۔ آیئے ہم بانی دیوبندیت جناب گنگوہی صاحب کی تصریح دکھائیں کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ عرب میں کفرو شرک پھیلے گا ایک حدیث ہے۔ ان الشیطان قد یئس ان یعبدہ المصلون فی جزیرۃ العرب: شیطان اس سے مایوس ہوگیا کہ نمازی اسے جزیرۃ العرب میں پوجیں۔ اور مشکوٰۃ ہی میں ایک دوسری حدیث ہے کہ فرمایا۔

لاتقوم الساعۃ حتی تضطرب الیات نساء دوس حول ذی الخلصۃ وذوالخلصۃ طاغیۃ دوس التی کانوا یعبدون فی الجاھلیۃ۔ ص ۴۸۱

قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک دوس کی عورتیں ذوالخلصہ کے گرد ناچ نہ لیں گی ذوالخلصہ قبیلۂ دوس کا بت تھا جسے وہ جاہلیت میں پوجتے تھے۔

بظاہر ان دونوں حدیثوں میں تعارض تھا، بانی دیوبندیت گنگوہی صاحب سے سوال ہوا کہ اس کی توجیہ کیا ہے انہوں نے فرمایا۔

"شیطان نے جو قوت اسلام اور رسوخ مسلمین دیکھا تو مایوس ہوگیا کہ مسلمون ہرگز شرک نہ کریں گے بلکہ اس سے یاس ہوئی مصلین یعنی مسلمین سے نہ کہ کفار سے دیکھو حضرت ابلغ البلغار کے کلام کو کہ مسلمانوں سے یاس شیطانی فرمائی نہ وجود شرک سے اور شیطان کی بقار توقع کفار میں باقی رکھی، اول تو ظاہر ہے کہ یاس کو عدم الوقوع لازم نہیں تو کیا ضرور ہے کہ شیطان کی یاس کو عدم الشرک لازم ہو۔ کمال قوت دیکھ کر مایوس ہوا مگر انجام وہ قوت نہ رہے رفتہ رفتہ وہ نوبت پہنچے کہ فقط کلمہ بھی باپ دادا کے سنے سنائے پڑھیں کوئی نہ جانے کہ کیا چیز ہے۔ جب سائل نے قوت اسلام اور وضوح دلائل اسکے دیکھے تو پوچھا کہ بعد آپ کے ایسا ہی حال رہے گا یا مثل یہودی اور نصرانی کے آپ کی امت اجابت میں شرک ہوجائے گا تو حضرت نے فرمایا کہ شرک جلی تو نہ ہوگا البتہ خفی آجاوے گا اور جو شخص مرتد ہوا اجابت کی

شان سے نکل گیا۔ اور جب ریح چلے گی تو اس سے سب مسلمان مرجاویں گے اس کے بعد بت پرستی عرب میں شروع ہووے گی۔ تو وہ لوگ بھی امت اجابت نہیں، ہاں امت دعوت ہیں کہ سوال سے خارج ہیں۔ ہاں اہل ہوار کا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین کافر کہو یا بطور متکلمین فاسق"۔

(تذکرۃ الرشید حصہ اول ص ۱۶۰)

ناظرین غور کریں گنگوہی صاحب نے بڑی صفائی کے ساتھ قبول کرلیا کہ اس حدیث میں یہ ہے کہ شیطان مایوس ہوگیا مگر اس سے لازم نہیں آتا کہ عرب میں شرک واقع نہ ہو پھر بعد میں تصریح کردی کہ ایک وقت آئے گا عرب میں بت پرستی پھیلے گی اور بد مذہب عرب میں بھی پیدا ہوں گے۔

ثالثاً ــــــ یہ کہنا کہ حرمین طیبین پر کافر کی حکومت نہ ہوگی واقعہ کے خلاف ہے سب کو معلوم ہے کہ حرمین طیبین پر یزید کی حکومت تھی جب کہ یزید کو امام احمد بن حنبل اور دوسرے بہت سے ائمہ و علمار نے کافر کہا ہے اگرچہ ہمارے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے بارے میں سکوت فرمایا۔ شرح فقہ اکبر میں ہے۔

قال ابن ھمام فاختلف فی اکفار یزید قیل نعم یعنی لما روی عنہ ما یدل علی کفرہ من تحلیل الخمر ومن تفوھہ بعد قتل الحسین واصحابہ انی جازیتھم بما فعلوا باشیاخ قریش وصنادیدھم فی بدر و امثال ذالک ولعلہ وجھہ ما قال الامام احمد بتکفیرہ لما ثبت عندہ نقل وقیل لا اذلم یثبت لنا تقریرہ عنہ

امام ابن ہمام نے کہا یزید کو کافر کہنے میں اختلاف کیا گیا ایک قول یہ ہے کہ وہ کافر ہے کیوں کہ اس سے وہ باتیں مروی ہیں جو اس کے کفر پر دلالت کرتی ہیں مثلاً شراب کو حلال جاننا اور حضرت امام حسین اور ان کے ساتھیوں کے قتل کے بعد اس کا یہ بکنا کہ میں نے اس کا بدلہ لے لیا جو ان لوگوں نے قریش کے سرداروں کے ساتھ بدر میں کیا تھا اور اس کے مثل اور بھی باتیں ہیں۔ امام احمد نے جو اس کو کافر کہا شاید

تلك الاسباب الموجبة ای لکفرہ وحقیقہ الامر المتوقف فیہ
ص۸۸

اس کی وجہ یہی ہے کہ ان کے نزدیک اس کا ثبوت شرعی ہوا اور ایک قول یہ ہے کہ اسکو کافر نہیں کہا جائے گا کیونکہ ہمارے نزدیک وہ اسباب جو کفر کو واجب کرنیوالے ہیں ثابت نہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اسکے بارے میں توقف کیا جائے۔

یزید کے بارے میں یہی فتویٰ بانیٔ دیوبندیت گنگوہی صاحب کا بھی ہے۔
(فتاویٰ رشیدیہ ص۴۹)

رابعًا ــــــــ تاریخ کی کتابیں اٹھا کر دیکھئے مصر کے عبیدی فاطمی بدترین قسم کے رافضی تھے۔ ان کی حکومت بھی تقریبًا دو صدی تک حرمین طیبین پر رہی۔ ان خبثا میں حاکم بامر اللہ سب سے بدتر تھا اس نے یہ حکم دیا کہ جب خطبے میں میرا نام لیا جائے تو سب لوگ صف بستہ کھڑے ہو جائیں اس نے یہ حکم سارے ممالک میں دیا تھا حتیٰ کہ حرمین شریفین میں بھی اس کی خردماغی یہاں تک بڑھ گئی تھی کہ فرعون کی طرح خدائی کا دعویٰ کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ اب سارے وہابی مل کر بتائیں کہ اگر ان کا یہ دعویٰ صحیح ہے کہ حرمین طیبین پر کسی کافر کی حکومت نہیں ہو سکتی تو عبیدی خبثار کی تقریبًا دو صدی تک کیسے حکومت رہی۔

خامسًا ــــــــ کیا قرامطہ بھی وہابیوں کے ہم مذہب تھے۔ اور انکے زعم میں مسلمان جنہوں نے مکہ معظمہ فتح کیا کعبہ شریف سے حجر اسود اکھاڑ لے گئے بائیس سال تک کعبہ بغیر حجر اسود کے رہا۔ (البدایۃ والنہایہ ص۱۶۱ ج ۱۱)

سادسًا ــــــــ بخاری وغیرہ میں سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

یخرب الکعبۃ ذو السُّوَیْقَتَیْنِ من الحبشۃ (ج اول ص ۲۱۶)

چھوٹی چھوٹی تپلی تپلی پنڈلیوں والا حبشی کعبہ کو برباد کرے گا۔

بخاری میں حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

گویا ٹانگیں پھیلا کر چلنے والے اس کالے حبشی کو دیکھ رہا ہوں جو کعبے کے ایک ایک پتھر کو اکھاڑے گا (جلد اول ص۲۱۷)

سابعًا ــــــــ غالبًا یہ حبشی بھی وہابی ہوگا جو وہابی مذہب کے مطابق ٹناٹن مسلمان ہوگا۔ ان ابحاث سے ہٹ کر ہم کو یہ تحقیق کرنا ہے کہ نجدیوں کے عقائد کیا ہیں؟ دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام ٹانڈوی صاحب اپنے مشہور گالی نامے "الشہاب الثاقب" میں لکھتے ہیں

"صاحبو! محمد بن عبدالوہاب چونکہ خیالات باطلہ اور عقائد فاسدہ رکھتا تھا اہل سنت والجماعت سے قتل و قتال کیا ان کو بالجبر اپنے خیال کی تکلیف دیتا رہا ان کے اموال کو غنیمت کا مال اور حلال سمجھتا رہا ان کے قتل کرنے کو باعث ثواب و رحمت شمار کرتا رہا۔ اہل حرمین کو خصوصًا اور اہل حجاز کو عمومًا اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں۔ سلف صالحین اور اتباع کی شان میں نہایت گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے بہت سے لوگوں کو بوجہ اس کی تکلیف شدیدہ کے مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ اور ہزاروں آدمی اس کے اور اس کی فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ الحاصل وہ ایک ظالم و باغی خونخوار فاسق شخص تھا۔ اسی وجہ سے اہل عرب کو خصوصًا اس کے اور اس کے اتباع سے دلی بغض تھا۔ اور ہے۔ اور اس قدر ہے کہ اتنا قوم یہود سے ہے نہ قوم نصاریٰ سے نہ قوم مجوس سے نہ ہنود سے۔ غرض کہ وجوہات مذکورۃ الصدر کی وجہ سے ان کو اس کے طائفہ سے اعلیٰ درجہ کی عداوت ہے اور بیشک جب اس نے ایسی ایسی تکالیف دی ہیں تو ضرور ہونا بھی چاہیئے کہ وہ لوگ یہود و نصاریٰ سے اس قدر رنج و عداوت نہیں رکھتے کہ جتنی وہابیت سے

رکھتے ہیں۔ ص۴۳

دیوبندیو! اپنے شیخ الاسلام کے ارشادات عالیہ بغور سنو انہوں نے ابن عبدالوہاب نجدی کے بارے میں کیا کیا لکھا ہے۔ —— وہ خیالات باطلہ رکھتا تھا، عقائد فاسدہ رکھتا تھا۔ اہل سنت وجماعت کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا تھا۔ ان کے اموال کو مال غنیمت جانتا تھا۔ اہل حجاز خصوصاً اہل حرمین کو اس نے تکلیف شاقہ پہنچائیں جس کی تاب نہ لاکر بہت سے لوگوں کو مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ چھوڑنا پڑا۔ سلف صالحین اور ان کے متبعین کی شان میں گستاخ تھا وہ بالجبر لوگوں کو اپنے مذہب میں لانے کی کوشش کرتا تھا۔ اس نے ہزاروں مسلمانوں کو شہید کرایا اہل عرب اس سے اتنا بغض رکھتے ہیں کہ اتنا بغض نہ یہود سے رکھتے ہیں نہ نصاریٰ سے نہ مجوس سے نہ ہنود سے۔

اب چند سوالات پیدا ہو گئے ہیں کہ ابن عبدالوہاب نجدی جو عقائد فاسدہ رکھتا تھا اس کی رو سے وہ کافر تھا یا مسلمان؟ دیوبندی شیخ الاسلام صاحب نے تصریح کی ہے کہ وہ مسلمانوں کے قتل کرنے کو باعث ثواب ورحمت شمار کرتا تھا۔ اس سے لازم کہ مسلمانوں کے قتل کو حلال جانتا تھا۔ اور اس پر اجماع ہے کہ مسلمان کے قتل کو حلال جاننا کفر ہے، جب کہ وہ مسلمان باغی، ڈاکو، قاتل نہ ہو، بخاری ومسلم وغیرہ میں ہے۔

سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر۔ (بخاری ص۱۲ ج۱، مسلم ص۵۸ ج۱)	مسلمانوں کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے لڑنا کفر۔

اس کی شرح میں تمام علماء نے بالاتفاق یہ لکھا کہ اگر مسلمان کے قتال کو حلال جان کر قتال کیا تو کافر ہے۔ علامہ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں۔

اما قتالہ بغیر حق فلا یکفر بہ عند اهل الحق کفرا یخرج بہ عن الملۃ الا اذا استحلہ، (ص۵۸ ج اول)	مسلمان سے بغیر حق کے قتال کرنے والے کو کافر نہیں کہا جائے گا مگر یہ کہ جب اسے حلال جانے۔

اب دیوبندی سوچیں ان کے شیخ الاسلام کے ارشاد سے ثابت ہو گیا کہ نجدی کافر ہیں۔ مگر مزید اور آگے سنئے، اسی میں ہے۔

"محمد بن عبدالوہاب کا عقیدہ تھا کہ جملہ اہل عالم اور تمام مسلمانان دیار مشرک اور کافر ہیں ان کے اموال کو ان سے چھین لینا حلال وجائز بلکہ واجب ہے۔ چنانچہ نواب صدیق حسن خاں (غیر مقلد) نے اس کے ترجمہ میں ان دونوں باتوں کی تصریح کی ہے۔" (الشہاب الثاقب ص۴۵)

اس پر تو امت کا اجماع ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں کو کافر کہنا تو بڑی بات ہے کسی ایک مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر، اور یہ خود حدیث میں مذکور ہے بخاری ومسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ایما امرئٍ قال لاخیہ کافر فقد باء بہا احدہما ان کان کما قال والا رجعت علیہ۔ (بخاری ص۹۰۱ ج۲، مسلم ص۵۷ ج۱)	جو شخص کسی کلمہ گو کو کافر کہے تو ان دونوں میں سے ایک پر یہ بلا ضرور پڑے گی اگر جسے کہا وہ حقیقۃً کافر تھا جب تو خیر ورنہ یہ کلمہ اسی کہنے والے پر پلٹے گا۔

جب ایک مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے تو سارے جہان کے مسلمانوں کو کافر کہنے والا نجدی تھوک کے حساب سے کافر ہے۔

دیوبندیوں کے یہی مایہ ناز بزرگ لکھتے ہیں۔

"شان نبوت وحضرت رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں وہابیہ نہایت گستاخی کے کلمات استعمال کرتے ہیں اور اپنے آپ کو مماثل ذات سرور کائنات خیال کرتے ہیں اور نہایت تھوڑی سی فضیلت زمانِ تبلیغ کی مانتے ہیں۔" (الشہاب الثاقب ص۴۷)

اب مسلمان سوچیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت گستاخی کرنے والے بھی اگر مسلمان ہیں تو پھر دنیا میں کافر کون ہو گا؟ معمولی پڑھا لکھا مسلمان

بھی جانتا ہے کہ کسی نبی کی شان میں معمولی گستاخی کرنے والا یقیناً قطعاً کافر و مرتد ہے لیکن چونکہ وہابیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی گستاخی کرنا کوئی جرم نہیں کیونکہ ان کے مذہب میں یہ جرم ہوتا تو خود گستاخی نہ کرتے اسلئے سارے وہابی شان نبوت و رسالت علی صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کے نہایت گستاخ نجدیوں کو مسلمان مانتے ہیں۔ مسلمان ہی نہیں اپنی تقریروں میں تو ان کو اللہ عزوجل کا محبوب مانتے ہیں۔

ثامناً ——— آپ لوگ کہتے ہو کہ حرمین طیبین پر کافروں کی حکومت نہیں ہوگی آپ لوگوں کے اس کہنے سے لازم آیا کہ ہم اہل سنت وجماعت حق پر ہیں۔ اسلئے کہ ترکیوں کی حکومت حرمین طیبین پر تقریباً ڈھائی سو سال تک رہی اور ترکی عقیدے اور عمل میں ہمارے ساتھ ہیں جس کی دلیل حسام الحرمین اور الدولۃ المکیۃ کے علاوہ انوار ساطعہ اور تقدیس الوکیل عن توہین الخلیل والرشید پر اس وقت کے دونوں حرم کے چاروں مذہب کے مفتیان کرام اور چاروں مصلوں کے ائمہ اور دوسرے علمائے کرام کی تصدیقات ہیں اور سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ وہابیوں کے تینوں فرقوں کے مذہب میں مزارات پر گنبد بنانا حرام و گناہ ہے لیکن ترکیوں نے جنت البقیع اور جنت المعلیٰ میں اہم حضرات کے مزارات پر گنبد بنوائے تھے جسے نجدیوں نے ڈھا دیا اور ترکی لوگ بہت دھوم دھام سے میلاد شریف کرتے تھے اور مولد النبی صلی اللہ علیہ وسلم میں ہر سال پابندی سے ۱۲ ربیع الاول شریف شاہانہ اہتمام کے ساتھ میلاد شریف ہوتا تھا جس کا تذکرہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فیوض حرمین میں بھی کیا ہے انہوں نے لکھا ہے۔

"۱۲ ربیع الاول شریف کی رات میں اس مقدس مکان میں جس میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پیدا ہوئے تھے مجلس میلاد شریف منعقد ہوئی۔ میں اس میں حاضر ہوا۔ میں نے دیکھا کہ آسمان سے انوار اتر رہے ہیں۔ میں نے غور کیا تو معلوم ہوا کہ وہ انوار فرشتوں کے تھے۔"

ترکی بزرگان دین کے تصرف کے قائل تھے اور ان سے بوقت حاجت استعانت کرتے تھے اور آج بھی ترکی وہابیوں نجدیوں کا شد و مد کے ساتھ رد کرتے ہیں حتیٰ کہ وہ لوگ کتابیں چھاپ کر مفت پوری دنیا میں بانٹتے ہیں اس لئے وہابیوں دیوبندیوں کے عقیدے کے مطابق ترک بھی مشرک تھے مگر جب کہ وہابیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ حرمین طیبین پر کافروں مشرکوں کی حکومت نہیں ہوگی لیکن جبکہ حرمین طیبین پر ترکیوں کی ڈھائی سو سال تک حکومت رہی تو ثابت ہوا کہ ترکی کافر و مشرک نہیں تھے۔ اسی سے ثابت ہوگیا کہ مزارات پر قبہ بنوانا بزرگان دین سے استعانت کرنا میلاد اور قیام کرنا فاتحہ اور عرس کرنا نہ شرک ہے نہ کفر، نہ بدعت ہے نہ حرام بلکہ جائز و مستحسن ہے۔

اب آیئے چند غیر جانبدارانہ شہادتیں نجدیوں کے بارے میں ملاحظہ فرمائیں مولانا ابوالحسن زید صاحب فاروقی دہلوی مقامات خیر میں لکھتے ہیں۔

"حجاز مقدس پر ناہنج نجدیوں کے تصرف کا تیسرا سال تھا ان لوگوں میں نہ علم ہے اور نہ تہذیب، محمد بن عبدالوہاب کو یہ لوگ مانتے ہیں جو کچھ اس نے کہہ دیا ہے وہ بمنزلہ منزل من اللہ ہے۔ اس کی علمیت کا خلاصہ یہ ہے کہ تمام عالم کے مسلمان مشرک ہیں اور ان کا قتل جائز ہے نجدیوں نے حجاز مقدس کے مقامات مقدسہ اور مزارات مبارکہ کی جو توہین کی یقیناً وہ شیطانی عمل ہے۔ وہ مبارک مقام جہاں محبوب رب العلمین صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت مبارکہ ہوئی تھی اور جہاں خیزراں والدہ ہارون نے ۱۶۰ھ میں مسجد شریف بنوائی تھی کوڑا ڈالنے کی جگہ بنائی گئی۔"

نجدیوں کے فتنے سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگاہ فرمایا ہے۔

صحیح بخاری شریف میں یہ حدیث شریف ہے۔

عن ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا

اَللّٰھم بارك لنا فی شامنا، اللّٰھم بارك لنا فی یمننا، قالوایارسول اللہ وفی نجدنا فاظنہ قال فی الثالثۃ ھنالك الزلازل والفتن وبھا یطلع قرن الشیطان

(مقامات خیر ص۷۶)

اے اللہ ہمارے شام میں برکت دے اے اللہ ہمارے یمن میں برکت دے، کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ اور ہمارے نجد میں، میں گمان کرتا ہوں کہ تیسری مرتبہ میں فرمایا وہاں زلزلے اور فتنے ہیں وہاں سے شیطان کے ساتھی نکلیں گے۔

تاسعًا ـــــــــ اگر اب بھی اطمینان نہ ہو تو اب اخیر میں علمائے دیوبند کا نجدیوں کے بارے میں اخیر فیصلہ سنئے مولوی خلیل احمد انبیٹھی نے لکھا۔

"ہمارے نزدیک ان (نجدیوں) کا حکم وہی ہے جو صاحب درمختار نے فرمایا ہے۔ اور خوارج ایک جماعت ہے شوکت والی جنہوں نے امام پر چڑھائی کی تھی۔ تاویل سے ان کا حکم باغیوں کا ہے۔ اور علامہ شامی نے اس کے حاشیہ میں فرمایا ہے۔ جیسا کہ ہمارے زمانے میں عبدالوہاب کے تابعین سے سرزد ہوا کہ نجد سے نکل کر حرمین شریفین پر متغلب ہوئے اپنے کو حنبلی مذہب بتاتے تھے مگر ان کا عقیدہ یہ تھا کہ بس وہی مسلمان ہیں اور جو ان کے عقیدے کے خلاف ہو وہ مشرک ہے اور اسی بنا پر انہوں نے اہلسنت اور علمائے اہلسنت کا قتل مباح سمجھ رکھا تھا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی شوکت توڑ دی"۔ (المھند ص۱۸)

اس کتاب پر اس وقت کے تقریبًا تمام علمائے دیوبند کی تصدیقات ہیں۔ مثلاً تھانوی صاحب، مولوی محمود الحسن، مفتی عزیزالرحمٰن، مفتی کفایت اللہ وغیرہ وغیرہ۔ دیکھئے صاف تصریح ہے کہ نجدیوں کا حکم وہی ہے جو خوارج کا ہے اور خارجیوں کے گمراہ بددین ہونے پر اہلسنت کا اتفاق ہے۔ تو اس سے ثابت ہوا کہ دیوبندی علمار کا اس پر اتفاق ہے کہ نجدی اہلسنت سے خارج ضال مضل گمراہ بددین ہیں۔

دیوبندیو! اہلسنت کی نہیں سنتے نہیں مانتے تو اپنی جماعت کے اجماعی فیصلے پر تو ایمان

لاؤ!

نوشیرواں عادل نہیں تھا

الملفوظ حصہ چہارم ص۸ میں ہے۔

عرض:۔ نوشیرواں کو عادل کہہ سکتے ہیں یا نہیں؟

ارشاد:۔ نہیں۔ اگر اس کے احکام کو حق جان کر کہے کفر ہے ورنہ حرام۔

اس پر دیوبندی برادری میں بڑی کھلبلی ہے۔ بیچاروں کو اس کا بہت دکھ ہے کہ ان کے ایک چہیتے بادشاہ کو عادل کہنے سے منع کر دیا۔ بیچارے کہتے ہیں کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ولدت فی زمن الملك العادل — میں عادل بادشاہ کے زمانے میں پیدا ہوا

کٹک کے مناظرے میں دیوبندی مناظر سے جب پوچھا گیا کہ یہ حدیث کہاں ہے تو اس نے بہت جھک کر بوستاں کے حاشیہ کا حوالہ دیا جب کتاب منگا کر دیکھی گئی تو وہ حاشیہ بھی کسی دیوبندی کا تھا۔ دیوبندی مناظر کو ذرا بھی شرم نہ آئی کہ اپنے مدعا کے ثبوت میں ایک دیوبندی کا قول پیش کیا یہ بالکل ایسے ہی ہوا کہ جیسے کوئی ہندو کہے کہ رام چندر جی ایشور کے اوتار تھے اور جب اس سے کوئی دلیل مانگی گئی تو اس نے کہا رامائن میں یہی لکھا ہے۔

ناظرین توجہ سے سنیں یہ حدیث موضوع باطل کسی ایرانی کی من گھڑت ہے۔

حضرت ملا علی قاری موضوعات کبیر میں فرماتے ہیں۔

قال السخاوی لا اصل لہ قال الزرکشی کذب باطل وقال السیوطی قال البیھقی فی شعب الایمان تکلم شیخنا ابو عبد اللہ

سخاوی نے کہا اسکی کوئی اصل نہیں۔ زرکشی نے کہا کذب باطل ہے، سیوطی نے کہا کہ بیہقی نے شعب الایمان میں فرمایا کہ ہمارے

الحافظ بطلان ما یرویہ بعض الجھلاء عن نبینا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ولدت فی زمن الملک العادل یعنی انوشروان (ص۷۹)

شیخ ابوعبداللہ حافظ نے اسکے باطل ہونے کو بیان فرمایا جو بعض جاہل ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میں بادشاہ عادل کے زمانے میں پیدا ہوا یعنی نوشیرواں ۔

علامہ ابوطاہر فتنی مجمع بحار الانوار کے تکملہ میں لکھتے ہیں۔

لا اصل له ولا یجوز ان یسمی من یحکو بغیر حکم اللہ عادلًا (ص۲۱۹ ج خامس)

اس کی کوئی اصل نہیں جو شخص اللہ کے حکم کے خلاف حکم کرے اس کو عادل کہنا جائز نہیں

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ مدارج النبوۃ میں فرماتے ہیں۔

ونزد محدثین ایں صحیح نیست وچوں درست باشد وصف مشرک بعدل وحال آنکہ شرک ظلم عظیم است قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الشِّرْکَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ومی گویند کہ مراد بعدل ایں جا سیاست رعیت وداد ستانی وفریاد رسی است کہ اہل عرف آں را عدل می خوانند اما جریان اسم عادل برزبان سید انبیاء (صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ بعید است۔
(جلد دوم ص۲۲۴)

محدثین کے نزدیک یہ صحیح نہیں اور مشرک کا وصف عدل کے ساتھ کیسے درست ہوگا حالانکہ شرک ظلم عظیم ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا بے شک شرک ضرور ظلم عظیم ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ مراد عدل سے اس جگہ رعایا کی سیاست اور داد ستانی ہے اور فریاد رسی ہے کہ اہل عرف اس کو عدل کہتے ہیں لیکن عادل کا لفظ سید الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیہ کی زبان پر جاری ہونا بعید ہے۔

ناظرین دیکھیں محدثین فرما رہے ہیں کہ اس کی کوئی اصل نہیں یہ جھوٹ باطل ہے صاف فرما رہے ہیں کہ نوشیرواں مجوسی مشرک کو عادل حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کیسے کہہ سکتے ہیں جب کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ شرک ظلم عظیم ہے مگر دیوبندی ان سب تصریحات سے آنکھیں بند کرکے گلستاں کے اپنے مذہب کے ایک محشی پر اعتماد کرکے اس کو حدیث کہہ کر اپنا رہا سہا بھرم کھو رہے ہیں۔ بلکہ بنظر دقیق

اسے حدیث کہہ کر اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا رہے ہیں جیسا کہ ابھی حدیث گذری کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے بلکہ ایک حدیث میں اس سے واضح تر ہے کہ فرمایا

من یکذب علیَّ ما لم اقل فلیتبوأ مقعدہ من النَّار

جس نے میری طرف منسوب کرکے وہ بات کہی جو میں نے نہیں کہی ہے تو وہ اپنا ٹھکانا جہنم بنائے۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ ولدت فی زمن الملک العادل حدیث نہیں تو اس علم کے بعد جو شخص اسے حدیث کہے وہ یقیناً اس وعید کا مستحق ہے انیر میں ہم ایک بہت بڑے دیوبندی بزرگ دیوبندی ہی نہیں غیر مقلد بزرگ بھی جو بہ ایک وقت دیوبندی بھی تھے اور غیر مقلد بھی تھے۔ اور دیوبندی حکیم الامت تھانوی صاحب کے مرید بھی تھے یعنی سلیمان ندوی صاحب کی تحقیق پیش کرتے ہیں شاید دیوبندیت اور غیر مقلدیت کے مجمع البحرین کی بات وہابی برادری مان لے۔ لکھتے ہیں۔

" ایرانیوں میں اس (نوشیرواں) کی عدل پروری اب تک مشہور ہے مگر اس کو یہ مبارک لقب اپنے عزیزوں اور افسروں اور ہزاروں بے گناہوں کے قتل کی بدولت ملا۔ (سیرۃ النبی ج ۴ ص ۱۶۴)

ہزاروں بے گناہوں کے قتل کا نام عدل مجوسی لغت کے ساتھ ساتھ دیوبندی لغت میں ہوسکتا ہے مگر دنیا کی کسی لغت میں نہیں ہوسکتا۔ دیوبندیو! تمہیں کچھ شرم نہیں آتی، ایسے ظالم کو عادل کہتے ہو اور عادل نہ کہنے پر فساد مچاتے ہو۔

دلھن کے پاؤں دھونے کا مسئلہ

فتاویٰ رضویہ جلد اول صـ۴۵۵ پر ہے۔

دلھن کو بیاہ کر لائیں تو مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھوکر پانی مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔

دیوبندی اس کو بیان کرکے زندگی بھر کے سیکھے ہوئے سارے کرتب دکھا ڈالتے ہیں۔ اور اکابر علمائے اہلسنت کا نام لے لے کر چیخ چیخ کر چیلنج کرتے ہیں کہ لاؤ دکھاؤ یہ کہاں ہے۔ اور یہ بھی مسخرہ پن کرتے ہیں کہ جب اس پانی سے برکت ہوتی ہے تو رضاخانی اسے تبرک کے طور پر اپنے گھروں میں لے جائیں نہیں۔

چونکہ فتاویٰ رضویہ میں حوالہ نہیں دیوبندی یہ جانتے تھے کہ عامۂ کتب میں یہ ہے نہیں کوئی حوالہ کہاں سے نکالے گا۔ یہ بات ایک حد تک صحیح بھی تھی کیونکہ جس کتاب میں یہ مذکور ہے وہ نایاب تھی کہیں ملتی نہ تھی لیکن ماضی قریب میں استنبول میں شائع ہوئی اور اس کے کچھ نسخے ہندوستان میں بھی آئے۔ دیوبندیو! تم بھی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر پڑھو اور اپنے مولویوں کی جہالت اور خیانت پر ماتم کرو۔

اماعین جلیلین محمد بن ابی بکر امام زادہ اور یعقوب بن سید علی "شرعۃ الاسلام" اور اس کی شرح "مفاتیح الجنان" میں لکھتے ہیں۔

من السنۃ ان یغسل الزوج رجلیھا و	سنت ہے کہ شوہر دلھن کے پاؤں کو دھووے
یرش ذالك الماء فی زوایا البیت یدخل	اور اس پانی کو گھر کے کونوں میں چھڑک دے
من ذالك الماء برکۃ صـ۴۴۷	اس سے برکت آئے گی۔

فتاویٰ رضویہ میں صرف یہ تھا کہ یہ مستحب ہے اور ان دونوں کتابوں میں اسے

سنت کہا گیا ہے۔

دیوبندیو! اپنے کسی دارالافتاء سے پوچھو سنت کا تمسخر کرنے والے کا کیا حکم ہے یقین رکھو اگر زید و عمرو کے نام سے سوال کروگے تو دیوبندی دارالافتاء سے بھی وہی جواب آئے گا جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے دیوبندیوں کے بارے دیا ہے۔

دیوبندیت ایسی بیماری ہے کہ اس کا علاج، علاج بالمثل کے سوا کچھ بھی نہیں قرآن حکیم پڑھو اینٹھتے رہیں گے، حدیث پاک سناؤ منہ بسورتے رہیں گے ہاں اگر ان کے کسی حضرت جی کا ارشاد سناؤ تو گھر میں گھس جائیں گے۔

تھانوی جی کا ایک نسخہ

دیوبندی امت کے حکیم جی تھانوی صاحب بہشتی زیور حصہ ہفتم میں لکھتے ہیں۔

"اگر کسی کو نظر لگ جائے جس پر شبہہ ہو کہ اس کی نظر لگی ہے اس کا منھ اور دونوں ہاتھ کہنی سمیت اور دونوں پاؤں اور دونوں زانوں استنجا کا موقع (پیشاب پاخانہ کا مقام) کو دھلوا کر پانی جمع کرکے اس شخص کے سر پر ڈالو جس کو نظر لگی ہے اس کو شفا ہو جائے گی"۔

انصاف پسند حضرات غور کریں کہ "شرعۃ الاسلام" اور "مفاتیح الجنان" میں تو صرف یہ تھا دلھن کے دونوں پاؤں دھوئیں گھر کے کونوں پر چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔ اس پر دیوبندی اپنا سارا کرتب دکھاتے ہیں اور یہاں یہ ہے کہ صرف پاؤں ہی نہیں اس کے پیشاب کا مقام بھی دھوئیں اس کے پائخانے کا مقام بھی دھوئیں مریض کے سر پر ڈالیں اس کو شفا ہو جائے گی۔ اگر یہ بات ہماری کسی کتاب میں ہوتی تو دیوبندی نقال خوب خوب چک پھیریاں کرتے کرتب دکھاتے۔ جب دین نہیں، دیانت نہیں خدا کا خوف نہیں، رسول سے شرم نہیں، آخرت کے مواخذے کا اندیشہ نہیں تو پھر ڈر کاہے کا۔ دیوبندیو! جب یہ پیشاب پائخانے کا دھوون آب شفا ہے۔ تو تم اس کو گھروں میں لے جاکر رکھو، پیو پلاؤ، تقسیم کرو۔

دوسرا نسخہ اعمال قرآنی میں دیوبندی برادری کے انہیں حکیم جی نے امساک کے لئے یعنی عورت کے ساتھ دیر تک ہمبستری کرنے کے لئے یہ عمل لکھا ہے۔

"انگور کی پتی پر آیتہ کریمہ اِنَّ اللّٰہَ یُمۡسِکُ السَّمٰوٰتِ الآیۃ لکھ کر ران پر باندھیں"۔

جس پتی یا کاغذ پر آیتہ کریمہ لکھی ہو اس کا چھونا جُنب تو جُنب ہے بے وضو کو بھی جائز نہیں۔ جب کہ ہمبستری سے وضو بھی ٹوٹے گا اور غسل واجب ہو گا۔ کتنی عمدہ دیوبندی تعلیم ہے۔ کہ لذت نفسانی کے لئے جی بھر کر قرآن مجید کی بے حرمتی کا سبق دیا جا رہا ہے۔

غوث وقت کی شان میں گستاخی

ابریز شریف ص۲۱ پر عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی قدس سرہٗ نے اپنا یہ واقعہ لکھا ہے۔

میں نے ایک رات اپنی دونوں بیویوں کو ایک خواب گاہ میں اکٹھا کیا ان میں سے ہر ایک بچھونے پر تنہا سوئی اور میں ایک بچھونے پر تنہا سویا۔ ——— اور گھر میں ایک بچھونا خالی رہ گیا جس پر کوئی نہیں سویا ——— میں نے یہ گمان کر کے کہ دوسری بیوی سو رہی ہے ایک بیوی سے ہمبستری کر لی ——— تھوڑی دیر سونے کے بعد یہ گمان کر کے کہ پہلی بیوی سو گئی ہے دوسری سے بھی ہمبستری کی ——— اس کے بعد جب میں حضرت شیخ عبد العزیز دبّاغ قدس سرہٗ کی زیارت کے لئے حاضر ہوا ——— میں اکثر ان کی زیارت کو جاتا تھا اگرچہ وہ کتنی ہی دور ہوں، ایک دن جب میں حاضر ہوا تو مجھ سے تفریح فرمانے لگے یہاں تک کہ فرمایا تم لوگ کیا کہتے ہو اس کے بارے میں کہ دو عورتوں کو ایک مکان میں جمع کرنا اور دونوں سے وطی کرنا کیسا ہے؟ ———

میں سمجھ گیا کہ انہوں نے مجھ سے جو سرزد ہوا ہے اس کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا ——— تو فرمایا ——— چوتھے بچھونے پر کون سویا تھا؟ میں نے عرض کیا سیدی میں نے گمان کیا تھا کہ دونوں سو رہی ہیں فرمایا نہ پہلی سوئی تھی اور نہ دوسری ——— علاوہ ازیں یہ مناسب نہیں۔ اگرچہ دونوں سو رہی ہوں ——— میں نے عرض کیا یا سیدی یہی مذہب ہے اور میں اللہ سے توبہ کرتا ہوں۔

اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ الملفوظ حصہ دوم میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس پر دیوبندی انتہائی پھوہڑ پن کے ساتھ تنقید کرتے ہیں لیکن بے چارے بے علم یہ نہیں جانتے کہ یہ واقعہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا گڑھا ہوا نہیں بلکہ تصوف کی انتہائی معتبر کتاب ابریز میں لکھا ہوا ہے اس واقعہ پر دیوبندی یا کوئی اور اعتراض کرے تو حقیقت میں اس کا اعتراض عارف باللہ حضرت سید احمد سجلماسی اور غوث وقت حضرت سیدنا عبد العزیز دبّاغ پر ہو گا۔ اب دیوبندی جتنا چاہیں اس پر پھکڑ بازی کریں۔

الملفوظ میں یہ ہے کہ جب حضرت سید احمد سجلماسی نے پوچھا کہ حضور کو کس طرح علم ہوا، فرمایا جہاں وہ سو رہی تھیں کوئی اور پلنگ بھی تھا عرض کیا ہاں ایک پلنگ خالی تھا ——— فرمایا اس پر میں تھا۔

چونکہ بعینہٖ یہی الفاظ ابریز شریف میں نہیں اس لئے جس طرح ڈوبتے ہوئے کو تنکے کا سہارا کافی ہوتا ہے، دیوبندی اس پر بہت اچھلتے کودتے ہیں لیکن یہ بھی ان کی جہالت یا شرارت ہے۔ یہ مضمون عبارت کے ردّ و بدل کے ساتھ ابریز شریف میں موجود ہے۔ حضرت سید احمد سجلماسی کے اس پوچھنے پر کہ آپ کو کیسے معلوم ہوا حضرت شیخ نے فرمایا۔ "من نام علی الفراش الرابع"۔ چوتھے بچھونے پر کون سویا تھا؟ یہ استفہام تقریری ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلتا ہے کہ اس چوتھے فراش پر میں سویا تھا۔ ورنہ سوال و جواب میں مطابقت نہ ہو گی، وہ پوچھ رہے ہیں حضور کو کیسے معلوم ہوا اس کا جواب اسی وقت بنے گا کہ "من نام علی الفراش الرابع"، سے مراد یہ ہو کہ اس

خالی چوتھے بچھونے پر میں سویا تھا۔

ہر شخص جانتا ہے کہ واقعات کے بیان کرنے میں الفاظ کا ردوبدل عام طور پر رائج ہے۔ اگر میں اس کی نظیر میں علمائے دیوبند کی کتابوں سے پیش کروں تو کتاب طویل ہوجائے گی۔

ناظرین کے اطمینان کے لئے ابریز شریف ہی سے اس قسم کا ایک اور واقعہ نقل کر دیتا ہوں۔ شیخ عبدالرحمٰن کہتے ہیں ـــــ میں شیخ کی زیارت کے لئے گیا جب بیٹھ گیا تو دریافت فرمایا۔ تونے اتوار کی رات میں کیا کیا۔ میں نے عرض کیا یاسیدی میں نے کیا کیا؟ فرمایا تو اپنی بیوی سے جماع کر رہا تھا۔ اور اپنے بچے کو بچھونے پر بٹھا رکھا تھا ـــــ کیا تونے یہ نہیں جانا کہ میں تیرے ساتھ موجود تھا۔ ص۲۷

اب دیوبندی بولیں کیا کہتے ہیں یہاں صاف تصریح ہے کہ میں تمہارے ساتھ موجود تھا۔ ناظرین کے خلجان کو دور کرنے کے لئے عرض ہے کہ باطنی طور پر کسی ذات کا ہمارے پوشیدہ احوال کو دیکھنا عیب نہیں ـــــ کیا اللہ عزوجل ہمارے ہر ظاہر و پوشیدہ اعمال و افعال کو نہیں دیکھتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کا دیکھنا بے حیائی ہے؟ باطنی امور کو ظاہری امور پر قیاس کرنا جہالت بھی ہے شرارت بھی ہے اور گمراہی کا ذریعہ بھی۔

دیوبندیوں کے پیرانِ پیر کی کرامت

مگر میں جانتا ہوں کہ دیوبندی اب بھی خاموش نہیں رہیں گے ـــــ اس لئے ضروری ہے کہ ان کے علاج کے لئے ان کے نہاں خانۂ خاص کا ایک راز فاش کر دوں۔ جس کا تعلق بانئ دیوبندیت گنگوہی صاحب اور ان کے پیر جی حاجی امداد اللہ صاحب سے ہے۔

ارواح ثلثہ ص۲۹ پر ہے۔

" ایک دفعہ حضرت گنگوہی جوش میں تھے ـــــ فرمایا ـــــ کہ

تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا"۔

اب دیوبندی بتائیں کہ جن تین سالوں میں جناب حاجی امداد صاحب کا چہرہ گنگوہی صاحب کے قلب میں رہا ان تین سالوں میں جب جب گنگوہی صاحب نے اپنی بیوی یا اپنے رفیقِ جانی نانوتوی صاحب سے ہم بستری کی حاجی صاحب ٹکر ٹکر دیکھتے رہے یا نہیں؟ صرف ٹکر ٹکر دیکھتے ہی نہیں رہے بلکہ جب گنگوہی صاحب کے قلب میں گھسے رہے تو ہم بستری کی لذت سے بھی لطف اندوز ہوتے رہے۔

سبحان اللہ! دیوبندی مذہب کتنا مزیدار ہے کہ ہم بستری کرے مرید اور لطف اندوز ہو مرید کے ساتھ پیر بھی۔

دیوبندیو! اگر تم پکے منافق نہیں آخرت کی پرسش پر ایمان ہے تو بولو حضرت شیخ احمد سجلماسی قدس سرہٗ کے واقعہ میں تصریح ہے کہ انہیں معلوم نہیں تھا کہ ان کے شیخ یہاں تشریف فرما ہیں۔ اس پر دیوبندیوں نے آسمان سر پر اٹھا لیا، لیکن گنگوہی صاحب کو معلوم تھا کہ میرے پیر جی میرے دل میں ہیں اور میری ہر حرکت کو ٹکر ٹکر دیکھ رہے ہیں۔ پھر بھی کبھی بیوی سے ہمبستری کرتے ہیں اور کبھی اپنے رفیقِ جانی نانوتوی صاحب سے۔ کبھی خواب میں کبھی بیداری میں۔ بولو کیا کہتے ہو۔؟

یہاں مزے کی بات یہ ہے کہ گنگوہی صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ان سے یعنی حضرت امداد سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہے کہ اگر بیوی سے ہمبستری کرنی چاہی تو پوچھا۔ حضور! بیوی سے ہمبستری کروں کہ نہیں؟ اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنی چاہی تو پوچھا۔ جب حضرت امداد نے بیوی سے ہمبستری کی اجازت دی تو بیوی سے ہمبستری کی۔ اور جب اپنے رفیق جانی نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنے کی اجازت دی تو نانوتوی صاحب سے ہمبستری کرنے کی اجازت دی، تو نانوتوی صاحب کے ساتھ ہمبستری کی۔

دیوبندیو! پیر ہو تو ایسا ؟ کہ مرد کے ساتھ بھی ہمبستری کرنے کی اجازت دے غالباً دیوبندی مذہب میں راہِ سلوک طے کرنے کا یہ بھی کوئی طریقہ ہے۔

دیوبندیو! خفامت ہو کہ میں نے یہ لکھ دیا کہ گنگوہی صاحب اپنے رفیق جانی نانوتوی کے ساتھ ہمبستری کرتے تھے۔ یہ خود تمہاری کتابوں میں، تمہارے ان بزرگوں کے حالات میں لکھا ہے۔ اٹھا کر دیکھو تذکرۃ الرشید حصہ دوم ص۲۸۱ اور ارواح ثلٰثہ ص۲۸۲ ان دونوں کتابوں کی اصل عبارت حصہ اول میں زیرِ عنوان۔ "دیوبندی برادری کی اشاعت فاحشہ" میں مذکور ہے۔

اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات ناظرین کی خدمت میں پیش کر رہا ہوں۔ جو خود حدیث شریف میں ہے بخاری کتاب الحیض، کتاب الانبیاء، کتاب القدر میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ان اللہ تبارك وتعالیٰ وكل بالرحم ملكاً يقول يارب نطفة يارب علقة يارب مضغة فاذا اراد اللہ ان يقضی خلقه قال هل ذكر ام انثی شقی ام سعيد فما الرزق فما الاجل قال فيكتب فی بطن امه	اللہ تعالیٰ نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر فرمایا ہے وہ کہتا ہے اے پروردگار نطفہ ہے اے پروردگار بستہ خون ہے اے پروردگار گوشت کا لوتھڑا ہے جب اللہ تعالیٰ فیصلہ فرما دیتا ہے اس کی پیدائش کا تو فرشتہ پوچھتا ہے مرد ہے یا عورت ؟ بدبخت ہے یا نیک بخت ؟ اسکی کتنی روزی ہے ؟ کتنی عمر ہے یہ سب لکھ لیا جاتا ہے اور بچہ ماں کے پیٹ میں رہتا ہے۔
جلد اول ص۴۶ جلد دوم ص۹۷۶	

کتاب الانبیاء کی روایت میں یہ ہے۔

وكّل فی الرحم ملكاً	رحم میں ایک فرشتے کو مقرر فرماتا ہے۔

اس سے ظاہر ہے کہ فرشتہ رحم میں داخل ہوتا ہے بلکہ یحییٰ بن زکریا بن ابی زائدہ عن الاعمش کی روایت میں یہ لفظ ہے۔

اذا استقرت النطفة فی الرحم اخذها الملك بكفه وقال ای رب اذكرٌ اَو انثیٰ (فتح الباری ج ۱۱ ص۴۰۸)	جب نطفہ رحم میں ٹھہر جاتا ہے فرشتہ اس کو اپنے ہاتھ میں لے کر پوچھتا ہے اے رب یہ مرد ہے یا عورت ؟

دیوبندیو! تمہارے مذہب کے مطابق کتنی بڑی بے حیائی کی بات ہے کہ فرشتہ رحم میں جا کر یا کم از کم عورت کی بچہ دانی میں ہاتھ ڈال کر نطفے کو ہاتھ میں لیتا ہے کیا شوہر کے علاوہ کسی کو یہ حق حاصل ہے کہ بچے دانی کے اندر جانا یا اس میں ہاتھ ڈالنا تو بڑی بات ہے اس کو دیکھ بھی سکتا ہے۔ بولو دیوبندیو! کیا جواب ہے۔ اسکے علاوہ قرآن مجید کی متعدد آیتوں اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ ہر انسان کے ساتھ کچھ فرشتے ہمیشہ رہتے ہیں ان میں کراماً کاتبین ان کے نامۂ اعمال لکھتے ہیں اور کچھ فرشتے انسان کی حفاظت پر مامور ہیں۔ فتح الباری اور عینی میں ہے کہ یہ کبھی انسان سے جدا نہیں ہوتے۔ اب بتاؤ جب انسان اپنی اہلیہ سے ہمبستری کرتا ہے فرشتے موجود ہیں دیکھ رہے ہیں۔ دیوبندی بتائیں کہ یہ بے حیائی ہے یا نہیں ؟

دیوبندیوں کو جانے دیجئے انصاف پسند ناظرین سے ہماری درخواست ہے کہ عالمِ غیب کی باتوں کو عالم شہادت کی باتوں پر قیاس کرنا ہی دیوبندیوں کی گمراہی ہے اگر عالم غیب کی باتوں کو عالم شہادت پر قیاس کریں گے تو جینا دوبھر ہو جائے گا۔ غور کیجئے ہر مسلمان جانتا ہے کہ ہمارے ساتھ کراماً کاتبین ہیں وہ ہمارے سارے احوال وافعال کو دیکھتے اور سنتے ہیں ہر مسلمان کا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے سب اعمال وافعال کو دیکھتا ہے پھر بھی انسان اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے حقوق زوجیت ادا کرتا ہے اور یہاں علامہ سید احمد سجلماسی اور حضرت مولانا عبدالرحمٰن کو اس کا شائبہ بھی نہ تھا کہ حضرت عبدالعزیز دباغ قدس سرہٗ ہمارے کمرے میں موجود ہیں۔ اس پر دیوبندی اتنا طوفان اٹھاتے ہیں اب ان سے کوئی پوچھے کہ اللہ تعالیٰ کے موجود ہونے اور کراماً کاتبین کے موجود ہونے کو کیا کہتے ہیں۔

اولیائے کرام سے استعانت کا راز

ابریز شریف ص۱۷۳ میں ہے۔

عارف باللہ حافظ الحدیث علامہ سید احمد سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ میں نے اپنے مرشد سید عبد العزیز دباغ رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا ——— کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ عوام اللہ عز وجل سے اپنی حاجتیں نہیں طلب کرتے، بلکہ اولیائے کرام مثلاً شیخ عبد القادر جیلانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ سے حاجتیں طلب کرتے ہیں تو حضرت شیخ نے یہ جواب ارشاد فرمایا۔

ولو توجهت ذات الظلمانية اليه تعالىٰ بجميع عروقها وبكل جواهرها وسئلته امراً ومنعها ولم يطلعها على سر القدر فى المنع فربما وقع لها وسواس فى وجود الحق سبحانه فتقع فى ماهوادهىٰ وأمرّ من عدم قضاء حاجتها فكان من المصلحة مافعله اهل الديوان من ربط عقول الناس بعباد الله الصالحين لانه اذا وقع لهم وسواس فى كونهم اولياء فان ذالك لايضرهم

ظلماتی ذات (عوام) اگر اللہ تعالیٰ کی طرف پورے طور پر متوجہ ہوں اور اس سے کچھ مانگیں اور اللہ تعالیٰ اسے نہ دے اور نہ دینے میں جو راز ہے اس پر مطلع نہ کرے تو بسا اوقات اسے حق سبحانہٗ کے وجود میں وسوسہ پیدا ہو جائے گا جس کی وجہ سے وہ حاجت پوری نہ ہونے سے بڑی مصیبت میں مبتلا ہو جائیگی۔ اس لئے مصلحت یہ تھی کہ جو اہل دیوان نے کیا کہ لوگوں کی عقلوں کو اللہ کے نیک بندوں کے ساتھ وابستہ کر دیا اس لئے کہ جب انہیں کسی کے ولی ہونے کے بارے میں وسوسہ ہو جائے یہ ان کے ایمان کو مضر نہیں۔

اسی مضمون کو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنی کتاب فقہ شہنشاہ میں اپنے الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔

حضرت علامہ سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدنا عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں۔

حضرات اولیاء نے ان کو قصداً ادھر لگا لیا ہے کہ دعا میں مراد ملنی نہ ملنی دونوں پہلو ہیں۔ عوام مراد نہ ملنے کی حکمتوں پر مطلع نہیں کئے جاتے ——— کہ اگر بالکلیہ خالص عز وجل ہی سے مانگتے پھر مراد ملتی نہ دیکھتے تو احتمال تھا کہ خدا کے وجود ہی سے منکر ہو جاتے اس لئے اولیاء نے ان کے دلوں کو اپنی طرف پھیر لیا کہ اب اگر مراد نہ ملنے پر بے اعتقادی کا وسوسہ آیا بھی، اس ولی کی نسبت آئے گا جس سے مدد چاہی تھی اس میں ایمان تو سلامت رہے گا۔ (ص ۴۹-۵۰)

دیوبندی حسّاد واعظین اس صاف ستھری واضح بات کو مسخ کر کے یہ کہتے ہیں کہ اعلیٰ حضرت نے یہ لکھ دیا کہ اللہ عز وجل سے مانگنے میں گمراہی کا اندیشہ ہے۔ اور اولیاً کرام سے مانگنے میں یہ اندیشہ نہیں۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے شروع ہی میں لکھ دیا ہے کہ۔

حضرت علامہ سجلماسی رحمۃ اللہ علیہ کتاب ابریز میں اپنے شیخ حضرت سیدنا عبد العزیز سے روایت کرتے ہیں۔ (ص۴۹)

ایسی صورت میں اس پر جو تیر و نشتر برسانا تھا وہ غوث وقت حضور سیدنا شیخ عبد العزیز دباغ قدس سرہٗ پر برساتے۔ ان پر لعن طعن کرتے ——— اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ صرف ناقل ہیں۔ انہیں کچھ نہ کہنا صرف اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو نشانہ

ملامت بنانا یہ باطنی خباثت کے ساتھ ساتھ شرارت بھی ہے —— پھر اگر انہیں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر سب وشتم کا شوق تھا تو اسے پورا کر لیتے لیکن ہمت تھی تو وہی جملہ حضرت شیخ عبد العزیز دباغ قدس سرہٗ کو بھی کہتے۔ کہیں یا نہ کہیں جب بات حضرت شیخ عبد العزیز دباغ کی ہے تو اس پر سارا لعن طعن حقیقت میں انہیں پر پڑیگا۔

لیکن دیوبندیوں سے کوئی مستبعد نہیں، ان کے مذہب کی بنیاد ہی انبیاء کرام اور اولیاءِ عظام کی اہانت اور ان پر سب وشتم پر ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی بات پر لعن طعن کرنے سے پہلے سنجیدگی سے غور کرنا چاہئے کہ یہ بات صحیح ہے یا غلط واقعہ کے مطابق ہے یا خلاف واقعہ۔

عوام کالانعام کی عادت ہے کہ اگر ان کی مراد پوری نہیں ہوتی تو اللہ عزوجل کی جناب میں جو جی میں آتا ہے بکنے لگتے ہیں۔ وہ یہ بھی نہیں جانتے کہ جو دعا مانگ رہے ہیں ان کے حق میں مفید ہے یا مضر۔ اللہ عزوجل خوب جانتا ہے بندے پر مہربانی کی بنا پر اس کی ایسی دعا قبول نہیں کرتا جو بندے کے لئے مضر ہے۔ بندہ اس راز کو نہیں جانتا اس پر ناراض ہو جاتا ہے۔

حضرت سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے گلستاں میں یہ حکایت لکھی ہے کہ میرے ایک دوست کے اولاد نہیں تھی میں جب سفر سے واپس ہوا تو وہ صاحب اولاد ہو چکے تھے۔ میں نے ان سے پوچھا یہ کیسے ہوا تو انہوں نے بتایا کہ مجھے ایک صاحب نے بتایا کہ فلاں درخت کے نیچے جا کر دعا کرو۔ وہاں جو دعا کی جاتی ہے قبول ہوتی ہے۔ میں نے اس درخت کے نیچے جا کر دعا کی اللہ عزوجل نے میری دعا قبول فرمائی اور یہ بیٹا ہوا —— حضرت شیخ سعدی لکھتے ہیں کہ اس لڑکے نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اگر مجھے معلوم ہو جاتا کہ وہ کون سا درخت ہے تو میں وہاں جا کر یہ دعا مانگتا کہ اے اللہ میرے باپ کو موت دیدے۔ ناظرین خود سوچیں کہ اس شخص کے حق میں دعا قبول ہونا کتنا مضر تھا۔ یہ بات شروع ہی سے چلی آرہی ہے۔

حدیث میں ہے کہ بدو اسلام قبول کرتے، اسلام قبول کرنے کے بعد اگر اسکی بیوی کے بیٹا ہوتا اور اونٹنی کو اونٹنی، تو کہتا دین بہت اچھا ہے۔ اور اگر اس کے برخلاف ہوتا تو کہتا دین بہت برا ہے۔

عوام کا حال یہ ہے کہ اگر کسی پیر سے مرید ہوتے اور ان کا روبار ترقی کرنے لگا تو پھر کیا کہنا پیر صاحب کی ولایت میں اس کو کوئی شبہہ نہیں رہتا اور اگر مرید ہونے کے بعد کاروبار خراب ہو گیا تو ساری ولایت ختم۔

اگر کسی شخص کی دکان پر کوئی عالم یا شیخ بیٹھ گیا اور اس دن اس کی خوب بکری ہوئی تو یہ عالم اور پیر ولی ہو گیا۔ اور اگر اس دن بکری کم ہو گئی تو وہ عالم اور شیخ منحوس ہو گیا۔

اس ماحول میں اگر کسی کم ظرف نے اللہ عزوجل سے کچھ مانگا اور بار بار مانگا اور نہیں ملا تو اس کا خطرہ ہے کہ اپنی کم ظرفی سے وہ اللہ کے وجود کا منکر ہو جائے ایسی صورت میں اس کا ایمان کہاں باقی رہا۔ اور اگر کسی ولی سے مانگا اور مراد پوری نہیں ہوئی تو زیادہ سے زیادہ وہ اس ولی کی ولایت کا منکر ہوگا۔ بہر حال یہ بات طے ہے کہ کسی ولی کی ولایت سے انکار کرنے سے آدمی کافر نہیں ہوتا۔

میں تو یہ نہیں کہہ سکتا کہ اتنی صاف ستھری بات دیوبندیوں کے ذہن میں نہیں آئی ہوگی جب کہ عام سمجھدار آدمی اس کو سمجھتا ہے۔ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے عوام کو برگشتہ کرنے کے لئے اس صاف ستھری بات کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ کم عقل لوگ الجھ جائیں۔

ایک دیوبندی عبادت

اب تک جو کچھ ہم نے لکھا یہ بجواب آں غزل تھا اب ہم اپنے ان خاص مہربانوں کی خدمت میں ایک بہت لذیذ تحفہ پیش کرتے ہیں جو ان کے مذہب کی خاص پر لطف عبادت ہے ایسی عبادت جس میں شروع سے اخیر تک لذت ہی لذت ہے۔ ناظرین خصوصاً دیوبندی بہت غور سے پڑھیں۔ دیوبندی جماعت کے

شیخ الاسلام جناب شبیر احمد صاحب عثمانی نے اپنے شیخ الہند مولوی محمود حسن
صاحب کے ترجمے پر جو تفسیر لکھی ہے اس میں سورۂ نساء کی آیت کریمہ "اِنْ
تَجْتَنِبُوْا کَبَائِرَ مَا تُنْهَوْنَ" کے تحت لکھا ہے۔

"سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے
کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کی مقدمات اور اسباب ہوں
اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرے ـــــ
لیکن فعل زنا کا ترتب اور اس کا بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف
ہے۔ یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ، زبان، دل سب کا زانی
ہونا متحقق ہو گیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب وذرائع صرف فعل
فرج کا تحقق نہیں ہوا بلکہ زنا سے توبہ واجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام
وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت کی باعث گناہ
قرار دیئے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے یعنی انکا زنا
ہونا باطل ہو گیا ـــــ اور گویا اس کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا
عبادت بن گئی ـــــ کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ
عبادت بلکہ مباح تھے سب اس وجہ سے کہ زنا کے لئے وسیلہ بنتے
تھے معصیت میں داخل ہو گئے جب زنا کے لئے وسیلہ نہ رہے بلکہ
زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں
شمار ہونا اور ان کو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح مخالف ہے"۔

دیوبندیو! تمہارے شیخ التفسیر صاحب نے کتنی عمدہ مزے دار
عبادت ایجاد کر دی ہے ـــــ طوائف کے کوٹھے پر چلے جاؤ اسے خوب دیکھو
اس سے خوب باتیں کرو، ہنسی مذاق کرو، مول بھاؤ کرو اور رات بھر کرتے
رہو مگر زنا نہ کرو تو یہ چیزیں عبادت ہو گئیں، رنڈی کے کوٹھے پر جانا عبادت
تنہائی میں اس کے ساتھ اکٹھے رہنا عبادت، ہنسی مذاق کرنا عبادت، مول بھاؤ

کرنا عبادت۔ اس سے چھیڑ خانی کرنا عبادت۔

پھر رنڈی ہی کی تخصیص نہیں اگر کسی مشتہاۃ لڑکے کے ساتھ یہی معاملہ ہو
اور دخول نہ ہو تو سب عبادت۔

غالباً اسی عبادت کو ادا کرنے کے لئے گنگوہ کی بھری خانقاہ میں اپنے رفیق
بھائی نانوتوی صاحب کو چارپائی پر چت لٹا کر گنگوہی جی انکی چھاتی پر ہاتھ رکھا کرتے تھے۔
رہ گئی بیچ میں توبہ کی بات تو اولاً توبہ سے گناہ معاف تو ہو جاتے ہیں مگر عبادت نہیں
ہوتے، ثانیاً اپنے شیخ التفسیر کی تحقیق غور سے پڑھو، انہوں نے صاف تصریح
کی ہے۔

کیونکہ فی نفسہ وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے۔

اور جب مباح تھے معصیت نہیں تھے تو ان سے توبہ کیسی اس سے ظاہر ہے
کہ توبہ کا ذکر دھوکہ کی ٹٹی ہے۔ غالباً مالدار طبقہ اس لئے دیوبندی ہوتا ہے کہ چلو
رات بھر رنڈی کے کوٹھے پر رہیں گے اسے جی بھر کر دیکھیں گے ہنسی مذاق کرینگے
شہوانی باتیں کریں گے چھیڑ خانی کریں گے پوری رات عبادت میں بسر ہو گئی اور
رنڈی کے کوٹھے پر ہوتے ہوئے عابد شب زندہ دار کہلائیں گے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کا مسئلہ

○ مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر کے سلسلہ میں وہابیوں کے دو شبہات ہیں۔
اول یہ کہ مجدد اعظم قدس سرہٗ نے "الکوکبۃ الشہابیۃ" میں لکھا

○ یہاں انبیاء و ملائکہ و قیامت و جنت و نار وغیرہ تمام ایمانیات کے ماننے سے صاف انکار کیا یہ کفر بھی صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ص۱۸

○ وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی۔ ص۲۴

○ مگر اس مدعی اسلام بلکہ مدعی امامت کا کلیجہ چیر کر دیکھئے کہ اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے۔ ص۲۷

○ اور انصاف کیجئے! تو اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں ص۲۹

وہابیوں کا پہلا شبہہ یہ ہے کہ جب مولوی اسمٰعیل دہلوی نے ایسا کفر بکا جو صدہا کفریات کا مجموعہ ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب میں صریح گستاخی کی۔ ان کی جناب میں بے دھڑک صریح سب و دشنام کے لفظ لکھ دیئے جس میں کسی تاویل کی جگہ نہیں۔ تو پھر مولوی اسمٰعیل کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا۔ "الکوکبۃ الشہابیۃ" کے اخیر میں لکھا۔

"ہمارے نزدیک مقام احتیاط میں اکفار (یعنی کافر کہنے) سے کف لسان (یعنی زبان روکنا) ماخوذ و مختار و مرضی و مناسب۔ اور سل

السیوف الہندیہ میں فرمایا ہے۔

یہ حکم فقہی متعلق بکلمات سفہی تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی بے شمار رحمتیں بے حد برکتیں ہمارے علماء کرام پر کہ یہ کچھ دیکھتے اس طائفہ کے پیر سے سچے مسلمانوں کو نسبت حکم کفر و شرک سنتے ہیں با ایں ہمہ نہ شدت غضب دامن احتیاط ان کے ہاتھ سے چھڑاتی ہے۔ نہ قوت انتقام حرکت میں آتی ہے اور اب تک یہی تحقیق فرما رہے ہیں کہ لزوم التزام میں فرق ہے۔ اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ——— ہم احتیاط برتیں گے۔ جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ سبحان السبوح میں فرمایا۔

ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لا الٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جب تک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہو جائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل باقی نہ رہے ص۸

جواب سے پہلے ہم ناظرین کو یہ بتا دینا چاہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی پر جو الزامات لگائے ہیں وہ اپنی جگہ صحیح ہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے اپنی کتاب "تقویۃ الایمان" کے ص۸ پر لکھا اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ ——— پھر ص۱۲ اور ص۱۵ پر تفصیل سے یوں لکھا۔

"یعنی جتنے پیغمبر آئے سو اللہ کی طرف سے یہی حکم لائے ہیں کہ اللہ کو مانیں اور اس کے سوا کسی کو نہ مانیں۔"

ناظرین خود فیصلہ کریں کہ جب وہ صاف صاف لکھ رہے ہیں کہ اللہ کے سوا کسی کو نہ مانیں اوروں کو ماننا محض خبط ہے۔ اس کا صاف صریح مطلب یہ ہوا کہ نہ رسولوں کو مانیں نہ انبیاء کو مانیں، نہ فرشتوں کو مانیں، نہ قیامت کو مانیں، نہ جنت و دوزخ کو مانیں کیا یہ صدہا کفریات کا مجموعہ نہیں۔

انہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے صراط مستقیم میں صاف صاف لکھا۔

"نماز میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال لانا اپنے بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر ہے۔ ص ۹۵

انہیں مولوی اسمٰعیل دہلوی نے تقویۃ الایمان میں ص۷ پر ایک حدیث لکھنے کے بعد "ف" لکھ کر یہ جڑ دیا (یعنی میں بھی ایک دن مر کر مٹی میں ملنے والا ہوں)

ہر انصاف پسند بتائے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خیال لانے کو بیل اور گدھے کے خیال میں ڈوب جانے سے بدرجہا بدتر بتانا اور آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مر کر مٹی میں ملنے والا بتانا صریح دشنام اور کھلی گستاخی نہیں۔

وہابیوں پر لازم تھا کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے ان کے امام الطائفہ پر جو الزام لگائے تھے اس کی صفائی دیتے لیکن ایک صدی سے زائد گذرنے کے باوجود وہابی برادری کے کسی فرد کو توفیق نہ ہوئی کہ ان الزامات کو غلط ثابت کرے ——— غلط کیسے ثابت کریں گے جب کہ یہ ساری عبارتیں دہلوی صاحب کی کتابوں میں موجود ہیں ——— رہ گیا یہ سوال کہ پھر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اسمٰعیل دہلوی صاحب کی تکفیر سے کف لسان کیوں فرمایا؟

اس کے جوابات یہ ہیں ——— اولاً یہی جرم آپ لوگوں کے امام الکل فی الکل گنگوہی صاحب نے بھی کیا ——— فتاویٰ رشیدیہ ص۶ پر ہے۔ ان افعال کو کفر ہی کہنا چاہئے مگر مسلم کے فعل کی تاویل لازم ہے۔ ان افعال میں گستاخی آذیت ظاہر ہے پس ان کا لکھنا کفر ہوگا۔ اب سب دیوبندی مجھے بتائیں کہ افعال کفر مگر قائل کو کافر کہنے سے اجتناب کس بنیاد پر ہے۔ جس دن کوئی دیوبندی اپنے قطب الارشاد کے اس ارشاد کی توجیہہ کر دے گا اُسی دن اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشاد کی توجیہہ خود دیوبندیوں کے منہ سے سامنے آجائے گی۔

لیکن میں جانتا ہوں کہ دیوبندی ایک بہت ہی چالاک قوم ہے وہ کبھی بھی اپنے شیخ الکل فی الکل کے قول کی کوئی توجیہہ نہیں کریں گے۔ وہ جانتے ہیں کہ پھر ہمارا سارا کیا کرایا مٹی میں مل جائے گا۔

اور ہم اہل سنت کا مقصود نہ عوام کو اُلجھن میں ڈالنا ہے نہ فساد پھیلانا ہے بلکہ ناواقف عوام کو مطمئن کرنا اور فساد کو بیخ و بُن سے اکھاڑ پھینکنا ہے اسلئے ہم چند مختصر باتیں لکھ دیتے ہیں۔ ویسے دیوبندیوں کے اس شبہہ کا جواب علمائے اہل سنت بارہا تحریر فرما چکے ہیں "الموت الاحمر" "العذاب الشدید" وغیرہ میں اس کی پوری تفصیل درج ہے۔

ہم انہیں کتابوں کے چند اقتباسات پیش کر رہے ہیں۔ اس کے لئے چند تشریحی نوٹ ذہن نشین کر لیں۔

صریح کی دو قسمیں ہیں صریح متبین اور صریح متعین ——— اول ایسا کلام جس کا ظاہر معنی کفر ہے اور اس کی کوئی تاویل قریب نہیں۔ اگرچہ تاویل بعید ہو۔ اس کو صریح متبین کہتے ہیں۔ تقریب فہم کے لئے کلمات کفر سے ہٹ کر اسکی مثال لفظ طلاق ہے ——— نکاح ختم کرنے کے معنی میں یہ صریح ہے کہ یہی اس کا ظاہر معنی ہے۔ جب بیوی کی طرف نسبت کر کے بولتے ہیں تو اس سے ہر شخص یہی سمجھتا ہے ——— لیکن اس کا دوسرا معنی بندش کھولنا بھی ہے۔ اور یہ بھی مستعمل ہے۔ لیکن یہ معنی بعید ہے اگرچہ لغوی ہے حتیٰ کہ اس کے مراد ہونے کیلئے قرینہ کی ضرورت ہے۔

فقہائے کرام کا اس پر اتفاق ہے کہ لفظ طلاق سے بلا نیت طلاق پڑ جائے گی بلکہ اگر بولنے والا کہے کہ میری نیت کی نہ تھی جب بھی حکم یہی ہوگا کہ طلاق پڑ گئی۔

ہدایہ میں ہے۔

الطلاق ضربان صریح وکنایۃ فالصریح انت طالق لایفتقر الی النیۃ لانہ صریح فیہ لغلبۃ الاستعمال ولو نوی الطلاق عن وثاق لم یُدَیَّنُ فی القضاء لانہ خلاف الظاہر ویدین فیما بینہ وبین اللہ تعالیٰ لانہ نوی مایحتملہ

طلاق کی دو قسمیں ہیں صریح اور کنایہ۔ صریح جیسے "اَنْتِ طَالِقٌ"

____ اور یہ نیت کا محتاج نہیں۔ اس لئے کہ وہ غلبۂ استعمال کی وجہ سے طلاق کے معنی میں صریح ہے۔ اور اگر قائل کہے کہ میں نے بندش کھولنے کی نیت کی تھی تو اس کا اعتبار نہیں اس لئے کہ وہ خلاف ظاہر ہے ____ ہاں فی مابینہٖ وبین اللہ معتبر ہے اس لئے کہ اس نے اس معنی کی نیت کی جس کا لفظ احتمال رکھتا ہے۔

اسی کے تحت فتح القدیر میں ہے۔

ما غلب استعمالہ فی معنی بحیث یتبادر حقیقۃ أو مجازاً صریح فان لم یستعمل فی غیرہ فاولیٰ بالصراحۃ

لفظ جس معنی میں غالب استعمال ہو وہ صریح ہے اس حیثیت سے کہ اس لفظ سے ذہن اس معنی کی طرف سبقت کرتا ہے خواہ وہ معنی حقیقی ہو یا مجازی اور اگر دوسرے معنی میں مستعمل نہ ہو تو بدرجۂ اولیٰ صریح ہے۔

چند سطر کے بعد ہے۔

والغلبۃ فی مفهومها الاستعمال فی الغیر قلیلا

غلبۂ استعمال کے مفہوم میں داخل ہے کہ دوسرے معنی میں بھی قلیل استعمال ہوتا ہو

"یحتملہ" کے تحت عنایہ میں ہے۔

اذا الطلاق من الاطلاق یستعمل فی الابل والوثاق

اسلئے کہ لفظ طلاق اونٹ کھولنے اور بندش کھولنے کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔

ان سب کا حاصل یہ نکلا کہ صریح بول کر کبھی یہ مراد لیتے ہیں کہ اسکا ظاہر معنی یہ ہے اگرچہ اس کا کوئی اور خفی معنی ہو اور لفظ طلاق اسی قسم سے ہے کہ اس کا ظاہر معنی طلاق شرعی ہے۔ لیکن بندش کھولنے کے معنی میں بھی مستعمل ہے (جو خفی ہے)۔ اس لئے یہ پہلے معنی میں ظاہر ہے کیونکہ جب طلاق بولا جاتا ہے تو ذہن طلاق شرعی کی طرف منتقل ہوتا ہے اور دوسرا معنی مراد لینے کے لئے قرینہ کی حاجت ہوتی ہے اس لئے لفظ طلاق سے بلانیت طلاق پڑجاتی ہے بلکہ اگر شوہر کہے کہ میری نیت

طلاق کی نہیں تھی۔ جب بھی پڑجائے گی اسی کو صریح متبین کہتے ہیں۔

نیز ان عبارتوں سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ صریح کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ اس میں دوسرے معنی کا قطعاً احتمال نہ ہو۔ جیسا کہ امام ابن ہمام نے فرمایا فان لم یستعمل فی غیرہ فاولی بالصَّراحۃ اگر وہ لفظ دوسرے معنی میں استعمال نہ کیا جائے تو بدرجۂ اولیٰ صریح ہے۔ اس کو صریح متعین کہتے ہیں۔

اسی قبیل سے وہ کفری کلام ہے جس کا معنی کفر ہی ہو ظاہر معنی بھی کفر ہو اور خفی معنی بھی کفر ہو۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہو نہ بعید کی۔ جیسے یہ کہنا کہ اللہ موجود نہیں۔ اس سے کلام کی دو قسمیں ثابت ہوگئیں۔ صریح متبین، صریح متعین۔

____ جمہور فقہاء کرام ایسے کلام جو کفری معنی میں صریح متبین ہو قائل کو کافر کہتے ہیں۔ ____ کتب فقہ میں سیکڑوں کلمات ایسے مذکور ہیں جو کفری معنی میں صریح متبین ہیں اور فقہاء ان کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔ البحر الرائق، عالم گیری وغیرہ میں ایسے کلمات مذکور ہیں۔

الاعلام بقواطع الاسلام میں ہے۔

علمنا بما دل علیہ لفظہٗ صریحا وقلنا لہ انت حیث اطلقت هذا اللفظ ولم تؤل انت کافراً وان کنت لم تقصد ذالك لان انما نحکم بالکفر باعتبار الظاهر وقصدك وعدمهٗ انما ترتبط بہ الاحکام باعتبار الباطن فاللفظ اذا کان محتملا لمعان کان فی بعضها اظهر عُمِل علیہ وکذا استوت ووجد

ہم لفظ صریح کے مدلول پر عمل کریں گے اور کہیں گے کہ تم نے جب یہ لفظ کہا اور تاویل نہیں کی تو کافر ہوگیا۔ اگرچہ تو نے اس کا قصد نہ کیا ہو۔ کیونکہ ظاہر معنی کے لحاظ سے کفر کا حکم کرتے ہیں اور تیرے قصد اور عدم قصد پر احکام باطنی کا تعلق ہے۔ اس لئے لفظ اگرچہ چند معانی کا احتمال رکھے تو اگر بعض میں زیادہ ظاہر ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا یوں ہی اگر سب برابر ہوں اور کسی ایک کے لئے کوئی مرجح ہو تو بھی اسی پر

لاحدهامرجحٌ بل ارادة و عدمها لا شغل لنا بها	عمل کریں گے۔ ارادہ اور عدم ارادہ سے ہمیں مطلب نہیں۔

صاف صاف فرمایا ہم لفظ کے معنی صریح پر عمل کرتے ہیں ہم ظاہر معنی کے لحاظ سے کافر کہتے ہیں۔ جب لفظ چند معنی کا احتمال رکھے اور ایک معنی زیادہ ظاہر ہو تو ہم لفظ کو اسی پر محمول کرتے ہیں۔ اگر کفری معنی زیادہ ظاہر ہو اور قائل سے تاویل منقول نہ ہو تو ہم اس کے کافر ہونے کا حکم دیتے ہیں اس کی چھان بین نہیں کرتے۔

اس ارشاد کی روشنی میں دہلوی صاحب کے چند اقوال کفریہ بطور نمونہ جو اُو نقل کئے ہیں ان کو ناظرین دیکھیں اور خود فیصلہ کریں کہ ان کا مدلول ظاہر کفر ہے یا نہیں؟ ہر منصف کو ماننا پڑے گا کہ دہلوی صاحب کے ان اقوال کا ظاہر مدلول صریح کفر ہے گستاخی ہے۔ اس لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا یہ فرمانا کہ اس پر کفر لازم ہے جماہیر فقہاء و اصحاب فتویٰ کی تصریحات کے بموجب یہ مرتد ہے کافر ہے بلاشبہ حق و صحیح ہے۔

محققین فقہاء و متکلمین کا مذہب

لیکن محققین فقہاء و متکلمین فرماتے ہیں کہ اگر قائل کی نیت معلوم نہیں اور کلام میں کسی تاویل کی گنجائش ہے اگرچہ وہ بعید ہو ہم اسے کافر کہنے سے زبان روکیں گے جس کا حاصل یہ نکلا کہ یہ حضرات صریح متبین پر تکفیر نہیں فرماتے ہاں اگر صریح متعین ہو تو یہ بھی کافر کہتے ہیں۔

البحر الرائق میں ہے۔

وفی الخلاصة وغیرها اذا کان فی المسئلة وجوه توجب التکفیر ووجه واحد یمنع التکفیر فعلی المفتی أن یمیل الی الوجه الذی یمنع التکفیر تحسینًا للظن بالمسلم	خلاصہ وغیرہ میں ہے جب کسی مسئلے میں متعدد وجوہ کفر کی ہوں اور ایک وجہ تکفیر سے روکتی ہو تو مفتی پر واجب ہے کہ اسی وجہ کا اعتبار کرے جو تکفیر سے منع کرتی ہو مسلمان کے ساتھ حسن ظن کی بناء

الا اذا صرّح بارادة موجب الکفر فلا ینفعه التاویل حینئذ وفی التاتارخانیة لا یکفر بالمحتمل (جلد خامس ص۱۳۴)	پر جب کہ کفری معنی کے مراد ہونے کی صراحت ہو تو اسے تاویل نفع نہ دے گی۔ اور تتارخانیہ میں ہے متحمل پر تکفیر نہیں کی جائے گی۔

اسی بنا پر علامہ ابن نجیم نے ان الفاظ کفر کو نقل کرنے کے بعد جن پر فقہائے قائل کو کافر کہا تھا فرماتے ہیں۔

فاکثر الفاظ التکفیر المذکورة لا یفتی بالتکفیر بها ولقد الزمت نفسی ان لا افتی بشی منها (البحر الرائق ج ۵ ص۱۳۵)	تکفیر کے اکثر الفاظ جو مذکور ہوئے انکے قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ نہ دیا جائے اور میں نے اپنے اوپر یہی لازم کرلیا ہے۔

یہاں غور طلب بات یہ ہے کہ بحر الرائق میں مذکورہ کلمات کفر پر علماء نے قائل کی تکفیر کی لیکن علامہ ابن نجیم فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے اوپر لازم کرلیا ہے کہ ان کفریہ کلمات کے قائل کو کافر نہیں کہوں گا آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ پر چھپ چھپ کر اعتراض کرنے والے دیوبندیوں میں ہمت ہے تو اس کو بتائیں لیکن میں جانتا ہوں کہ پوری دیوبندی برادری مرتے مرجائے گی اس کو نہیں بتائے گی۔ بتادیں تو خود ان کے قلم سے ان کے منھ سے انکا اعتراض ہَبَاءً منثورا ہو جائے گا۔ لیکن ناظرین کی الجھن دور کرنے کے لئے ہم بتائے دیتے ہیں۔

بات وہی ہے کہ اکثر یہ کلمات کفر صریح متبین ہیں لیکن ان کا ظاہر معنی کفر ہے ان میں کسی تاویل قریب کی گنجائش نہیں اگرچہ تاویل بعید ہوسکتی ہے اس لئے جمہور فقہاء ان کلمات کے قائل کو کافر کہتے ہیں۔ لیکن علامہ ابن نجیم کا مختار محققین فقہاء کا مذہب ہے کہ جب تک کلمہ کفر صریح متعین نہ ہو تو تکفیر سے کف لسان کرتے ہیں اگر کسی کلام میں تاویل بعید کی گنجائش ہو تو تکفیر سے احتیاط برتیں گے۔ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے اپنے اس قول میں اس کو واضح بھی فرمادیا ہے

لکھتے ہیں۔

" اس فرقہ متفرقہ یعنی وہابیہ اسماعیلیہ اور اس کے امام نافرجام پر جزما قطعاً یقیناً اجماعاً بوجوہ کثیرہ کفر لازم اور بلاشبہ جماہیر فقہار کرام و اصحاب فتویٰ اکابر اعلام کی تصریحات واضحہ پر یہ سب کے سب مرتد کافر ہیں "۔ ص۵۴

جماہیر فقہار کرام واصحاب فتویٰ کی قید سے واضح ہے کہ یہ حکم جمہور فقہا کی روش پر ہے کہ وہ صریح متبین پر قائل کو کافر کہتے ہیں۔ جیساکہ عامۂ کتب فقہیہ میں مذکور اکثر کلمات کفر پر فقہار کرام نے تکفیر فرمائی مگر محققین متکلمین نے کف لسان فرمایا۔ یہ بات ایسی نہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے واضح نہ فرمائی ہو۔ " الکوکبة الشہابیة " " سل السیوف الهندیة " میں نہایت وضاحت سے بیان فرمادیا ہے۔ سل السیوف الهندیة میں ہے۔

" لزوم والتزام میں فرق ہے اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات ہم احتیاط برتیں گے جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ ص۲۲

سبحان السبوح میں تحریر فرمایا۔

امام الطائفہ (اسمٰعیل دہلوی) کے کفر پر بھی حکم نہیں کرتا، ہمیں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل لاالٰہ الا اللہ کی تکفیر سے منع فرمایا ہے۔ جبتک وجہ کفر آفتاب سے زیادہ روشن نہ ہوجائے اور حکم اسلام کے لئے اصلاً کوئی ضعیف سا ضعیف محمل بھی باقی نہ ہے۔ ص۸۰

ناظرین ضعیف سے ضعیف احتمال اور محمل پر غور کریں یہ صاف اس بات کی تصریح ہے کہ تکفیر سے کف لسان اس بنا پر ہے کہ اس کے کلمات میں تاویل بعید کی گنجائش ہے۔ اس کا حاصل یہی نکلا کہ محققین فقہار اور جمہور متکلمین کے مذہب کی بنار پر تکفیر سے زبان روکی۔ اسی تقریر سے دیوبندیوں کا یہ مغالطہ بھی رد ہوگیا۔ کہ

وہ کہتے ہیں کہ مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے الکوکبة الشہابیة میں دہلوی کے کفریات کے بارے میں یہ لکھا۔

" وہابی صاحبو! تمہارے پیشوا نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں کیسی صریح گستاخی کی"۔ ص۲۴

" اس نے کس جگر سے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت بے دھڑک یہ صریح سب ودشنام کے لفظ لکھ دیئے"۔ ص۲۷

انصاف کیجئے اس کھلی گستاخی میں کوئی تاویل کی جگہ بھی نہیں۔

الکوکبة الشہابیة، سل السیوف الہندیہ کفر فقہی کے بیان میں ہے۔ اسلئے ان میں جو شرعی اصطلاحی الفاظ آئے ہیں ان میں وہی معنی مراد ہوں گے جو فقہار کی اصطلاح ہے۔ فقہار جب صریح بولتے ہیں تو ان کی مراد صریح متبین ہوتی ہے اور جب یہ فرماتے ہیں کہ اس میں تاویل کی گنجائش ہے یا تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد تاویل قریب ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب ان کے نزدیک تاویل بعید معتبر نہیں تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ اس لئے الکوکبة الشہابیة، یا سل السیوف الهندیة میں جہاں لفظ صریح آیا ہے۔ اس سے مراد صریح متبین ہوتا ہے اور جہاں فرمایا کہ تاویل کی گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہے اور ہر شخص کو معلوم ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ تاویل بعید نہ ہو۔

متکلمین کے نزدیک جب تاویل بعید بھی معتبر ہے تو اگر وہ یہ فرمائیں کہ اس کلام میں تاویل کی گنجائش ہے تو ان کی مراد تاویل قریب بھی ہوسکتی ہے۔ اور تاویل بعید بھی۔ اور جب یہ فرمائیں کہ تاویل کی گنجائش نہیں تو ان کی مراد یہ ہوتی ہے کہ نہ قریب کی گنجائش نہ بعید کی۔

اب بات واضح ہوگئی کہ الکوکبة الشہابیة اور سل السیوف الهندیة میں چونکہ جمہور فقہار کی روش پر کلام تھا۔ جب فرمایا کہ اس میں تاویل کی گنجائش نہیں اس سے

مرادیہ ہے کہ تاویل قریب کی گنجائش نہیں اور اخیر میں متکلمین کے مذہب کے مطابق جب اپنا فیصلہ سنایا کہ جب تک ضعیف سا ضعیف احتمال ملے گا حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے۔ یہاں مُراد تاویل بعید ہے۔ لفظ "ضعیف سا ضعیف" اس کی نشاندہی کر رہا ہے اس لئے ان ارشادات میں نہ کوئی تضاد ہے اور نہ کوئی تناقض

بانیٔ دیوبندیت گنگوہی صاحب نے بھی تصریح کی ہے کہ بعض فرقے محدثین کے نزدیک کافر ہیں اور متکلمین کے نزدیک کافر نہیں صرف فاسق ہیں۔ تذکرۃ الرشید میں ان کا قول منقول ہے کہ۔

"کہا ہاں اہل ہوا رکا خدشہ رہا سو یا بطور محدثین ان کو کافر کہو یا بطور متکلمین فاسق"۔ (حصہ اوّل ص۱۶۱)

دوسرا شبہہ

صلح کلی "تحذیر الناس، براہین قاطعہ، حفظ الایمان کے مصنفین کو کفر سے بچانے کے لئے اس کا بہت زوروں سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ استاذ الاساتذہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی یقینی حتمی تکفیر کی یہاں تک حکم دیا کہ جو اس کے ان کفریات پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ کہے خود کافر ہے۔ "تحقیق الفتویٰ" اور "سیف الجبار" وغیرہ میں اس کی تصریح موجود ہے۔

لیکن مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان فرمایا ہے اس کے باوجود اہل سنت ان دونوں بزرگوں کو اپنا امام اور مقتدیٰ تسلیم کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ ہونا چاہئے تھا کہ اگر علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ کو حق پر مانتے ہیں۔ تو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو کافر مانیں۔

اسی طرح مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ اور ان کے معاصر علمائے اہل سنت حتیٰ کہ علمائے حرمین طیبین نے نانوتوی، گنگوہی، انبیٹھی، تھانوی صاحبان کو اگر کافر کہا اور وہ بھی اس تفصیل کے ساتھ کہ جو ان کے کفریات پر مطلع ہو کر انھیں کافر نہ جانے تو خود بھی کافر ہے پھر کوئی ان کی تکفیر سے کف لسان کرے تو وہ

کافر نہ ہوگا۔ جیسے علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اور ان کے معاصر علماء نے اسمٰعیل دہلوی کو اسی تفصیل کے ساتھ کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے اس کی تکفیر سے کف لسان فرمایا پھر بھی سب اہلسنت اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اپنا امام اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور علامہ فضل حق رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کو بھی۔

ازالۂ شبہہ

یہ صلح کلیوں کا ایک مغالطہ عامۃ الورود ہے۔ چونکہ عوام تو عوام علماء تک مسئلہ تکفیر کے سلسلہ میں پیچیدگیوں سے واقف نہیں اس لئے الجھن میں پڑ جاتے ہیں۔ اللہ عزوجل رحم فرمائے کہ اس مغالطہ نے ہزاروں آدمیوں کو گمراہ کر دیا۔ اس لئے ناظرین پورے طور سے متوجہ ہو کر حاضر دماغی سے میری گذارشات کو پڑھیں۔

اس مغالطہ پر سب سے پہلی گذارش یہ ہے کہ اگر اسے تسلیم کر لیا جائے تو لازم کہ پھر کسی کو کافر نہ کہا جائے۔ اگرچہ وہ صریح سے صریح کفر بکے اس لئے کہ کسی کفر بکنے والے کو اگر کسی مفتی نے کافر کہا تو وہ یہی مغالطہ پیش کر دے گا کہ ٹھیک ہے آپ کافر کہتے ہیں۔ مگر میں کافر نہیں کہتا جیسے علامہ فضل حق خیرآبادی نے اسمٰعیل دہلوی کو کافر کہا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے کافر نہیں کہا۔ اور دونوں مقتدا مثلاً قادیانیوں کا حامی کہے کہ آپ لوگ قادیانیوں کو کافر کہتے ہیں۔ میں کافر نہیں کہتا مثال میں یہی بات ذکر کر دے۔

منکرین حدیث چکڑالویوں کا کوئی وظیفہ خوار یہ کہے آپ کافر کہتے ہو کہو میں نہیں کہتا اور نظیر میں وہی مذکورہ بالا بات پیش کر دے۔

تو یہ صلح کلی لوگ بتائیں کہ اس کا کیا جواب ہوگا اگر صلح کلی اس کا جواب دے دیں تو ہم کو پھر کچھ کہنے کی حاجت نہیں رہے گی۔ انھیں کے جواب سے ہم دیوبندی کے اقانیم اربعہ کا قطعی حتمی کافر ہونا ثابت کر دیں گے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر میں اختلاف کے باوجود ـــــ لیکن ہم جانتے ہیں کہ کوئی صلح کلی اس گتھی کو سلجھانے کی ہمت

نہیں کرے گا۔ کیوں کہ اس گتھی کو سلجھانا حقیقت میں اپنے گلے میں پھانسی کا پھندہ ڈالنا ہے۔

سنجیدہ متین سمجھدار طبقہ کو اتنے ہی سے اطمینان ہو جانا چاہئے اور جسے اطمینان نہ ہو بتلائے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ روح اور مادہ قدیم ہیں اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا شخص کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ قیامت نہیں آئے گی اسے ایک شخص کافر کہتا ہے اور دوسرا کافر نہیں کہتا۔ ایک شخص کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ معبود نہیں اسے ایک کافر کہتا ہے دوسرا کافر نہیں کہتا۔ کیا دونوں صحیح کہہ رہے ہیں؟ ظاہر ہے کہ ان میں سے ایک صحیح کہہ رہا ہے۔ دوسرا غلط کہہ رہا ہے مگر مغالطہ عامۃ الورود مذکورہ کی بنا پر صلح کلیوں کو ماننا پڑے گا کہ دونوں صحیح ہیں۔ پھر امان اٹھ جائے گا۔ جس کا جو جی چاہے بکے کوئی ان سے باز پرس نہیں کر سکتا۔ سارا دین سارا مذہب برباد۔ امان غائب خدا ناترسوں کو چھٹی مل گئی وہ جو چاہیں بکیں

ناظرین حیرت میں ہوں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ ناظرین اپنی حیرت دور کرنا چاہتے ہیں تو صلح کلیوں سے مندرجہ ذیل استفتا کر لیں اور ان سے کسی طرح جواب حاصل کر لیں۔ اگر کوئی صلح کلی ان سوالات کے جوابات دے دیگا تو انشاء اللہ تعالیٰ اس کے جواب سے میں بتا دوں گا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی اور ان اقانیم اربعہ کے کفریات میں کیا فرق ہے۔

۱ ـــــ زید نے کہا کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا اس پر ایک عالم سے استفتار ہوا انہوں نے فتویٰ دیا کہ زید کافر ہے کیونکہ اس نے ضروریات دین میں سے ایک دینی ضروری عقیدہ کا انکار کیا اس لئے کہ کافروں کا جہنم میں جانا ضروریات دین سے ہے قرآن مجید کی سیکڑوں آیتوں سے ثابت ہے۔

ـــــ دوسرے عالم سے یہ سوال ہوا انہوں نے جواب دیا کہ زید کو کافر کہنے سے کف لسان کرنا چاہئے کیونکہ اس کے کلام میں تاویل کی گنجائش ہے ہو سکتا ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ قیامت کے دن سارے کافر مومن ہو جائیں

گے۔ جب وہ سب کچھ دیکھ لیں گے تو ایمان لانے کے سوا کوئی چارۂ کار نہ ہوگا۔ لیکن چونکہ معتبر ایمان بالغیب ہے قیامت کے دن کا ایمان معتبر نہ ہوگا۔ اس لئے جو دنیا میں کافر تھے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ اور جہنم میں ڈالتے وقت کافر نہ ہوں گے مومن ہوں گے اس لئے اس تاویل کی بنا پر یہ کہنا صحیح ہے کہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا ـــــ علاوہ ازیں ہو سکتا ہے اس کی مراد کافر سے کافر بالطاغوت ہو جیسا کہ فرمایا گیا۔

وَمَنْ يَكْفُرْ بِالطَّاغُوتِ وَيُؤْمِنْ بِاللَّهِ (البقرہ آیت ۲۵۶) جو طاغوت کے ساتھ کفر کرے اور اللہ پر ایمان لے آئے۔

۲ ـــــ ایک شخص نے کہا کوئی مومن جنت میں نہیں جائے گا اس پر ایک عالم نے اس کی تکفیر کی۔ دوسرے نے کہا کہ میں کافر نہیں کہتا، ہو سکتا ہے اس کی مراد مومن بالطاغوت ہو بولئے ان دونوں میں کس مفتی کا فتویٰ صحیح ہے؟ اگر دوسرے عالم کا فتویٰ صحیح ہے تو پہلے عالم کے بارے میں کیا حکم ہے؟ جنہوں نے زید کو کافر کہا نیز کافر کو کافر کہنا ضروریات دین سے ہے۔ کافر کو کافر نہ ماننا کفر ہے تو پہلے مفتی کے فتوے کی رو سے دوسرے عالم کافر ہوتے ہیں کہ نہیں؟

۳ ـــــ عمرو نے کہا کروڑوں معبود برحق ہیں عمرو سے مواخذہ کیا گیا کہ اللہ عزوجل نے فرمایا ہے۔ وَإِلَٰهُكُمْ إِلَٰهٌ وَاحِدٌ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ (البقرہ آیت ۱۶۳) ـــــ تمہارا معبود ایک ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں تم نے اس آیت کا انکار کیا اس لئے تم کافر ہو گئے عمرو نے جواب میں کہا کہ مجھے دارالعلوم دیوبند میں پڑھایا گیا ہے کہ تنوین کبھی تعظیم کے لئے آتی ہے اور "لا" کبھی نفی کمال کے لئے آتا ہے ـــــ جیسے لافتی الا علی، لاسیف الا ذوالفقار کوئی جوان نہیں مگر علی۔ کوئی تلوار نہیں مگر ذوالفقار ـــــ اس کی روشنی میں "اِلٰہٌ وَّاحِدٌ" میں "اِلٰہ" کی تنوین تعظیم کے لئے ہے اسی طرح

لَا اِلٰہَ میں " لا " نفی کمال کے لئے ہے۔ اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ بڑا معبود ایک ہے یہ اس کے منافی نہیں کہ چھوٹے چھوٹے کروڑوں معبود برحق ہوں مگر ایک مفتی نے عمرو کی اس تاویل کو قبول نہیں کیا اسے رد کرتے ہوئے فتویٰ دیا کہ عمرو بلا شبہ کافر و مرتد ہے جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔ مگر ایک دوسرے مفتی نے فتویٰ دیا کہ چونکہ عمرو تاویل کرتا ہے اس لئے وہ مسلمان ہے۔

ناظرین خود دیوبند کے دار الافتاء میں سوال بھیج کر معلوم کر لیں کہ عمرو اور دوسرے مفتی کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟ ہم چونکہ سمجھانے کے موڈ میں ہیں اس لئے ہم ناظرین سے یہی کہیں گے کہ اگر ہم کچھ کہیں تو بے جا پاسداری پر محمول کیا جائے گا اس لئے ضروری یہ ہے کہ کوئی صلح کلی یا وہابی ان سوالوں کا جواب دے۔

لیکن ہمیں معلوم ہے کہ کوئی صلح کلی یا کوئی وہابی ان سوالوں کے جوابات مرتے دم تک نہیں دے گا کون اپنے ہاتھ سے ذبح ہونے کے لئے تیار ہوگا۔

ہم پہلے بتا آئے کہ مسئلہ تکفیر بہت نازک اور دقیق ہے عوام تو عوام بہت سے علمائے کرام اسے سمجھنے سے عاجز رہتے ہیں لیکن قیامت تک اللہ کے ایسے بندوں سے زمین خالی نہیں ہوگی جو مشکل سے مشکل مسائل کو حل کر سکیں۔

اقول وباللہ التوفیق ﴿ ہم نے پہلے شبہ کے جواب میں جو کچھ تحریر کیا ہے اس میں جو بھی غور کرے گا انشاء اللہ تعالیٰ اس پر روشن ہو جائے گا کہ مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات میں کیا فرق ہے؟ لیکن ہم ناظرین کی آسانی کے لئے اعادہ کئے دیتے ہیں۔

کلمات دو قسم کے ہیں ایک جو اپنے ظاہر معنی کے اعتبار سے کفر ہیں۔ مگر ان میں ایسے معنی کا بھی احتمال ہے جو کفر نہیں اور یہ احتمال صحیح ہو اگرچہ خفی و بعید ہو جیسے یہ جملہ کوئی کافر جہنم میں نہیں جائے گا اس کا ظاہر معنی کفر ہے اور

یہ معنی کفری میں صریح و متبین ہے مگر اس کا بھی احتمال ہے کہ اس کی مراد یہ ہو کہ چونکہ قیامت کے دن کے احوال و اہوال دیکھ کر کوئی کافر نہیں رہے گا سب مسلمان ہو جائیں گے۔ ایسے کلمات کے بارے میں حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ قائل کی مراد معنی کفری ہے تو وہ بلا شبہ قطعاً یقیناً کافر ہے۔ اور اگر یہ معلوم ہو کہ قائل کی مراد وہ معنیٰ بعید ہے جو کفر نہیں تو وہ مسلمان ہے —— اور اگر یہ معلوم نہیں کہ قائل کی مراد کیا ہے؟ تو اس کے بارے میں سکوت کیا جائے گا یہی محققین فقہاء اور متکلمین کا مذہب ہے جو مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مختار ہے۔

لیکن جمہور فقہاء ایسے کلمات کے قائل کو بھی کافر کہتے ہیں منح الروض میں ہے۔

عدم التکفیر مذہب المتکلمین و التکفیر مذہب الفقہاء فلا یتحد القائل بالنقیضین فلا محذور۔

عدم تکفیر ایسے کلمات میں متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر فقہا کا مذہب ہے اسلئے نقیضین کا قائل شخص واحد نہیں تو کوئی خرابی نہیں۔

دوسرے وہ کلمات جس کے ایک معنی ہوں یا چند اور سب کفری ہیں ان میں نہ تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ بعید کی جیسے یہ کہنا کہ اللہ عزوجل معبود نہیں ایسے کلمات کے قائل کے بارے میں امت کا اجماع ہے کہ وہ ضرور بالضرور حتماً جزماً کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ خود کافر ہے۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات قسم اول سے ہیں اور دیوبندیوں کے اقانیم اربعہ کے کلمات قسم ثانی سے، جو کفری معنی میں متعین ہیں ان کا کوئی معنی خفی سے خفی بعید سے بعید ایسا نہیں جو کفر نہ ہو جس پر قائلین اور ان کے ہمنواؤں کی توجیہات اور علمائے اہل سنت کے رد شاہد عدل ہیں۔

دیوبندی تاویل کی حقیقت

بسط البنان میں تھانوی صاحب نے حفظ الایمان کی عبارت کی اور دوسری کتابوں میں دوسرے دیوبندی مولویوں نے ان کفری عبارات کی جو

توجیہیں کی ہیں وہ تاویل نہیں عبارت کی تغییر اور تبدیل ہے جس کی پوری تفصیل
وقعات السنان اور الموت الاحمر وغیرہ میں مذکور ہے۔ ان کتابوں کے چھپے ہوئے
ایک صدی کے قریب قریب ہو رہی ہے۔ مگر کسی دیوبندی سے ان کا جواب نہ
ہو سکا۔ یہ کتابیں تھانوی صاحب کے پاس بذریعہ رجسٹری بھیجی گئیں مگر دم سادھ
گئے۔ پھر میں نے دس سال پہلے ان سب ابحاث کا خلاصہ منصفانہ جائزہ میں لکھ
کر شائع کر دیا مگر ابھی تک صدائے برنخواست۔

ہم ناظرین کے اطمینان کے لئے صرف حفظ الایمان کی عبارت پر تھوڑا سا
کلام کئے دیتے ہیں۔ حفظ الایمان کی اصل عبارت یہ ہے۔

" پھر یہ کہ آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید
صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد بعض غیب ہے
یا کل غیب اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو حضور ہی کی کیا تخصیص ہے
ایسا علم غیب تو زید و عمرو و بکر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و بہائم
کے لئے بھی حاصل ہے۔"

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے اس علم غیب کی جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کو حاصل ہے دو قسمیں کی ہیں۔ کل علوم غیبیہ اور بعض علوم غیبیہ۔ کل علوم غیبیہ کے
لئے بعد میں لکھا کہ اس کا حصول عقلاً و نقلاً باطل ہے۔ رہ گئے بعض علوم غیبیہ اس
کے بارے میں لکھا۔

اس میں حضور ہی کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب زید و عمرو و بکر بلکہ ہر
صبی (بچے) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم (چوپایوں) کے
لئے بھی حاصل ہے۔

اس میں بلاشبہ یقیناً حتماً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے حضور اقدس
صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو بچوں پاگلوں جانوروں اور چوپایوں کے علم ایسا کہنا
بلاشبہ توہین ہے۔ اس عبارت کی توجیہ میں تھانوی صاحب کے خون گرم

حامی مولوی مرتضیٰ حسن دربھنگی توضیح البیان میں لکھتے ہیں۔

" عبارت متنازعہ میں لفظ "ایسا"، بمعنی اس قدر، و اتنا ہے پھر
تشبیہ کیسی۔ نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین!" ص ۱۳

اس کا ماحصل یہ نکلا کہ اگر لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے ہوتا تو ضرور توہین ہوتی
مگر چوں کہ اس عبارت میں لفظ "ایسا" تشبیہ کے لئے نہیں اتنا اور اس قدر کے
معنی میں ہے اس لئے توہین نہیں۔ اب آئیے اس عبارت کے بارے میں دربھنگی
صاحب سے بھی بھاری بھرکم شخصیت کی توجیہہ سنئے، دیوبندی برادری کے شیخ الاسلام
مولوی حسین احمد ٹانڈوی اپنے مشہور گالی نامے "الشہاب الثاقب میں لکھتے ہیں۔

" حضرت مولٰنا (تھانوی) اس عبارت میں لفظ "ایسا" فرما رہے
ہیں لفظ "اتنا" تو نہیں فرما رہے ہیں اگر لفظ "اتنا" ہوتا تو اس وقت
البتہ یہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اوروں کے علم
کے برابر کر دیا لفظ ایسا تو کلمہ تشبیہ کا ہے"۔

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ اگر اس عبارت میں بجائے ایسا کے اتنا ہوتا
تو لازم آتا تھا کہ تھانوی صاحب نے معاذ اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے علم کو ہر کس
و ناکس بچوں، پاگلوں، جانوروں چوپایوں گدھوں خچروں سوروں کے برابر کر دیا۔
اور یہ یقیناً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے اس کا خلاصہ یہ نکلا کہ اگر اس
عبارت میں بجائے لفظ 'ایسا' کے لفظ 'اتنا'، ہوتا تو اس میں ضرور حضور اقدس صلی اللہ
علیہ وسلم کی توہین ہوتی مگر اس عبارت میں لفظ اتنا نہیں ایسا ہے جو کلمہ تشبیہ ہے
اب ناظرین ملاحظہ کریں دربھنگی صاحب نے کہا کہ اگر "ایسا" کلمہ تشبیہ ہوتا تو اس
عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی اس لئے کہ لازم آتا کہ تھانوی
صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو خسیس رذیل چیزوں سے
تشبیہ دی ہے۔ اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ "ایسا" کلمہ تشبیہ ہے
تو دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اس پر اجماع مؤلف ہو گیا کہ اس عبارت میں

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اور ٹانڈوی صاحب فرما رہے ہیں کہ اگر اس عبارت میں بجائے "ایسا" کے "اتنا" ہوتا تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہوتی۔ اور دربھنگی صاحب فرما رہے ہیں کہ اس عبارت میں لفظ ایسا اتنا اور اس قدر کے معنی میں ہے تو پھر دربھنگی اور ٹانڈوی صاحب کا اجماع مؤلف ہوگیا کہ اس عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

اقول هو المستعان :- یہ دیوبندی مولویوں کی چالاکی ہے کہ عوام کو لفظ "ایسا" کے بھول بھلیوں میں پھنسا کر بہکانا چاہتے ہیں۔

ہر عاقل منصف سوچے کہ اس عبارت میں لفظ ایسا کو تشبیہ کے لئے مانو تو بھی توہین ہے کیونکہ لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں و پاگلوں جانوروں و چوپایوں گدھوں کتوں سوروں کے علم سے تشبیہ دی ہے یہ بلاشبہ توہین ہے جس سے کوئی عاقل انکار نہیں کرسکتا۔

اسی طرح اگر لفظ ایسا کو اتنا اور اس قدر کے معنی میں مانیں تو لازم آئے گا کہ تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو ہر کس و ناکس بچوں و پاگلوں جانوروں و چوپایوں گدھوں کتوں سوروں کھٹملوں کے علم کے برابر کر دیا اس میں یقیناً حتماً قطعاً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔

ثابت ہوگیا کہ حفظ الایمان کی عبارت کفری معنی میں متعین ہے اس کی جو بھی توجیہ کی جائے وہ کفر ہی ہوگی۔ اس میں تاویل قریب تو دور کی بات ہے تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں۔ اور تھانوی صاحب نے خود جو کچھ لکھا ہے اور ان کے حامیوں نے جو کچھ کہا ہے وہ یا تو اس عبارت کی تاویل نہیں تغیر و تبدیل ہے۔ یا پھر وہ بھی کفر ہے جیسا کہ ہم نے ٹانڈوی صاحب اور دربھنگی صاحب کی توجیہ سے ثابت کر دیا۔

ایک اور توجیہ کی حقیقت

مسلسل مناظروں میں زک اٹھانے کے بعد پوری پارٹی سر جوڑ کر اب ایک نئی توجیہ کرنے لگی ہے۔ کہ اس عبارت میں "ایسا" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی طرف نہیں بلکہ مطلق بعض کی طرف ہے۔

اس پر دو گزارش ہے پہلی یہ کہ اگر "ایسا" کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک نہ ہوتا مطلق بعض ہوتا تو ٹانڈوی صاحب کا یہ کہنا کیسے درست ہوتا؟

" اگر لفظ اتنا ہوتا تو اس وقت البتہ احتمال ہوتا کہ معاذ اللہ حضور علیہ السلام کے علم کو اور چیزوں کے علم کے برابر کر دیا۔"

ٹانڈوی صاحب کا یہ فرمانا اسی وقت درست ہوگا جب کہ لفظ ایسا سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک مراد ہو۔

نیز دربھنگی صاحب نے لکھا۔

عبارت متنازعہ فیہا میں لفظ "ایسا" بمعنی اس قدر و اتنا ہے پھر تشبیہ کیسی؟ نہ اس میں تشبیہ ہے نہ توہین۔

اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر اس عبارت میں لفظ ایسا تشبیہ کے لئے ہوتا تو اس میں توہین ہوتی اگر لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف نہ ہوتا تو اسے تشبیہ کے لئے ماننے میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کیسے ہوتی؟

واضح ہو کہ ٹانڈوی صاحب اور دربھنگی صاحب کی حیثیت عرفی دیوبندی برادری میں بہت بڑی ہے۔ اول دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام اور مدرسہ دیوبند کے شیخ الحدیث اور جمعیۃ علما ہند کے صدر تھے اور دربھنگی صاحب مدرسہ دیوبند کے ناظم تعلیمات اور تھانوی صاحب کے وکیل تھے۔ جب دیوبندی جماعت کے دو بھاری بھرکم گواہوں سے ثابت کہ حفظ الایمان کی عبارت میں لفظ ایسا کا اشارہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی طرف ہے۔ ان کے مقابل دیوبندی اطفال الموالی کی باتوں کا کیا اعتبار؟

دوسری گذارش یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں مطلق بعض مذکور ہی نہیں کہ اسکی طرف اشارہ ہو تھانوی صاحب نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کی دو قسمیں کی ہیں۔ کل علوم غیبیہ اور بعض۔ مقسم حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پاک ہے کل علوم غیبیہ اور بعض اس کے اقسام ہیں مقسم کا اقسام پر صدق لازم ورنہ قسم، قسم نہ رہے گی اسے ہر مبتدی بھی جانتا ہے۔ جب حفظ الایمان کی عبارت میں مطلق بعض مذکور نہیں تو مطلق بعض کو "ایسا" کا مشارٌ الیہ ٹھہرانا ہوائی فائر ہے۔
ہاں عبارت میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاصل بعض علوم غیب مذکور ہے۔ "ایسا" سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ اور ایسا سے وہی مراد ہے اس لئے عبارت میں یقیناً حتماً حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین ہے۔ اور یہ عبارت حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین میں متعین۔ نہ اس میں تاویل قریب کی گنجائش ہے نہ تاویل بعید کی۔ اسی لئے علمائے حل وحرم عرب وعجم ہند وسندھ نے باتفاق فرمایا کہ اس عبارت کے لکھنے والے مولوی اشرف علی تھانوی اہانت رسول کرنے کی وجہ سے کافر و مرتد ہیں۔ ایسے کہ جو ان کے کفر پر مطلع ہو کر ان کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر۔
اور یہی حال تحذیر الناس اور براہین قاطعہ کی عبارتوں کا بھی ہے کہ وہ دونوں بھی کفری معنی میں متعین ہیں ان میں تاویل بعید کی بھی گنجائش نہیں جس کو میں نے منصفانہ جائزہ میں دلائل قاہرہ سے ثابت کیا ہے اس لئے اسمٰعیل دہلوی کی تکفیر سے کف لسان کا بہانہ بنا کر ان اقانیم اربعہ کی تکفیر سے کف لسان کرنا اپنے ایمان سے ہاتھ دھونا ہے۔

اب ایک سوال یہ رہ جاتا ہے کہ استاذ الاساتذہ حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی اور فرمایا کہ جو شخص اس کے کفریات پر مطلع ہو کر اس کے کافر ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر ہے۔ اور اس کے کفریات میں کوئی تاویل مسموع نہیں اس کے دو جوابات ہیں

اوّل یہ ہو سکتا ہے کہ حضرت علامہ خیر آبادی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا مختار جمہور فقہا کا مذہب ہو کہ وہ صریح متبین پر تکفیر کرتے ہیں اور یہ جو فرمایا کہ تاویل کی اس میں گنجائش نہیں اس سے مراد تاویل قریب ہو اور ہم پہلے تفصیل سے بتا آئے کہ کسی کلام میں تاویل قریب کا نہ ہونا اس کے منافی نہیں کہ تاویل بعید بھی نہ ہو۔ اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا مختار مذہب متکلمین ہے کہ جب قائل کی مراد معلوم نہ ہو تو وہ صریح متبین پر تکفیر نہیں کرتے کلام میں جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال باقی ہو تو کف لسان کرتے ہیں۔ اب کوئی تعارض نہیں۔ منح الروض کی عبارت پہلے گذر چکی ہے۔

عدم التکفیر مذهب المتکلمین والتکفیر مذهب الفقهاء فلا محذور (ایسے کلمات میں تکفیر نہ کرنا متکلمین کا مذہب ہے اور تکفیر فقہاء کا مذہب اس لئے کوئی خرابی نہیں۔)

دوم ___ ایک مفتی کے سامنے ایک قول پیش ہوا ___ اور یہ مفتی واقعی مفتی ہے صحیح العقیدہ بھی ہے، خدا ترس بھی ہے، دیندار بھی ہے، ذہین وفطین بھی ہے، اس کی طبیعت اخاذ اور اس کا ذہن وقاد بھی ہے اس نے اس کلمہ میں حتی الوسع پورا پورا غور وخوض کیا اسے اس کلمہ میں کوئی اسلام کا پہلو نہیں ملا اس کو اس میں تاویل قریب تو قریب بعید تاویل بھی سمجھ میں نہیں آئی۔ جس کی بنا پر اس نے اس کلمہ کو اپنی صوابدید کے مطابق کفری معنی میں متعین جانا ایسی صورت میں اس مفتی پر فرض ہے کہ وہ یہ فتویٰ دے کہ اس کلمہ کا قائل کافر ہے ایسا کہ جو اس کے کفر پر مطلع ہو کر اسے کافر نہ مانے وہ بھی کافر۔
لیکن وہی قول کسی اور مفتی کے سامنے پیش ہوا اس مفتی کو اس کلام میں کوئی تاویل سمجھ میں آئی اور قائل کی نیت معلوم نہیں تو اسے یہ حق ہے کہ احتیاطاً اس کے قائل کی تکفیر سے کف لسان کرے۔ اور اس سلسلہ میں خود میرے ساتھ متعدد واقعات پیش آئے۔

اول ـــــ ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ کبھی کبھی سچ بولنا کفر ہوتا ہے اور جھوٹ بولنا عبادت۔ اس پر مفتی صاجان سے استفتا رہوا بہت سے مفتیان کرام نے قائل کو کافر کہا۔ مجھ سے بھی سوال ہوا میں نے جواب دیا کہ قائل کافر نہیں یہ قطعی یقینی ہے کہ اللہ عزوجل ہر چیز کا خالق ہے اور ہر چیز میں سور اور بندر بھی داخل ہیں مگر علمار نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کو خالق القردۃ والخنازیر کہنا کفر ہے

ایک ظالم ایک بے گناہ کو قتل کرنے کے لئے دوڑا رہا ہے مظلوم ایک شخص کے گھر میں گھس گیا پیچھے پیچھے ظالم بھی آیا اس نے مالک مکان سے پوچھا کہ فلاں شخص تمہارے مکان میں تو نہیں چھپا ہے۔ علمار نے فرمایا کہ مالک مکان پر واجب ہے کہ کہے کہ نہیں، میرے مکان میں نہیں چھپا ہے وہ اس طرف بھاگ گیا ہے۔ حالانکہ یہ سراسر جھوٹ ہے اور اسے یہی کہنا واجب اور ہر واجب عبادت تو ثابت ہوگیا کہ کبھی کبھی جھوٹ بولنا عبادت ہوتا ہے۔

شامی میں ہے۔

لورای معصوما اختفی من ظالم یرید قتلہ او ایذاءہ فالکذب ھنا واجب	کسی بے گناہ کو دیکھا کہ وہ ایسے ظالم سے جان بچانے کے لئے چھپا ہوا ہے جو اسے قتل کرنا چاہتا ہے یا اسے ایذا پہنچانا چاہتا ہے تو یہاں جھوٹ بولنا واجب ہے۔
(ص۲۷۴ جلد خامس)	

دوم ـــــ اسی طرح ایک مقرر نے اپنی تقریر میں کہا کہ قیامت کے دن عام لوگ اللہ تعالیٰ کے یہاں حساب دینے جائیں گے اور انبیار کرام اور اولیائے عظام اللہ تعالیٰ سے حساب لینے جائیں گے۔

ایک بہت مشہور، معتمد، مستند، محقق مفتی صاحب سے سوال ہوا تو انہوں نے حکم فرمایا کہ اس کا قائل کافر ہے۔ پھر یہی سوال میرے یہاں پیش ہوا میں نے جواب میں لکھا کہ عرف عام میں حساب لینے کا ایک معنی مزدوری لینے کا بھی آتا ہے مزدور بولتے ہیں کہ ہم حساب لینے جارہے ہیں، ہمارا حساب وصول ہوگیا اس

تقدیر پر کلام مذکور کا معنی یہ ہوا کہ انبیار کرام اور اولیائے عظام بارگاہ خداوندی میں اپنے اعمال حسنہ کا ثواب حاصل کرنے جائیں گے۔ یہ دوسری بات ہے کہ اس قسم کے قول سے احتراز کرنا چاہئے خصوصاً عوام کے سامنے۔

سوم ـــــ بریلی شریف کے قیام کے زمانہ میں ایک طالب علم نے مشقی جلسہ میں تقریر کی۔ اس نے کہا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ اگر وہ گناہ پسند کرلیں تو عبادت ہوجاتی ہے اور میں یہ ذمہ داری سے بول رہا ہوں میرے پاس اس کا ٹھوس ثبوت موجود ہے قصداً نماز چھوڑنا گناہ کبیرہ ہے مگر منزل صہبار پر مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نماز عصر قضار کی۔ لیکن جب حضور نے اس کو پسند فرمالیا تو یہ عبادت ہوگئی تو اس سے ثابت ہوگیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اگر کوئی گناہ پسند فرمالیں تو وہ عبادت ہوجائے گی۔

اس پر کچھ طلبہ نے واہ واہ کی مگر کچھ طلبہ کو یہ بات کھٹکی انہوں نے اور لوگوں کی طرف رجوع کیا مگر معاملہ صاف نہیں ہوا حضور مفتی اعظم ہند قدس سرہٗ تشریف فرما نہیں تھے اخیر میں معاملہ میرے یہاں پیش ہوا میں نے جواب تحریر کیا کہ یہ کہنا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم گناہ پسند فرمالیں کلمہ کفر ہے۔ مقرر کو دھوکہ لگا منزل صہبار پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز قربان کرنا گناہ نہیں تھا بات یہ ہے کہ جب بیک وقت دو فرض عائد ہوں تو حکم یہ ہے کہ ان میں جو اہم ہو اس کو ترجیح دی جائے گی۔ منزل صہبار پر امیر المومنین مولی المسلمین علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم پر بیک وقت دو فرض عائد تھے۔

۱ ـــــ اطاعتِ رسول ۲ ـــــ ادائیگی نماز، ان دونوں میں اطاعت رسول اہم تھا۔ اسلئے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسے ترجیح دی اس وقت نماز عصر چھوڑنا گناہ نہیں تھا بلکہ بیک وقت عائد ہونے والے دو فرائض میں سے ایک کو اختیار کرنا تھا اور یہ گناہ نہیں بلکہ اگر اس کا برعکس کرتے تو گناہ

ہوتا۔

بخاری وغیرہ میں ہے کہ حضرت سعید بن معلیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے پکارا وہ کچھ دیر کے بعد حاضر ہوئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے دیر سے حاضری کا سبب پوچھا، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لئے حاضری میں تاخیر ہوئی۔ فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا؟

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ إِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (انفال آیت ۲۴) (بخاری جلد ثانی ص ۶۶۹)	اے ایمان والو اللہ و رسول کے بلانے پر حاضر ہو جب رسول تمہیں اس چیز کیلئے بلائیں جو تمہیں زندگی بخشے گی۔

دوسری حدیث میں حضرت ابی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بارے میں بھی ایسا ہی وارد ہے۔ ناظرین ان تینوں واقعات کو بغور پڑھیں اور ان کی روشنی میں میرے معروضات پر غور کریں۔

مولوی اسمٰعیل دہلوی کے کلمات کفریہ استاذ الاساتذہ علامہ فضلِ حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے معاصر علمار کرام کی خدمت میں پیش ہوئے ہوسکتا ہے کہ باآں جلالت شان وذکاوت وفطانت ان حضرات کو ان کلمات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی نہ قریب، نہ بعید، ان حضرات کی نظر میں اس کے کلمات کفریہ صریح متعین نظر آئے جن کی بنار پر ان حضرات نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر فرمائی۔

لیکن جب وہ کلمات مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے علم میں آئے تو بمصداق "فَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ" ان میں اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو اسلام کا پہلو سمجھ میں آیا اگرچہ وہ بعید ہو، ضعیف ہو، اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے کف لسان فرمایا

ایسا بہت ہوتا ہے کہ بعض دفعہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک طرف منتقل

نہیں ہوتا مگر ان سے کم درجے کے دوسرے فرد کا ذہن اس طرف منتقل ہو جاتا ہے اس کی صدہا مثالیں موجود ہیں۔ حضرت قتادہ بن دعامہ سدوسی اجلۂ تابعین میں سے ہیں۔ خادم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خاص تلمیذ ہیں کوفہ تشریف لائے تو ان کے پاس طالبین کی بھیڑ جمع ہوگئی حضرت سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ابتدائی عہد تھا شہرت سنکر حضرت امام اعظم بھی حضرت قتادہ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان سے دریافت فرمایا کہ جس چیونٹی نے سیدنا سلیمان علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے لشکر کو دیکھ کر یہ کہا تھا اے چیونٹیو! اپنی بلوں میں چلی جاؤ کہیں سلیمان علیہ السلام اور ان کا لشکر تم کو کچل نہ ڈالے یہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟ یہ سوال سن کر حضرت قتادہ کچھ دیر تک سوچتے رہے پھر فرمایا مجھے نہیں معلوم، آپ بتاؤ وہ چیونٹی نر تھی یا مادہ؟ حضرت امام اعظم نے فرمایا مادہ تھی۔ حضرت قتادہ نے پوچھا کیسے معلوم ہوا تو حضرت امام نے فرمایا اللہ عزوجل نے اس کے لئے مؤنث کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ ارشاد ہے "قَالَتْ نَمْلَةٌ"

قاضی ابن ابی لیلیٰ کوفے کے قاضی تھے اور بہت جاہ وجلال کے قاضی تھے جب سے قضاۃ اور ججوں کا سلسلہ شروع ہوا ہے اس وقت سے لے کر آج تک کے قاضیوں کے صفِ اول میں ان کا شمار ہوتا ہے ایک دفعہ ایسا ہوا کہ مجلس قضا سے اٹھ کر گھر جا رہے تھے راستے میں ایک عورت کا کسی سے جھگڑا ہو رہا تھا عورت نے اس شخص کو یاابن الزانیین کہہ دیا یعنی اے زانی اور زانیہ کے بیٹے قاضی صاحب نے حکم دیا کہ عورت کو پکڑ کر مجلس قضار میں لے چلو، یہ بھی واپس آئے اور مسند قضا پر بیٹھے اور حکم دیا کہ عورت کو کھڑی کر کے قذف کی دہری سزا دی جائے یعنی ایک سو ساٹھ کوڑے مارے جائیں۔ جب امام اعظم کو اس کی اطلاع ملی تو فرمایا کہ ابن ابی لیلیٰ نے اس میں چھ غلطیاں کی ہیں۔

۱۔ مجلس قضار سے باہر آنے کے بعد دوبارہ فوراً واپس آکر فیصلے کیلئے بیٹھے

٢۔ مسجد میں حد مارنے کا حکم دیا۔

٣۔ عورت کو بٹھا کر حد مارنی چاہئے انہوں نے کھڑی کرا کے درے لگوائے۔

٤۔ ایک ہی حد لازم تھی انہوں نے دو جاری کی۔

٥۔ ایک ساتھ لگاتار دو حدیں لگوائیں حالانکہ اگر کسی پر دو حد لازم بھی ہو تو ایک حد کے بعد ملزم کو چھوڑ دینا چاہئے جب اس کے زخم اچھے ہو جائیں تو دوسری حد لگانی چاہئے۔

٦۔ جسے عورت نے ابن الزانیین کہا تھا اس نے مطالبہ نہیں کیا تھا تو قاضی صاحب کو مقدمہ قائم کرنے کا حق نہ تھا۔

غرض کہ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ کسی چیز کی طرف ایک بڑے کا ذہن نہیں گیا اور دوسرے کا چلا گیا اسی طرح یہاں بھی ہوا کہ علامہ فضل حق خیر آبادی وغیرہ کا ذہن اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف نہیں گیا اور مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ذہن مبارک اس طرف منتقل ہوا۔ ان حضرات نے اسمٰعیل دہلوی کے کفریات کو کفری معنی میں متعین جانا اور اسے قطعی طور پر کافر کہا مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کی تحقیق میں وہ صریح متعین تھا اس لئے کف لسان فرمایا۔

دیکھئے مولانا عبد الحیٔ لکھنوی کو لے لیجئے ان کے جامع معقول ومنقول ہونے میں کسی کو کلام نہیں مگر کتنے مسائل میں ان سے صریح غلطیاں ہوئیں ہیں مثلاً ان سے سوال ہوا کہ "ہدایت علی" نام رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ انہوں نے جواب کہ ایہام شرک کی وجہ سے یہ نام رکھنا جائز نہیں ہے۔ ہدایت علی کے دو معنی ہیں ارائۃ الطریق اور ایصال الی المطلوب، اور "علی" اسمائے عزوجل سے بھی ہے اور مولی المسلمین امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بھی اسم گرامی ہے۔ اب احتمالات چار ہوئے ہدایت سے مراد ارائۃ الطریق اور علی سے مراد باری عز اسمہ یا حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب اور علی سے مراد باری عز اسمہ یہ تینوں احتمالات صحیح ہیں چوتھا احتمال یہ ہے کہ ہدایت سے مراد ایصال الی المطلوب

اور "علی" سے مراد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اس صورت میں سائل نے اس کو اسمائے شرکیہ میں سے شمار کیا اور لکھا کہ جو نام اسمائے شرکیہ اور غیر شرکیہ میں دائر ہو اس سے احتراز واجب ہے۔

جناب مولانا عبد الحیٔ صاحب نے سائل کی اس بات کو تسلیم کرتے ہوئے حکم اس پر یہ لکھا کہ چونکہ لفظ ہدایت بھی مشترک ہے اور لفظ علی بھی مشترک ہے اس لئے ہدایت علی نام رکھنے میں امر ممنوع کا اشتباہ موجود ہے اور ایسے نام رکھنے سے احتراز لازم جس میں امر غیر مشروع کا ایہام ہو۔

(مجموعہ فتاویٰ عبد الحیٔ جلد دوم ص۴۶-ص۴۵)

مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ سے سوال ہوا کہ ہدایت علی نام رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟ جواب تحریر فرمایا ہدایت کا جواز ویسا ہی ظاہر و باہر جس میں اصلاً عدم جواز کی بو نہیں۔ ١٢

مولوی عبد الحیٔ صاحب لکھنوی کے اس نام پر اعتراض دیکھا گیا اول کلام میں تو صرف خلاف اولیٰ ٹھہرایا تھا آخر کلام میں ناجائز وگناہ قرار دے دیا حالانکہ یہ محض غلط ہے اس پر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے انیس ایرادات فرمائے ہیں جو احکام شریعت میں مفصل مذکور ہیں۔ جن میں سے دو تحریر کر دیتا ہوں۔ مولانا نے محض اپنے اس زعم پر کہ اس میں معنی شرک کا احتمال ہے۔ اسے ایہام شرک قرار دے کر ناجائز لکھ دیا، حالانکہ محض احتمال اور چیز ہے اور ایہام اور شئی۔ دیگر محض احتمال سوء سے کوئی کلمہ ناجائز نہیں ہوتا ہاں ایہام سوء ضرور عدم جواز کا باعث فرماتے ہیں۔

ممنوع ایہام ہے نہ مجرد احتمال ولو ضعیفاً وبعیداً ایہام و احتمال میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔ ایہام میں تبادر درکار ہے۔ ذہن اس معنی ممنوع کی طرف سبقت کرے۔ نہ یہ کہ شقوق محتملہ عقلیہ میں کوئی شق معنی ممنوع کے بھی نکل سکے

تلخیص میں ہے۔

الایھام ان یطلق لفظ لہ معنیان قریب وبعید ویراد بہ البعید

ایہام یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ بولا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور بعید اور معنی بعید مراد لیا جائے۔

علامہ سید شریف قدس سرہٗ الشریف کتاب التعریفات میں فرماتے ہیں۔

الایھام ویقال لہ التخییل ایضًا ان یذکر لفظ لہ معنیان قریب وغریب فاذا سمعہ الانسان سبق الی فھمہ القریب ومراد المتکلم غریب

ایہام ہی کو تخییل بھی کہا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ کوئی ایسا لفظ ذکر کیا جائے جس کے دو معنی ہوں قریب اور غریب جب اسکو کوئی انسان سنے تو اس کا ذہن قریب کی طرف سبقت کرے اور متکلم کی مراد معنیٔ غریب ہو۔

مجرد احتمال اگر موجب منع ہو تو عالم میں کم کوئی کلام منع وطعن سے خالی رہے گا۔ نماز میں وتعالیٰ جدك تو شاید آپ بھی پڑھتے ہوں گے۔ "جد" کے دوسرے مشہور و معروف بلکہ مشہور تر معنی یہاں کیسے صریح شدید کفر ہیں۔ عجب کہ اتنے بڑے کفر کا ایہام جان کر اسے حرام نہ مانا ـــــــ تو یہ بات وہی ہیکہ ایہام میں تبادر وسبقت واقربیت درکار ہے۔ وہی ممنوع ہے نہ مجرد احتمال۔

دوسرا ایراد یہ فرمایا جو بہت دلچسپ ہے۔

سائل نے اپنی جہالت سے صرف عبداللہ میں شرک سے سوال کیا تھا حضرت مجیب نے اپنی نبالت سے وغیرہ بھی بڑھا دیا تاکہ اپنے نام نامی کو ایہام شرک سے بچالیں مگر جناب کی دلیل سلامت ہے تو اس ایہام سے سلامت بخیر ہے۔ عبدالحیّ میں دو جزء ہیں اور دونوں کے دو دو معنی ایک عبد مقابل اِلٰہ دوسرا مقابل آقا۔ قال تعالیٰ

وَاَنْكِحُوا الْاَيَامٰى مِنْكُمْ وَالصّٰلِحِيْنَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَاِمَائِكُمْ

اپنے نیک غلاموں اور باندیوں کا نکاح کرو۔

دیکھو حق سبحانہٗ نے ہمارے غلاموں کو ہمارا عبد فرمایا۔ یونہی ایک "حی" اسم الٰہی کہ حیات ذاتیہ ازلیہ ابدیہ واجبہ سے مشعر اور دوسرا من وتو وزید وعمرو سب پر صادق جس سے آیت کریمہ "تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ" وغیرہا مظہر اب اگر عبد معنی اول اور حی معنی دوم لیجئے قطعًا شرک ہے۔

وہی چار صورتیں ہیں اور وہی ایک صورت پر شرک موجود عبد الحی ایہام شرک سے کیونکر محفوظ۔ اس سے بھی احتراز لازم تھا یعنیہٖ یہی تقریر مولوی عبدالحیٔ صاحب کے نام میں بھی جاری ہوگی ملاحظہ ہو کہ یہ تشقیق وتدقیق کہاں تک پہنچی۔

اقول! عبدالحیٔ عبدالحلیم ہی کی تخصیص نہیں مسلمانوں کے اکثر نام اسی زد پر ہیں مثلاً عبدالعلی، عبدالحلیم، عبدالرشید، عبدالسمیع، عبدالبصیر، عبدالحفیظ، عبدالعزیز عبدالرحیم، عبدالکریم، عبدالروٗف وغیرہ یہ سب اسمار مولٰینا عبدالحیٔ صاحب کے اس فتویٰ کی روسے موہم شرک ہونے کی وجہ سے ناجائز ٹھہریں گے۔ مجھے بتانا یہی ہے کہ اس کی صدہا نظیریں موجود ہیں کہ بڑوں بڑوں کا ذہن ایک بات کی طرف نہیں گیا لیکن دوسرے علمار کا ذہن اس طرف گیا۔ اسی طرح اسمٰعیل دہلوی کے کفریہ کلمات میں اس ضعیف اور بعید احتمال کی طرف اگر استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کا ذہن نہیں گیا اور انہوں نے اپنی دانست میں ان کلمات کو کفری معنی میں متعین جانا اور قائل کو قطعی یقینی کافر کہا مگر مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا ذہن مبارک کسی ضعیف بعید ایسے پہلو کی طرف منتقل ہوا جس کی بنا پر کف لسان فرمایا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔

ایک شبہ کا ازالہ

اگر کوئی یہ کہے کہ جیسے استاذ الاساتذہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور ان کے معاصر علمائے اہلسنت کو اسمٰعیل دہلوی کی کفریات میں کوئی تاویل سمجھ میں نہیں آئی جس کی بنار پر انہوں نے اسمٰعیل دہلوی کی قطعی تکفیر کی۔ ـــــــ مگر اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کو ان کلمات میں

تاویل نظر آگئی جس کی بنا پر انہوں نے مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بارے میں کف لسان کیا۔

اسی طرح اس کا امکان ہے کہ اساطین دیوبند کے کلمات کفریہ میں آئندہ کسی صاحب کو کوئی تاویل سمجھ میں آجائے جس کی بنا پر وہ کف لسان کرے اس پر دو گذارش ہے۔

اوّل :- محض اس احتمال پر کہ شاید آئندہ کسی صاحب کو ان میں کوئی تاویل سمجھ میں آجائے قائل کو کافر نہ کہنا کسی طرح جائز نہیں ورنہ وہی خرابی لازم آئے گی کہ پھر کسی کلمۂ کفر کے بکنے والے کو کافر کہنا درست نہ ہوگا۔ اب نہ قادیانیوں کو کافر کہنا درست ہوگا نہ چکڑالویوں کو اسلئے کہ سب کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ شاید آئندہ ان کے کفریات کی کوئی تاویل نکل آئے۔ بنا رکار اس پر ہے کہ جس مفتی کے سامنے مسئلہ پیش ہے اسے از خود یا کسی کے بتانے سے اس کلمہ میں کوئی تاویل ملی یا نہیں اگر نہیں ملی تو اس پر فرض ہے کہ قائل کو کافر ہونے کا فتویٰ دے اس توہم پر کہ شاید آئندہ کوئی صاحب کوئی تاویل نکالدیں تکفیر سے کف لسان کرنا خدا نا ترسوں کو کفریات بکنے پر جری کرنا ہے۔

دوم :- دوسری خاص بات یہ ہے کہ علمائے دیوبند کو یہ احتمال اس وقت مفید ہوتا اگر انہوں نے اپنی عبارتوں کی توجیہہ میں کچھ کہا نہ ہوتا۔ ان سب نے اپنی اپنی عبارتوں کی توجیہیں کی ہیں۔ جن میں سے کچھ ایسی ہیں جن کا ان عبارتوں سے کوئی لگاؤ نہیں اور خود ان کی تصریحات کی معارض ہیں یا پھر وہ توجیہات کفر ہی ہیں جس کی نظیر حفظ الایمان کی عبارت کی توجیہہ میں گذری۔

پہلی کی مثال تحذیر الناس کی عبارت میں یہ کہنا ہے کہ نانوتوی صاحب کی مراد یہ ہے کہ خاتم النبیین کے معنی صرف آخری نبی نہیں بلکہ آخری نبی اور خاتم بالذات دونوں کے ہیں۔

یہ توجیہہ خود تحذیر الناس ص۱۴ اور ص۲۷ کی عبارتیں رد کر رہی ہیں جن میں

صاف صاف لکھا ہوا ہے۔

بلکہ اگر بالفرض آپ کے زمانے میں کہیں اور کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے۔ ص۱۴

بلکہ بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یا بعد میں کسی نبی کا پیدا ہونا آخری نبی ہونے کے منافی ہے۔ اب اگر خاتم النبیین کا معنی نانوتوی صاحب کے نزدیک آخری نبی ہونا بھی ہوتا تو وہ کیسے لکھتے کہ پھر بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور باقی رہتا ہے اور اس سے خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہیں آئے گا۔

ص۱۴ اور ص۲۷ کی یہ دونوں عبارتیں کہ نانوتوی صاحب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو آخر الانبیاء نہیں مانتے اور خاتم النبیین کا معنی آخر النبیین تسلیم نہیں کرتے اسلئے مذکورہ بالا توجیہ خود نانوتوی صاحب کی تصریح سے باطل ہے۔

توضیح مزید جو کلام کئی معنی کا احتمال رکھتا ہو بعض کفر ہو اور بعض کفر نہ ہو ایسے کلام کا کہنے والا اس وقت کفر سے بچے گا جب کہ وہ بتائے کہ میری مراد وہ معنی ہے جو کفر نہیں اور اس معنی کا اس کلام میں احتمال بھی ہو یعنی اس کلام کا وہ معنی صحیح ہو اور اگر قائل نے اپنی مراد ایسے معنی کو بتایا جو خود کفر ہو یا اس معنی کی گنجائش اس کلام میں قطعاً نہ ہو تو قائل یقیناً حتماً کافر ہے کسی دوسرے کی تاویل صحیح اس کو کفر سے نہیں بچا سکتی۔ درمختار وغیرہ میں ہے۔

اذا كان فی المسئلة وجوہ توجب	جب مسئلے میں چند وجہیں ہوں تو مفتی پر واجب
الكفر وواحد يمنعہ فعلى المفتى	ہے کہ اس معنی پر حکم لگائے جو کفر نہیں۔ اب
الميل لما يمنعہ ثم لونيتہ ذالك	اگر قائل کی مراد وہی معنی ہے تو وہ مسلمان ہے
فمسلم والا لم ينفعہ حمل	ورنہ مفتی کا اس معنی پر حمل کرنا قائل کو نفع

المفتی علی خلافہ نہ دے گا۔

اس قسم کا واقعہ مجھ پر گذر چکا ہے ایک صاحب نے اپنی تقریر میں کہا قرآن مجید اللہ کی بنائی ہوئی کتاب ہے۔ اس پر ایک عالم نے انہیں ٹوکا تو انہوں نے کہا قرآن اگر اللہ کی بنائی ہوئی کتاب نہیں تو کس کی بنائی ہوئی ہے؟ ان عالم نے فرمایا کسی کی بنائی ہوئی نہیں عقائد میں تصریح ہے۔ القرآن کلام اللہ غیر مخلوق معاملہ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پیش ہوا۔ حضرت مفتی اعظم ہند نے مقرر صاحب سے فرمایا کہ آپ کو توبہ کرنی چاہئے۔ انہوں نے توبہ کرلیا۔

پھر سال دو سال کے بعد مقرر صاحب نے فرمایا کہ میری مراد کلام لفظی تھی۔ اس پر ایک مفتی صاحب نے مقرر صاحب سے کہا اگر واقعی آپ کی مراد یہ تھی تو جب حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو توبہ کرنے کا حکم دیا تھا اس وقت آپ بتاتے اس وقت آپ نے نہیں بتایا اور چپ چاپ توبہ کرلیا تو ثابت ہو گیا کہ آپ کی مراد یہ نہیں تھی بعد میں آپ نے سوچ کر نکالا ہے اس لئے یہ مفید نہیں۔

حاصل یہ نکلا کہ اب جب کہ ان کفری عبارتوں کے قائلین نے ان عبارتوں کی جو توجیہات و تاویلات کیں وہ ان عبارتوں کے منافی و معارض ہیں۔ ان کا ان عبارتوں سے کوئی تعلق نہیں خود انہیں کتابوں کی دوسری عبارتیں اسے رد کر رہی ہیں لہذا وہ تاویلات کفری معنی میں متعین ہیں۔ تو اب جب کہ ان کو جہاں جانا تھا جا چکے اب کسی کا ان عبارتوں کی کوئی تاویل صحیح نکالنا ان کو مفید نہیں ہو سکتا۔ ان کو مفید اس وقت ہوتا جب یہ ثابت ہوتا کہ ان کی نیت یہ معنی صحیح تھی لیکن انہوں نے اپنی مراد یہ معنی نہیں بتایا بلکہ ان عبارتوں سے متعلق اُن ملی بے جوڑ باتیں لکھیں اور کہیں اسلئے وہ کفر سے نہیں بچ سکتے یہ اخیر کی گفتگو اس تقدیر پر تھی کہ ان کفری عبارتوں کی کوئی صحیح تاویل کوئی صاحب نکال سکیں مگر ہمیں یقین ہے کہ قیامت تک کوئی صاحب ان عبارتوں کی کوئی ضعیف سی ضعیف بعید سے بعید ایسی تاویل نہیں نکال سکتے جو ان کو کفر سے بچا سکے۔

وَمَنۡ يَّنۡقَلِبۡ عَلٰى عَقِبَيۡهِ فَلَنۡ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيۡـئًا

اور جو ایڑیوں پر پلٹ جائے تو اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکے گا۔ (سورۂ آل عمران آیت ۱۴۴)

دیوبندیوں کا فقہ حنفی سے ارتداد

از

محقق عصر علامہ مفتی محمد نظام الدین صاحب رضوی مصباحی

نائب مفتی و استاذ جامعہ اشرفیہ مبارکپور۔ اعظم گڑھ۔ یوپی

ناشر

دائرۃ البرکات۔ کریم الدین پور۔ برکات نگر۔ گھوسی ضلع مئو

کیا نابالغ کا حدث اسکے لئے ناقضِ طہارت ہے؟

(پہلا مسئلہ)

اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ، خون نکلے، یا پیپ، ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا ——— وضو کیا ہوا لوہے کی لاٹ ہے نہ توڑے سے ٹوٹے، نہ کاٹے سے کٹے، ——— اگر ایسا لڑکا کسی عورت سے صحبت کرے تو اس پر غسل بھی فرض نہیں۔ فتاویٰ رضویہ جلد ا صـ٢٤٧ کی عبارت یہ ہے۔ "نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔ انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور آداب سکھلانے کے لئے ہے، ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا۔ نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہے۔"

(ندائے عرفات صـ٤٧)

اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہاں مسئلہ شرعیہ کا مذاق بھی اڑایا ہے اور خیانت بھی کی ہے۔ خیانت یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اصل عبارت یہ ہے۔

"نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو، نہ جنب۔" الخ

اور شاخسانہ نویس نے اسے بگاڑ کر یوں بیان کیا کہ۔

"اگر دس بارہ برس کا لڑکا ایک مرتبہ وضو کرے تو پھر چاہے پیشاب کرے یا پاخانہ ـــ ہر حالت میں اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا۔"

ناظرین غور کریں کہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے نابالغ کا حکم فرمایا ہے اور یہ دیوبندی بارہ برس کے لڑکے کا بھی وہی حکم بیان کر رہا ہے۔ بیچارے کو کیا خبر

کہ بارہ برس کا لڑکا بالغ بھی ہو سکتا ہے ——— اپنے کسی مولوی سے پوچھ لیں کہ بارہ برس کا لڑکا بالغ ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اگر وہ بھی اہل سنت و جماعت سے اس مسئلے میں اتفاق رائے کر لیں اور جواب میں "ہاں" کہیں تو پھر جناب والا ارشاد فرمائیں کہ جو حکم نابالغ کے لئے تھا اس کو بارہ برس کے لڑکے پر چسپاں کرنا کون دھرم ہے۔

یہ مسئلہ احناف کا ایک مسلم الثبوت مسئلہ ہے جس کی شہادت فقہ حنفی کی معتمد اور متداول کتابوں میں صراحت کے ساتھ موجود ہے۔ اگر شاخسانہ نویس نے فتاویٰ رضویہ شریف خود دیکھا ہوتا تو انہیں اس میں مل گیا ہوتا کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے یہ مسئلہ کہاں سے لیا ہے، یا ہو سکتا ہے کہ آنجناب نے دیکھا ہو مگر بیچارے الف، ب، ت، ث، یا زیادہ سے زیادہ क. ख. ग. اور A. B. C. D. کے علاوہ کچھ جانتے ہی نہ ہوں ورنہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اسی صفحے پر یہ عبارت موجود ہے۔

فانّ حکم الحدث انما یلحق المکلف وقد نصّوا۔ ان مراهقًا جامعَ او مراهقةً جُومِعَت انما یؤمران بالغسل تخلقا واعتیادًا کما فی الخانیة و الغنیة وغیرهما وفی الدّر۔ یؤمر به ابن عشر تادیبًا فحیث لم یسقط الفرض لانعدام الافتراض لم یرتفع الحدث ایضًا لانعدام الحکم به اھ

(فتاویٰ رضویہ صـ٢٤٧ جلد ا)

بیشک حدث کا حکم صرف مکلف (عاقل بالغ) کو لاحق ہوتا ہے فقہاء نے تصریح کی ہے کہ قریب بلوغ لڑکے نے جماع کیا، یا قریب بلوغ لڑکی سے جماع کیا گیا تو ان دونوں کو صرف عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ "خانیہ" "غنیہ"، اور انکے علاوہ فقہ کی دوسری کتابوں میں ہے اور "درمختار" میں ہے کہ ـــ دس سال کے لڑکے کو ادب سکھانے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا، ـــ تو جب کہ فرض نہیں ساقط ہوا کیونکہ ان پر غسل کرنا فرض ہی نہیں تھا تو حدث بھی نہیں اٹھا اس لئے کہ ان پر حدث

کا حکم ہی نہیں تھا۔

فتاویٰ قاضی خاں میں امام اجل فقیہ النفس حضرت علامہ فخر الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

غلام ابن عشر سنين جامع امرأته البالغة عليها الغسل لوجود السبب - وهو موارة الحشفة بعد توجه الخطاب ولا غسل على الغلام لانعدام الخطاب الا انه يؤمر بالغسل اعتيادًا وتخلقًا كما يؤمر بالطهارة والصلاة - اھ

(ص۲۱ ج ۱ م نول کشور)

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ بیوی سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے کہ سبب وجوب پایا گیا یعنی خطاب الٰہی متوجہ ہونے کے بعد عورت کے آگے کے مقام میں حشفہ کا غائب ہونا۔ البتہ اس بچے پر غسل واجب نہیں کیونکہ اسکے حق میں خطاب معدوم ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ عادت ڈالنے کیلئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ عادت ڈالنے کیلئے طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

غنیہ میں ہے۔

صبی ابن عشر جامع امرأته البالغة عليها الغسل لوجود موارة الحشفة بعد توجه الخطاب. ولا غسل على الغلام لانعدام الخطاب الا انه يؤمر به تخلقًا كما يؤمر بالوضوء والصلاة. اھ

(غنیہ ص۴۶)

دس سال کے بچے نے اپنی بالغہ عورت سے جماع کیا تو عورت پر غسل واجب ہے کہ وہ احکام شرعیہ کی مخاطب ہے اور مقام خاص میں حشفہ کا دخول پایا گیا۔ ہاں اس بچے پر غسل واجب نہیں کہ وہ احکام شرعیہ کا مخاطب نہیں ہے البتہ اسے عادت ڈالنے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ اسی مقصد کے تحت وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

فتاویٰ عالم گیری جلد اول ص۸ میں ہے۔

غلام ابن عشر سنين جامع امرأة بالغة فعليها الغسل ولا غسل على الغلام الا انه يؤمر بالغسل تخلقًا واعتيادًا كما يؤمر بالصلاة تخلقًا واعتيادًا اھ

دس سال کے بچے نے بالغ عورت سے جماع کیا تو عورت پر غسل ہے اور اس لڑکے پر غسل نہیں ___ مگر عادت ڈالنے کے لئے اس کو غسل کا حکم دیا جائے گا جیسا کہ عادت ڈالنے کے لئے نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

در مختار شرح تنویر الابصار جلد اول ص۱۰۹ میں ہے۔

لو كان مكلفين ___ ولو احدهما مكلفًا فعليه فقط دون المراهق ___ ويؤمر ابن عشر تاديبًا اھ

(حشفہ غائب ہونے سے دونوں پر غسل واجب ہے) بشرطیکہ دونوں مکلف ہوں اور اگر ان میں ایک مکلف ہو تو صرف اسی مکلف پر واجب ہے اور جو بالغ ہونے کے قریب ہے اس پر غسل نہیں البتہ دس سال کے بچے کو ادب سکھانے کیلئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔

واضح ہو کہ "مکلف" عاقل بالغ شخص کو کہتے ہیں۔

"مراقی الفلاح شرح نور الایضاح" میں ہے۔

فيلزمهما الغسل لو مكلفين ويؤمر به المراهق تخلقا اھ

(ص۵۵ مراقی)

ان دونوں پر غسل واجب ہے اگر دونوں مکلف ہوں اور مراہق کو غسل کا حکم عادت ڈالنے کے لئے دیا جائے گا۔

طحطاوی علی المراقی میں خلاصہ پھر مبسوط کے حوالہ سے ہے۔

اى لا عليه - لكنه يمنع من الصلاة حتى يغتسل كما فى الخلاصة عن الاصل وفى الخانية يؤمر به ابن عشر اعتيادا وتخلقا كما يؤمر بالطهارة والصلاة اھ

نابالغ بچے پر غسل نہیں جیسا کہ خلاصہ میں اصل یعنی مبسوط سے ہے البتہ وہ نماز سے روکا جائے گا۔ اور خانیہ میں ہے کہ دس سال کے بچے کو غسل کا حکم عادت ڈالنے کیلئے دیا جائیگا جیسا کہ طہارت اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے۔

رد المحتار علی الدر المختار اور قنیہ صنا میں ہے۔

(قولہ المکلفین) ای عاقلین، بالغین (وقولہ تادیباً) فی الخانیہ وغیرھا یؤمر بہ اعتیاداً وتخلقاً۔ کما یؤمر بالصلوٰۃ والطھارۃ۔ وفی القنیۃ قال محمد "وطی صبیۃ یجامع مثلھا یستحب لھا ان تغتسل"— کانہ لم یر جبرھا وتادیبھا علی ذالک اھ (ص۱۰۹ ج۱)

"مکلف" سے مراد عاقل، بالغ ہیں۔ خانیہ اور اسکے علاوہ قنیہ کی دوسری کتابوں میں ہے کہ نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا جیساکہ نماز اور طہارت کا حکم دیا جاتا ہے— اور قنیہ میں ہے کہ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ۔ مرد نے ایسی نابالغ بچی سے ہمبستری کی کہ اس جیسی لڑکی سے جماع کیا جاتا ہو تو اس بچی کے لئے غسل کرنا مستحب ہے۔ گویا امام محمد رحمۃ اللہ علیہ اس کو غسل کرنے پر مجبور کرنے کو جائز نہیں جانتے تھے۔

ان عبارتوں سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ نابالغ بچے یا بچی کو وضو، یا غسل کا حکم محض ان امور کی عادت ڈالنے اور شریعت کے آداب سکھانے کے لئے ہے ورنہ کسی بھی حدث سے ان کا وضو نہیں ٹوٹتا اور نہ ہی جماع کرنے سے ان پر غسل واجب ہوتا ہے۔

پس یہیں سے پورے طور پر اس بات کا ثبوت بھی فراہم ہوگیا کہ مجدد برحق، امام اہل سنت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے جو مسئلہ زیب قرطاس کیا ہے وہ بلاشبہ امام الائمہ سراج الامۃ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب مہذب کی سچی ترجمانی ہے۔ —— یہاں یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ اس مسئلہ خاص کے متعلق کہیں بھی، کسی کتاب میں، کسی کا کوئی اختلاف مذکور نہیں ہے جس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ائمہ احناف علیہم الرحمۃ والرضوان کا یہ متفق علیہ مسئلہ ہے۔ اور ایک متفق علیہ حکم شرعی کا مذاق اڑانا کتنا بڑا جرم ہے دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے منصفو بتاؤ۔

حکم مذکور کا بنیادی سبب

یہ حقیقت ہے کہ وضو یا غسل حدث کی وجہ سے واجب ہوتا ہے اور یہ مسلم ضابطہ ہے کہ فرض وواجب وغیرہ احکام کا تعلق ان لوگوں کی ذات سے ہے جو عاقل بالغ ہیں اور نابالغوں پر کوئی چیز فرض یا واجب نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وضو یا غسل عاقل وبالغ پر فرض ہے جیساکہ صاحب درمختار و مراقی الفلاح نے فرمایا "لو مکلفین" جس کی تشریح علامہ شامی نے اپنے الفاظ میں "عاقلین بالغین" سے کی۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ "مرد وعورت پر جماع سے غسل اس وقت واجب ہے جب کہ وہ مکلف یعنی عاقل و بالغ ہوں"۔ اور نابالغوں پر غسل واجب نہ ہونے کی وجہ یہی ہے کہ وہ مکلف نہیں ہیں، جیساکہ فتاویٰ خانیہ وغنیہ میں یہ حکم بیان کرکے صاف صاف تحریر کیا۔ "لِعَدمِ الخطاب، لانعدام الخطاب" یعنی نابالغ بچہ، یا بچی فرائض وواجبات کے احکام کے مخاطب نہیں ہیں اس وجہ سے ان پر غسل بھی واجب نہیں۔

اب یہیں سے اس امر کا کامل طور پر انکشاف ہوجاتا ہے کہ پاخانہ، پیشاب، خون، پیپ یا جماع وغیرہ کے باعث حدث وجنابت کا حکم صرف ان لوگوں پر ہوگا جو احکامِ فرض وواجب کے مخاطب اور عاقل و بالغ ہیں۔ اور وہ لوگ جن کو شریعت طاہرہ نے ان احکام کا مکلف نہ ٹھہرا کر سن بلوغ تک ایک طرح سے آزادی عنایت کی ہے ان پر کسی بھی سبب سے حدث یا جنابت کا حکم نہیں عائد ہوگا— یا بلفظ دیگر یوں سمجھ لیجئے کہ —— شریعت طاہرہ نے جس پر وضو یا غسل کو فرض قرار دیا ہے اسی پر حدث کا حکم بھی جاری کیا ہے اور جس پر ان فرائض کی ذمہ داری عائد نہیں کی ہے اس کو حکم حدث سے بھی بری اور مستثنیٰ کردیا ہے—— خلاصہ یہ ہے کہ —— حدث کا حکم صرف عاقل و بالغ کو لاحق ہوگا، کسی نابالغ پر حدث کا حکم نہیں نافذ ہوگا—— پس جب یہ بات اپنی جگہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ "نابالغ پر شریعت نے حدث کا حکم نہیں نافذ کیا ہے"۔ تو یہیں سے

روز روشن کی طرح یہ بات بھی آشکارا ہوگئی کہ وہ پیشاب کرے، یا پاخانہ اس کے جسم سے خون نکلے یا پیپ۔ وہ محدث نہیں ہوگا، اس کا وضو نہیں ٹوٹے گا یونہی جماع کرنے سے اس پر جنابت نہیں طاری ہوگی اور اس پر غسل کے واجب ولازم ہونے کا فیصلہ نہیں دیا جائے گا۔

اور حدیث میں جو فرمایا گیا کہ۔

مُرُوا اَبْنَاءَ کُمْ بالصَّلٰوۃِ وھم ابناء سبع سنین۔ واضربوھم علیھا وھم ابناءُ عشر سنین

جب بچے سات سال کے ہو جائیں تو انہیں نماز پڑھنے کا حکم دو۔ اور جب دس سال کے ہو جائیں تو انھیں مار کر پڑھاؤ۔

تو یہ اس لئے نہیں فرمایا گیا کہ نابالغوں پر نماز فرض ہے بلکہ اس حکم کا مقصد یہ ہے کہ بچے بالغ ہونے تک نماز پڑھنے کا طریقہ اچھی طرح سیکھ لیں اور انھیں نماز پڑھنے کی عادت پڑ جائے ــــــ جیسا کہ خانیہ، غنیہ، عالم گیری، طحطاوی اور شامی کے حوالے سے بیان ہوا، خانیہ کے الفاظ یہ ہیں۔

اِلَّا أنَّہ یؤمر بالغسل اعتیاداً وَتخلقا کما یؤمر بالطہارۃ والصلاۃ اھ۔ ص۲۱ ج ۱

نابالغ کو عادت ڈالنے کے لئے غسل کا حکم دیا جائے گا۔ جیسا کہ وضو اور نماز کا حکم دیا جاتا ہے

یہاں تک ہم نے مبسوط سے لے کر رد المحتار تک فقہ حنفی کی دس کتابوں سے یہ ثابت کر دکھایا ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں جو مسئلہ مذکور ہے وہ حق وصداقت کا آئینہ دار اور مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔ اور دیوبندی اس سے انکار کرتے ہیں یہ مذہب حنفی سے ارتداد ہے۔

آئینۂ دیوبند

یہ تو ہم جانتے ہیں کہ دیوبندیوں کی تسکین خاطر ان کتابوں سے نہ ہوگی جنکی تصریحات ہدیۂ ناظرین ہوئیں اس لئے ہم آئینۂ دیوبند میں ان کو انھیں کے گھر کا

مشاہدہ کراتے ہیں تاکہ انھیں بھی اعتراف حق میں کوئی عذر اور حیلہ باقی نہ رہے۔ اور ناظرین پر ان کی حق پرستی، و راست گوئی کا بھرم کھل جائے۔

فتاویٰ امدادیہ کا ایک فتویٰ

دیوبندی جماعت کے ایک عظیم رکن اور حکیم الامۃ جناب مولوی اشرف علی صاحب تھانوی اپنے مجموعہ فتاویٰ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

"یہ علامت بلوغ کی نہیں۔ ہاں مراہقہ (یعنی لڑکی کے قریب بلوغ) ہونے کی دلیل ہے جماع سے اس پر غسل فرض نہیں۔ البتہ تعلیماً واعتیاداً وتادیباً (یعنی سکھانے، عادت ڈالنے اور ادب دینے کے لئے) اس پر تاکیدِ غسل کی جاوے گی۔" (ص۱ جلد اول)

اس عبارت میں تھانوی صاحب نے صاف لکھا ہے کہ۔ اگر مراہقہ یعنی قریب البلوغ لڑکی سے کسی نے ہمبستری کی تو اس پر غسل فرض نہیں۔

بہشتی زیور کا ایک مسئلہ

یہی مولوی صاحب موصوف اپنی دوسری تصنیف بہشتی زیور میں اس سے زیادہ واضح لفظوں میں لکھتے ہیں کہ

"مسئلہ:۔ چھوٹی لڑکی سے اگر مرد نے صحبت کی جو ابھی جوان نہیں ہوئی ہے تو اس پر غسل واجب نہیں ہے۔ لیکن عادت ڈالنے کے لئے اس سے غسل کرانا چاہئے۔"

(بہشتی زیور حصہ اول ص۷۳ مطبع محمود المطابع کانپور و ص۴۹ مطبوعہ دین محمدی)

بہشتی گوہر کا بیان

دوسری جگہ لکھتے ہیں۔

"اگر کوئی مرد کسی کمسن عورت کے ساتھ جماع کرے تو غسل فرض نہ ہوگا بشرطیکہ منی نہ گرے۔"

(ص۱۹ مطبع زراتی کانپور۔ ص۱۵ مطبع مجیدی)

یہ تینوں مسائل اگرچہ نابالغہ بچی کے متعلق ہیں مگر یہی حکم نابالغ بچے کا بھی ہوگا کیونکہ نابالغہ بچی سے جماع کی وجہ سے اس پر غسل آخر کیوں نہیں واجب ہوتا۔ ؟ اسکی علت وہی ہے جو اجلۂ فقہائے حنفیہ نے بیان فرمائی کہ وہ نابالغی کی وجہ سے احکام الٰہیہ کی مخاطب نہیں تو پھر یہ علت نابالغ بچے کے حق میں بھی موجود ہے لہٰذا دونوں کا حکم یکساں ہوگا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

بوسہ

مفسدِ نماز ہے یا نہیں ؟

دوسرا مسئلہ

"مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کی خواہش پیدا ہوئی تو نماز جاتی رہی اگرچہ یہ فعل اس کا اپنا فعل نہ تھا۔ اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کی خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔ (فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ٦٧)

ماشاء اللہ خان صاحب کی شریعت کیا ہے ایک اچھا خاصہ تماشہ اور کھیل ہے صورت ایک ہے لیکن مرد کی نماز نہیں ہوگی اور عورت کی ہو جائے گی۔" (ندائے عرفات ص ۴۹)

کسی شخص کا جاہل ہونا ضرور عیب ہے مگر اتنا بڑا عیب نہیں جتنا بڑا عیب یہ ہے کہ جاہل ہوتے ہوئے اپنے آپ کو علامہ حتیٰ کہ فقیہ و مفتی بھی سمجھنے لگے ؎

آں کس کہ نداند و بداند کہ بداند
در جہل مرکب ابدالدہر بماند

آدمی اگر جاہل ہو اور اسے معرفت نفس بھی حاصل کہ میں جاہل ہوں تو جو بات اسے معلوم نہ ہو، یا اس کی سمجھ میں نہ آئے اس کو علماء سے پوچھتا ہے لیکن جاہل ہوتے ہوئے جہل مرکب میں مبتلا ہو کر یہ سمجھے کہ میں ہمہ داں ہوں تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہالت کے دلدل میں پھنسا رہے گا۔ دیوبندیوں کی خاص بیماری یہی ہے کہ وہ ہوتے ہیں جاہل مطلق مگر اپنے کو مجتہد عصر سمجھتے ہیں یہی بیماری "ندائے عرفات" کے اس مضمون نگار میں بھی ہے۔ الٹا سیدھا مضمون لکھ لینا اور بات ہے اور دقائق فقہیہ کو سمجھنا اور بات۔ مسئلہ مذکورہ میں فرق واضح ہے مگر کسی کالم نگار یا ایڈیٹر کی سمجھ میں نہ آئے تو اس کو اپنی سمجھ پر ماتم کرنا چاہیئے، حکم شرعی کا مذاق اڑا کر شریعت کو بازیچۂ اطفال بنانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیئے"۔

اس مسئلہ کی بنیاد فقہ حنفی کے دو مسلم الثبوت اصولوں پر ہے۔

اصل اوّل :۔ کسی نمازی کی نماز دوسرے کے فعل سے فاسد نہیں ہوتی مگر اس وقت جب کہ دوسرے کے فعل سے کوئی ایسی بات صادر ہو جو نماز فاسد کرنیوالی ہو ــــــ مثلاً نمازی کے سامنے کوئی ہنس رہا ہو نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر مصلی بھی ہنسنے لگے تو مصلی کی نماز فاسد ہو جائے گی ــــ یا ــــ کسی نے نمازی کو مارا تو اس کی نماز فاسد نہ ہوگی جب تک کہ وہ چیخے نہیں یا آواز نہ نکالے ــــ لیکن نمازی اگر کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی۔ در مختار میں ہے۔

مَعَهٗ حَجَرٌ فرمابه ..... انسانًا تفسد کضرب ولو مرّةً لانّهٗ مخاصمةٌ او تادیبٌ او ملعبةٌ وهو عمل کثیر ۔ اھ (ص ٨٧ ج)

نمازی کے پاس پتھر تھا اس کو کسی انسان پر پھینکا تو نماز فاسد ہو جائے گی جیسے کسی کو مارے تو نماز فاسد ہو جائے گی اگرچہ ایک ہی مرتبہ ہو اسلئے کہ یہ جھگڑا کرنا ہے یا ادب دینا ہے یا کھیل کرنا ہے اور یہ عمل کثیر ہے۔

اصل ثانی :۔ جو چیز جماع کے دواعی سے ہے نماز میں اس کا ارتکاب مفسد نماز ہے۔ چنانچہ غنیہ میں ہے۔

ولو قبّل ھو أی المصلی امرأتہ بشھوۃ او بغیر شھوۃ فسدت صلاتہ ۱ھ
ص۴۴۹

نمازی نے اپنی بیوی کو بوسہ لیا تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی چاہے شہوت کے ساتھ اس نے بوسہ لیا ہو یا بغیر شہوت کے۔

اس عبارت سے یہ معلوم ہوا کہ بوسہ مرد لے تو یہ اس کے حق میں "معنیٰ جماع" میں ہے۔

لیکن اگر بوسہ عورت لے تو یہ مرد کے حق میں "معنیٰ جماع" ہے یا نہیں، قابل غور ہے، فقہاء نے صراحت فرمائی ہے کہ جماع مرد کا فعل ہے عورت کا نہیں۔ اور اس پر انہوں نے احکام بھی متفرع کئے ہیں پس اگر عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور مرد کو خواہش پیدا ہوئی تو یہ خواہش بھی مرد کے حق میں "معنیٰ جماع" میں ہے کہ وہ فاعلِ جماع ہے لیکن عورت کے حق میں خواہشِ "معنیٰ جماع" میں نہیں کہ وہ فاعل جماع نہیں ہے

اب فتاویٰ رضویہ شریف کا مسئلہ لیجئے اور وجہ فرق سمجھئے۔

"مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی نماز جاتی رہی۔"

یہ اسلئے نہیں کہ عورت نے بوسہ لیا کیونکہ یہ بوسہ لینا غیر نمازی کا فعل ہے اسلئے اس کا بوسہ لینا۔ اور نہ لینا کالعدم ہے۔ جیسا کہ اصل اول میں گذرا۔ بلکہ نماز اسلئے فاسد ہوئی کہ عورت کے بوسہ لینے سے مرد کو خواہش پیدا ہو گئی اور بوسے کے بعد جماع کی خواہش "جماع کے معنیٰ" میں ہے تو نمازی سے حالت نماز میں مفسد نماز کا صدور ہوا ـــــ یہی مفاد ہے درمختار وغیرہ کی اس عبارت کا۔

لا لو قبلتہ ولم یشتھھا[1]۔ اھ

عورت نے مرد کا بوسہ لیا اور اسے خواہش نہیں پیدا ہوئی تو نماز نہیں فاسد ہوگی۔

[1] درمختار ص۴۲۲ ج ۱ شامی ص۴۲۲ ج ۱ بحوالہ خلاصہ۔ غنیہ ص۴۴۹، مراقی الفلاح شرح نور الایضاح، طحطاوی علی المراقی۔ خزانۃ الروایات قلمی ص۲۲۹ ذخیرہ، خزانۃ الفتاویٰ

تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مرد کو خواہش پیدا ہو گئی تو نماز فاسد ہو جائے گی۔

اب دوسرا مسئلہ لیجئے۔

"عورت نماز پڑھتی تھی مرد بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہو تو عورت کی نماز نہ جائے گی۔"

یہ اسلئے کہ جب عورت کی خواہش "جماع کے معنیٰ" میں نہیں تو نمازی کی جانب سے کوئی چیز مفسدِ نماز نہ پائی گئی پس اس صورت میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم بلا سبب ہوگا۔ ـــــ رہ گیا مرد کا بوسہ لینا تو وہ نماز پر اثر انداز نہیں ہوگا جیسا کہ ہم اصل اول میں بتا آئے کہ غیر نمازی کا فعل نماز کو فاسد نہیں کرتا۔

اسی لئے مجتبیٰ شرح زاہدی اور جوہرہ نیرہ میں یہی صراحت فرمائی جسے محقق ابن نجیم رحمۃ اللہ علیہ نے بحر میں اور علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے حاشیہ درمختار میں نقل فرمایا چنانچہ رد المحتار میں ہے۔

ھذا۔ وذکر فی البحر عن شرح الزاھدی انہ لو قبّل المصلیۃ لا تفسد صلاتھا ومثلہ فی الجوھرۃ۔ اھ (ص۴۲۲ ج ۲)

بحر الرائق میں شرح زاہدی کے حوالہ سے ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھنے والی عورت کا بوسہ لیا تو عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی اور اسی کے مثل جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اس عبارت کو نقل کر کے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ۔

وعلیہ فلا فرق اھ (ص۴۲۲ ج ۱) — اور اس بنا پر کوئی فرق نہیں ہے

یعنی مرد عورت کا بوسہ لے، یا عورت مرد کا بوسہ لے دونوں میں کوئی فرق نہیں ـــــ یا یوں کہئے کہ ـــــ غیر نمازی سے دواعی جماع کا صدور نماز کو فاسد نہیں کرتا چاہے یہ صدور مرد سے ہو یا عورت سے۔

خلاصۂ کلام:۔ یہ ہوا کہ فتاویٰ رضویہ شریف کے دونوں مسئلوں میں نماز کے فاسد ہونے اور نہ ہونے کا جو حکم ہے اس کا مدار مرد یا عورت کے بوسہ

لینے پر نہیں اسلئے کہ وہ غیر نمازی کا فعل ہے جو نمازی کی نماز کو فاسد نہیں کر سکتا۔
"مسئلہ اولیٰ" میں نماز کے فاسد ہونے کا حکم اس لئے نہیں کہ عورت نے اس کا بوسہ لے لیا بلکہ اس بنا پر ہے کہ عورت کے بوسہ لینے سے خود مرد کو نماز میں خواہش پیدا ہوئی اور بوسہ کے بعد مرد کو جماع کی خواہش ہونا جماع کے معنی میں ہے تو اس صورت میں نمازی سے نماز کی حالت میں مفسدِ صلاۃ کا صدور ہوا، اس لئے نماز فاسد ہوگئی اور دوسرے مسئلہ میں عورت کو خواہش پیدا ہوئی مگر عورت کی خواہش جماع کے معنی میں نہیں اس لئے اس کی نماز نہیں فاسد ہوگی۔

الغرض :۔ مدار کار غیر کا بوسہ لینا نہیں بلکہ مدار کار خود نمازی سے حالت نماز میں مفسدِ نماز کا صدور یا عدم صدور ہے بوسہ کے بعد اگر جماع کی خواہش مرد کو ہے تو مفسدِ نماز ہے اور اگر عورت کو ہے تو مفسد نماز نہیں اس لئے کہ فاعل جماع مرد ہے نہ کہ عورت۔

یہاں یہ نہ کہا جائے کہ مجتبیٰ کتب ضعیفہ سے ہے کیونکہ یہ مسئلہ جوہرہ نیرہ میں بھی ہے جو کتب معتمدہ سے ہے۔

ویسے یہ مسئلہ مختلف فیہ ہے اکثر فقہاء کا موقف یہ ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز فاسد ہو جائے گی جس کی توجیہ خود اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے "جد الممتار" میں یہ فرمائی ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی کو شہوت کے ساتھ بوسہ لینا جماع کے معنی میں ہے اور جماع مفسدِ نماز۔ (ص۲۹ ج ۱)

اس طرح اس باب میں فقہاء کے دو قول ہوئے۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے فتاویٰ رضویہ میں اسی کو اختیار فرمایا ہے کہ شوہر کے بوسہ لینے سے عورت کی نماز فاسد نہ ہوگی کہ اس میں عورت کی طرف سے نماز کے منافی کوئی فعل نہ پایا گیا مگر اکثر فقہاء کا قول بھی با قوت ہے اس لئے "جد الممتار" حاشیہ "رد المحتار" میں فرماتے ہیں کہ زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ اکثر کے قول پر عمل کیا جائے۔ رقم طراز ہیں

كتب الزاهدي غير موثوق بها — زاہدی کی کتابیں قابل وثوق نہیں۔ لہذا وہ

فلا تقاوم الخلاصة وغيرها من الكتب المعتبرة والجوهرة وان كانت معتمدة فالعمل بما عليه الاكثر، هو الأحوط

خلاصہ وغیرہا کتب معتمدہ کے مقابل نہیں ہو سکتیں اور جوہرہ نیرہ اگرچہ فقہ کی معتمد کتاب ہے تاہم عمل اکثر کے قول پر ہے اور یہی احوط ہے۔

(ص ۲۹۶ ج اول، طبع اول)

یہاں تین باتیں ہیں۔
(الف) ـــــ اصل حکم
(ب) ـــــ احتیاط
(ج) ـــــ احوط ـــــ یعنی زیادہ احتیاط

تو فتاویٰ رضویہ کا مسئلہ اصل حکم کے مطابق ہے اور "جد الممتار" کا احوط کے مطابق۔ جس کا حاصل یہ نکلا کہ نماز تو فاسد نہ ہوگی لیکن زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ عورت نماز دہرا لے۔

اس کی بنیاد دراصل اس ضابطہ فقہیہ پر ہے کہ کسی مسئلہ میں فقہاء کے درمیان اختلاف ہو تو مستحب یہ ہے کہ عمل میں دونوں قولوں کا لحاظ کیا جائے اس پر اجماع ہے۔ درمختار میں ہے۔

يندب للخروج من الخلاف، لاسيما للامام لكن بشرط
عدم ارتكاب مكروهِ مذهبه اھ

یہاں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے احوط پر عمل کا فیصلہ کر کے اسی مندوب پر عمل کیا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

شرمگاہ کی تری پاک
یا
ناپاک ہونے کی بحث

تیسرا مسئلہ

"بکری کا بچہ اسی وقت پیدا ہوا، ابھی اس کا بدن رطوبت رحم سے گیلا ہے اسے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی تو کچھ حرج نہیں ہے اگر یہ بچہ پانی میں گر گیا تو پانی ناپاک نہ ہوگا، اس لئے کہ شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے۔"

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص ۵۷۶)

"خان صاحب بریلوی کی اس فقہ دانی کی داد دینی چاہئے۔ اگر خدا نخواستہ خان صاحب تھوڑے دن اور زندہ رہ جاتے تو حیض و نفاس کے خون کو بھی پاک بتلا دیتے۔" العیاذ باللہ

(ندائے عرفات ص ۴۵)

چوتھا مسئلہ

"گائے، بکری، کسی پاک جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اس کی تری کی حالت میں جو وقت پیدائش کے بدن پر ہوتی ہے، کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی پاک رہے گا۔"

(فتاویٰ رضویہ ص ۵۶۳ ج ۱)

"رضا خوانی بھائیو! خانصاحب کے اس نوایجاد مسئلہ کی بنا پر

کیا آپ اس ناپاک پانی پینے کے لئے تیار ہو، تو پی کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرما کر خان صاحب کے اس جدید مذہب کو ترک کر دو۔ اور صدق دل سے توبہ کر لو۔"

(ندائے عرفات ص ۵۲ و ص ۴۶)

ان دونوں مسئلوں کا ماحصل صرف یہ ہے کہ ـــــ **شرمگاہ کی رطوبت پاک ھے** ـــــ اس لئے اگرچہ بچے کا بدن ابھی شرمگاہ کی رطوبت (تری) سے گیلا ہو تاہم اس کو گود میں لینے، یا اس کے پانی میں گرنے سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا لہذا نماز صحیح ہوگی۔ اور پانی بھی ناپاک نہ ہوگا لہذا اس سے وضو و غسل درست ہوگا۔

یہ اعلیٰ حضرت مجدد اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا جدید مذہب اور نوایجاد مسئلہ نہیں، بلکہ یہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب ہے۔

فقہ حنفی کی معتمد و مستند کتاب درمختار اور جوہرہ نیرہ میں ہے۔

اما عندہ فھی طاھرۃ، کسائر رطوبات البدن۔ جوھرۃ۔ اھ (الدر المختار علی ھامش رد المحتار ص ۲۰۸ ج ۱)	امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک شرمگاہ کی رطوبت پاک ہے جیسے بدن کی دوسری رطوبتیں (پسینہ، ناک کا پانی، رال وغیرہ پاک ہیں۔

ردالمحتار میں علامہ شامی نے اس عبارت پر نوٹ تحریر کیا۔

(قولہ: اما عندہ) أی عند الامام الاعظم۔ وظاھر کلامہ فی اٰخر الفصل الاٰتی: انہ المعتمد۔اھ (ردالمحتار ص ۲۰۸ ج ۱، نعمانیہ)	یہ مسلک امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا ہے اور صاحب درمختار کے کلام سے جو اس فصل کے آخر میں آرہا ہے ظاہر ہوتا ہے کہ یہی معتمد ہے۔

فتاویٰ تتارخانیہ میں بھی یہی منقول ہے چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

نقل فی التاترخانیۃ: ان رطوبۃ	تتارخانیہ میں منقول ہے کہ پیدائش کے

الولد عند الولادة طاهرة۔ اھ
(۲۳۳ ج ۱۔ ۲۰۸ ج ۱)

وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت ہوتی ہے وہ پاک ہے۔

طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

ان رطوبۃ المخرج لیست بنجسۃٍ اھ۔ (ص ۲۵، فصلٌ فی مسائل الآبار۔)

بلاشبہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں۔

دیوبندیو! کیا امام اعظم اور دوسرے اجلۂ فقہائے حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کے بارے میں بھی یہ جسارت کروگے کہ شرمگاہ کی تری پاک ہے تو اسے چاٹو؟ گستاخانِ رسول سے یہ کچھ بھی بعید نہیں۔

مسلمان بھائیو! آپ لوگ غور فرمائیں کہ جب پاک جانور شرمگاہ کی رطوبت لعاب اور پسینہ وغیرہ کی طرح سے پاک ہے تو اس رطوبت سے جو بچہ گیلا ہوا اس کے اٹھانے، یا پانی میں گرنے سے کپڑا یا پانی کیوں ناپاک ہوگا، اس لئے اعلیٰحضرت علیہ الرحمہ نے جو مسئلہ بیان فرمایا وہ حنفی مذہب کے عین مطابق ہے۔

پھر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے یہ مسئلہ اپنی طرف سے نہیں بیان کیا ہے، بلکہ آپ نے حلبی کبیر کا ایک جزیہ نقل فرمایا ہے جو عربی زبان میں جسے عام لوگ سمجھ نہیں سکتے تو آپ نے اس کا فائدہ عام کرنے کے لئے اردو زبان میں اسی کا مطلب خیز ترجمہ حاشیہ پر لکھ دیا ہے۔

فتاویٰ رضویہ ص ۵۶۳ ج ۱۔ میں اسی موقع پر حلبی کا جزیہ یوں منقول ہے۔

السخلۃ اذا وقعت من امھا رطبۃ فی الماء لا تفسدہٗ کذا فی کتب الفتاویٰ اھ
(حلبی کبیر ص ۱۵۰)

گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی پانی میں گر گیا اور وہ ابھی شرمگاہ کی رطوبت سے گیلا تھا تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔ ایسا ہی "کتب فتاویٰ" میں ہے۔

تو یہ مسئلہ حلبی کبیر و کتب فتاویٰ کا ہوا، اسے اعلیٰ حضرت کا نو ایجاد مسئلہ قرار دینا کتنا بڑا جھوٹ اور فریب ہے۔ ؎

ہم کو غلط کہو، تو تمہاری ادا ہے یہ
پر سچ بتلایئے کہ یہ کس کا قصور ہے

نیز یہ مسئلہ فقہ حنفی کی بہت سی کتب شروح و کتب فتاویٰ میں بھی واضح لفظوں میں موجود ہے، نمونہ کے طور پر کچھ جزیات اور ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ خزانۃ الفتاویٰ ص ۱۳ میں ہے۔

البیضۃ اذا خرجت من الدجاجۃ فوقعت فی الماء رطبۃ۔ او یبست ثم وقعت فی الماء۔ لا تفسد الماء والثوب۔ و ھٰکذا حکم السخلۃ رطبۃً او یابسۃً فی قیاس قول ابی حنیفہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ۔ اھ
(خزانۃ الفتاویٰ ص ۱۳)

انڈا مرغی کے شکم سے باہر نکلا، اور فوراً اسی تری کی حالت میں پانی میں گر پڑا، یا خشک ہونے کے بعد پانی میں گرا تو یہ انڈا نہ پانی کو فاسد کرے گا (کہ وہ وضو و غسل کے لائق نہ رہ جائے) اور نہ ہی کپڑے کو (کہ اسے پہن کر نماز نہ ادا کی جا سکے) اور امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کے قول پر قیاس کے مطابق یہی حکم گائے اور بکری کے بچہ کا ہے (یعنی پانی اور کپڑا ناپاک نہوں گے۔) چاہے وہ ابھی شرمگاہ کی تری سے گیلا ہو یا خشک ہو چکا ہو۔

۲۔ ردالمحتار علی الدر المختار کے باب الانجاس میں ہے۔

نقل فی التاترخانیۃ ان رطوبۃ الولد عند الولادۃ طاھرۃ۔ وکذا السخلۃ اذا خرجت من امھا، وکذا البیضۃ۔ فلا یتنجس بھا الثوب ولا الماء اذا وقعت

تاتارخانیہ میں یہ مسئلہ نقل فرمایا کہ۔ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر (شرمگاہ کی) جو رطوبت ہوتی ہے، وہ پاک ہے اسی طرح گائے یا بکری کا بچہ جس وقت وہ اپنی ماں کے شکم سے باہر آئے (پاک ہے) اور اسی طرح انڈا بھی۔ پس ان کے (مثلاً گود میں

فیہ لکن یکرہ التوضی بہ للاختلاف۔ وکذا الانفخۃ ھو المختار۔ اھ
(شامی ص۲۳۳ ج ۱۔ ایضاً ص۲۰ ج ۱)

اٹھا لینے کے سبب سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا۔ اور اگر ان میں سے کوئی پانی میں گر پڑے تو نجس نہیں ہوگا، ہاں اختلاف کی وجہ سے اس پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے اور یہی حکم انفخہ[1] کا ہے یہی مسلک مختار ہے۔

ان عبارات سے یہ بات واضح ہو کر سامنے آتی ہے کہ پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر جو رطوبت لگی ہوتی ہے وہ امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مسلک کے مطابق پاک ہے اس وجہ سے اس بچے کو گود میں اٹھانے، یا اس کے پانی میں گر جانے سے کپڑے یا پانی کی طہارت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، بلکہ وہ بدستور طاہر اور پاک رہیں گے۔ اور ظاہر ہے کہ جب وہ کپڑا پاک ہے تو اسے زیب تن کر کے نماز ادا کرنے میں شرعاً کوئی حرج لاحق نہیں ہوگا۔

۴۔ فتاویٰ قاضی میں ہے۔

بیضۃ سقطت من الدجاجۃ فی مرقۃ او ماء۔ لا تفسد ذالك وكذا السخلۃ اذا سقطت من امها ووقعت فی الماء مبتلۃ لا تفسد اھ
(ص ، ج ۱)

انڈا مرغی کے پیٹ سے شوربے یا پانی میں گر پڑا تو وہ انھیں فاسد نہ کرے گا۔ اور اسی طرح گائے یا بکری کا بچہ جس وقت اپنی ماں کے پیٹ سے باہر نکلا اور شرمگاہ کی تری سے بھیگا ہی تھا کہ پانی میں گر پڑا تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا۔

۵۔ طحطاوی علی مراقی الفلاح میں ہے۔

لا ینجس المائع وقوع بیضۃ

مرغی کے پیٹ سے نکلنے والا تر انڈا کسی

---

[1] انفخہ: بکری کا جو بچہ ابھی صرف دودھ ہی پیتا ہو اس کے پیٹ سے دودھ جیسی ایک چیز نکالتے ہیں اور کپڑے میں لت پت کر لیتے ہیں پھر وہ پتھر کی مانند گاڑھا ہو جاتا ہے عوام اس کو مجبنہ کہتے ہیں۔

طریۃ من بطن دجاجۃ ولا وقوع سخلۃ من بطن امها ولو كانت رطبۃ مالم یعلو ان علیهما قذرا لان رطوبۃ المخرج لیست بنجسۃ اھ
(طحطاوی علی مراقی ص۲۵ فصل فی مسائل الآبار)

رقیق بہنے والی چیز میں گر کر اسے ناپاک نہیں کرے گا اور نہ ہی گائے یا بکری کا بچہ جو ابھی ماں کے شکم سے باہر آیا ہو، اگرچہ وہ (شرمگاہ کی رطوبت سے) بھیگا ہوا ہو، جب تک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ ان پر کوئی ناپاک چیز لگی ہوئی تھی اسلئے کہ شرمگاہ کی تری ناپاک نہیں ہے۔

۶۔ غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور صغیری میں ہے

السخلۃ اذا وقعت من امها رطبۃ فی الماء لا تفسدہ اھ (وزاد فی الغنیۃ) كذا فی كتب الفتاویٰ اھ
(غنیہ ص۱۵۰ و ص۸۳)

گائے یا بکری کا بچہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو پیدائش کے وقت اسکے بدن پر ہوتی ہے، پانی میں گر جائے تو وہ پانی کو ناقابل طہارت نہ کرے گا فتاویٰ کی کتابوں میں ایسا ہی مذکور ہے۔

۸۔ فتح القدیر شرح ہدایہ میں ہے۔

لو وقعت البیضۃ من الدجاجۃ فی الماء رطبۃ او یبست ثم وقعت۔ وكذا السخلۃ اذا سقطت من امها رطبۃ او یبست لا یتنجس الماء اھ (ص۳۵ ج ۱۔ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ومالا یجوز)

۹۔ ومثلہ فی البحر الرائق شرح كنز الدقائق ص۹۴ ج ۱)

۱۰۔ فتاویٰ عالمگیری میں ہے۔

وقشر البیضۃ الخارجۃ والسخلۃ الساقطۃ من امها وهی مبتلۃ طاهرۃ عند ابی حنیفۃ۔ كذا (۱۱) فی المحیط السرخسی اھ (ص۱۳ ج ۱ فصل فیما لا یجوز بہ التوضی)

۱۲-خزانۃ الروایات میں ہے۔

۱۲- فی العتابیۃ : السخلۃ والبیضۃ خرجت ووقعت فی الماء لا یفسدہ رطبۃ کانت اویابسۃ وکذا الانفخۃ من الشاۃ المیتۃ طاھرۃ عند ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ھو المختار۔

ان کتابوں کی تصریحات کا حاصل بھی یہی ہے کہ انڈا یا گائے بکری کا بچہ جو ابھی مرغی یا اپنی ماں کی شرمگاہ کی رطوبت سے گیلے ہوں اور پانی میں گر جائیں تو یہ پانی پاک ہے کیونکہ وہ انڈا یا بچہ گیلے پن کی حالت میں بھی پاک ہے۔

شرمگاہ کی تری کے پاک ہونے کی تائید میں ہم نے نمونے کے طور پر مذہب حنفی کی پندرہ فقہی کتابوں مثلاً: (۱) محیط سرخسی (۲) فتاویٰ قاضی خاں (۳) فتح القدیر (۴) بحرالرائق (۵) غنیہ (۶) عالمگیری (۷) طحطاوی (۸) درمختار (۹) وردالمحتار وغیرہ سے فقہائے کرام کے واضح بیانات تحریر کر دیئے اور روز روشن کی طرح یہ ثابت کر دکھایا کہ رطوبت فرج کے پاک ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہے اور یہی مسلک معتمد ہے ________ تو اب میں شاخسانہ نویس صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ اپنے بقول شرمگاہ کی رطوبت چاٹنے کے لئے تیار ہو، اگر ہو تو چاٹ کر دکھاؤ، ورنہ خدا سے شرما کر اپنی اس عناد پرستی اور احناف دشمنی سے باز آجاؤ اور صدق دل سے توبہ کرلو۔

مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی علم الفقہ میں یہ لکھتے ہیں۔

"زندہ عورت بچہ جنے اور وہ بچہ اسی وقت کنویں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو پانی ناپاک نہ ہوگا۔" ص۱۵ ج ۱

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت بوادر النوادر ص۲۱۳ پر لکھتے ہیں۔ ____

امام صاحب و صاحبین مختلف ہیں اور بوجہ ابتلاء کے اصل جواب میں قول بالطہارت پر فتویٰ دیا گیا ہے ____ پھر اسی کتاب کے ص۳۴۲ پر ردالمحتار کی وہ عبارت جو ہماری اس کتاب کے ص۸۰ پر درج ہے نقل کرنے کے بعد ہی حکیم جی لکھتے

ہیں۔

"اس سے معلوم ہوا کہ اس مسئلے میں اختلاف ہے لیکن امام صاحب کا مذہب ہونے کے سبب بھی اور اس زمانے میں ضرورت ہونے کا سبب بھی اسی کو کہے کہ وہ پاک ہے اور اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا۔"

اور شاخسانہ نویس صاحب نے جو یہ لکھا کہ یہ پانی جب پاک ہے تو اسے پی کر دکھاؤ۔ اس پر ہماری گذارش ہے کہ یہ دیوبندی یہ بتائے کہ انسان کا تھوک، پان کی پیک، ناک کی ریٹھ دیوبندی مذہب میں بھی پاک ہے آپ پہلے ان سب کو چاٹ لیجئے پھر ہم سے رحم کی رطوبت پینے کا مطالبہ کیجئے پھر جب آپ کے حکیم الامت صاحب نے اس کے پاک ہونے کا فتویٰ دیا ہے تو پہلے آپ اسے چاٹ لیں پھر ہم سے بات کریں۔

جناب من آپ پہلے اپنے گھر کی خبر لیں پھر ہم سے بات کریں، آپ کے حکیم الامت کے وطن تھانہ بھون میں ایسے باذوق گزرے ہیں جنھوں نے عورت کی شرمگاہ کی رطوبت کو روٹی لگا کر کھایا ہے۔ لیجئے افاضات الیومیہ جلد ۳ ص۱۱۱، چہارم ص۱۴۷، اٹھا کر دیکھئے۔ تھانوی صاحب نے اپنی خانقاہ شریف میں راہ سلوک طے کرنے والوں کے سامنے اپنی زبان فیض ترجمان سے بیان فرمایا۔

"مکتب کے لڑکوں نے حافظ جی کو نکاح کی ترغیب دی کہ حافظ جی نکاح کرلو بڑا مزہ ہے، حافظ جی نے کوشش کر کے نکاح کیا اور رات بھر روٹی لگا لگا کر کھائی مزہ کیا خاک آتا صبح کو لڑکوں پر خفا ہوتے ہوئے آئے کہ سسرے کہتے تھے کہ بڑا مزہ ہے بڑا مزہ ہے ہم نے روٹی لگا کر کھائی ہمیں تو نہ نمکین معلوم ہوئی نہ میٹھی نہ کڑوی۔ لڑکوں نے کہا کہ حافظ جی مارا کرتے ہیں ____ آئی شب حافظ جی نے بیچاری کو خوب زدوکوب کیا ے جوتا، دے جوتا ____ تمام محلہ جاگ اٹھا اور جمع ہو گیا اور حافظ جی کو برا بھلا کہا پھر صبح کو آئے اور کہنے لگے سسروں نے

دق کر دیا رات ہم نے مارا بھی کچھ بھی مزہ نہ آیا اور رسوائی بھی ہوئی ــــ تب لڑکوں نے کھول کر حقیقت بیان کی کہ مارنے سے یہ مراد ہے ــــ اب جو شب آئی تب حافظ جی کو حقیقت منکشف ہوئی ــــ صبح کو جو آئے تو مونچھوں کا ایک ایک بال کھل رہا تھا اور خوشی میں بھرے ہوئے تھے"۔

ناظرین تھانوی صاحب کے ان کلمات طیبات کو بغور پڑھیں اور خود نتیجہ اخذ کریں کہ خانقاہ امدادیہ میں بیٹھ کر تھانوی صاحب جو رشد وہدایت کا سبق دیتے تھے وہ کس قسم کا تھا۔ ایسی فحش بات ایک شریف آدمی تنہائی میں بھی اپنے بے تکلف دوستوں سے بھی کہنا گوارہ نہیں کرے گا مگر تھانوی صاحب اللہ والوں کے مجمع میں بلا تکلف مزہ لے کر بیان فرماتے تھے اور صرف ایک ہی بار نہیں بیان فرمایا بار بار بیان فرمایا ہے اٹھا کر دیکھئے الافاضات الیومیہ جلد ۱ صـ۲۲۷ نیز جلد ۳ صـ۱۱۱ نیز جلد ۴ صـ۱۴۷۔

اب شاخسانہ نویس صاحب بتائیں کہ وہ تو ہمیں مشورہ دے رہے تھے کہ شرمگاہ کی رطوبت جب پاک ہے تو اسے پیو اور ان کے یہاں تو روٹی لگا کر کھائی گئی ہے۔ شاخسانہ نویس صاحب کو چاہئے کہ اپنے بزرگوں کی سنت پر خود عمل کریں۔

کافر و مرتد کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے ــــ یا ــــ نہیں؟

پانچواں مسئلہ

"اگر وہابی نکاح پڑھائے تو ہو جائے گا یا نہیں؟
جواب ــــ نکاح تو ہو ہی جائے گا، اس واسطے کہ نکاح باہمی ایجاب وقبول کا نام ہے اگرچہ برہمن پڑھائے چونکہ وہابی کے پڑھانے میں اس کی تعظیم ہوتی ہے جو حرام ہے لہذا احتراز لازم ہے"۔
(احکام شریعت صـ۹)

رضا خوانی بھائیو! دیکھو تمہارے مقتدا و گرو نے یہ کیسا عجیب و غریب اور نادر فیصلہ کیا ہے کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو تو ضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کروڑوں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا جائز ہے ــــ غالباً یہی خانصاحب کا نیا مذہب ہے جس پر قائم رہنا ہر فرض سے اہم فرض ہے"۔
(ندائے عرفات صـ۵۶)

جناب! یہ اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کا نیا مذہب نہیں ہے بلکہ سراج الامۃ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے جسے عہد قدیم سے امت مسلمہ کے کثیر علماء صلحاء اور فقہاء و مشائخ نے اختیار کیا ہے ــــ البتہ حنفی ہونے

کا دعویٰ کر کے مسلک احناف پر آپ کے حملے کرنے کا یہ انداز ضرور نیا ہے۔

ساغر نہ مینا اور نہ پیمانہ نیا ہے
ساقی تیرا انداز ظریفانہ نیا ہے

اس سے پہلے کہ میں اصل حقیقت کے چہرے سے نقاب کشائی کروں ایک نکتہ ذہن نشین کیجئے۔

ایک نکتہ کافر و مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کا صحیح اور منعقد ہو جانا اور بات ہے اور "ان سے نکاح پڑھوانا حرام ہے" یہ اور بات ہے دونوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔

یہ ایک متفق مسئلہ ہے کہ "جب شئی کے ارکان و شرائط پائے جاتے ہیں تو وہ شئی موجود اور متحقق ہو جاتی ہے اگرچہ کسی اور وجہ سے اس کے تحقق میں کسی حرام کا ارتکاب ہو گیا ہو" مثال کے طور پر یوں سمجھ لیجئے کہ

۱۔ خلاف ترتیب قرآن عظیم پڑھنا حرام ہے لیکن اگر کسی شخص نے نماز کی ادائیگی میں ترتیب کی رعایت کئے بغیر قرآن حکیم کی تلاوت کی تو اس کی نماز بلا کراہت صحیح ہو جائے گی البتہ خلاف ترتیب پڑھنے کی وجہ سے گنہگار ضرور ہوگا۔

۲۔ یوں ہی حیض کی حالت میں بیوی کو طلاق دینا حرام و گناہ ہے لیکن طلاق دینے سے بلاشبہ اس کی بیوی پر طلاق پڑ جائے گی۔

ان دونوں مسئلوں میں سنی، اور دیوبندی دونوں گروپ کے اصحاب فتاویٰ یہی حکم نافذ کریں گے کہ نماز صحیح ہے اور طلاق بلاشبہ واقع ہے مگر اس حکم کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ مذکورہ طریقے پر نماز پڑھنا حلال و روا ہے اور طلاق دینا مباح و بجا۔ بلکہ اس طریقے پر نماز پڑھنا، اور طلاق دینا بلاشبہ حرام و گناہ ہے ____ ٹھیک اسی طرح نکاح خوانی کے مسئلے کو بھی سمجھنا چاہئے کہ ____ اہل کفر و ارتداد سے نکاح پڑھوانا حرام ہے لیکن اگر پڑھا دیں گے تو نکاح ہو جائے گا کیونکہ نکاح نام ہے شرائط مخصوصہ کے ساتھ باہمی ایجاب و

قبول کا اور ظاہر ہے کہ کافر و مرتد کے پڑھانے سے بھی نکاح کے یہ ارکان اور شرائط پائے جاتے ہیں۔ اور حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان سے نکاح پڑھوانے میں ان کی تعظیم و تکریم ہوتی ہے اور علماء کرام و ائمہ عظام فرماتے ہیں کہ کافر و مرتد تو درکنار فاسق کی تعظیم و تکریم بھی شرعی نقطۂ نظر سے حرام ہے۔ چنانچہ شامی جلد اول ص۳۷۶ تبیین الحقائق، فتح المعین اور طحطاوی حاشیۂ در مختار میں صاف صاف لفظوں میں بتایا گیا ہے کہ۔

قد وجب علیھم اھانتہ شرعا۔ اھ — فاسق کی توہین شرعاً واجب ہے۔

علامہ محقق سعد الملۃ والدین تفتازانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "مقاصد" و "شرح مقاصد" میں فرماتے ہیں۔

حکم المبتدع البغض والعداوۃ والاعراض عنہ، والاھانۃ والطعن واللعن۔ اھ — بد مذہب کے لئے حکم شرعی یہ ہے کہ اس سے بغض و عداوت رکھیں، روگردانی کریں اس کی توہین و تذلیل کریں اور اس سے لعن و طعن کے ساتھ پیش آئیں۔

اور حدیث شریف میں ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مَن وَقَّرَ صاحب بدعۃ فقد اعان علیٰ ھدم الاسلام — جس نے کسی بد مذہب کی توقیر و تعظیم کی اس نے اسلام کے ڈھانے میں مدد کی

(طبرانی کبیر، حلیہ، شعب الایمان للبیہقی وغیرہ)

پس جب فاسق کی تعظیم و توقیر حرام ہے تو وہابی سے نکاح پڑھوانا بدرجۂ اولیٰ حرام قرار پائے گا۔ یوں ہی برہمن سے نکاح پڑھوانا بھی حرام ہوگا لیکن اس کے بارے میں یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہ تھی کیونکہ ہر مسلمان برہمن سے نکاح پڑھوانا ناجائز ہی مانتا ہے اور برہمن کی مثال اس لئے یہاں پیش کی تاکہ عوام اس حقیقت کو اچھی طرح سمجھ لیں کہ نکاح صحیح ہونے کے لئے نکاح خواں کا مسلمان

ہونا ضروری نہیں کیونکہ برہمن کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے مگر اسکے باعث کوئی بھی اسے مسلمان نہیں مانتا تو اگر وہابی، دیوبندی کا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہو تو اس سے یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ وہ مسلمان ہے۔ بسا اوقات دیوبندی اسی مسئلے کا سہارا لے کر سادہ لوح مسلمانوں پر اپنے ایمان کی دھونس جماتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں۔ جبھی تو ہمارا پڑھایا ہوا نکاح صحیح ہے تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اپنی خداداد ذہانت اور دور اندیشی سے ایسے فریب کاروں کے فریب کی جڑہی کاٹ دی تاکہ۔

؎ پرو ہی گر پڑے کبوتر کا جس میں نامہ بندھا ہو دلبر کا

اسی سے جل بھن کر شاخسانہ نویس اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ پر گستاخانہ انداز میں یہ افترا کرتا ہے۔

"کلمہ پڑھنے والے مسلمان کو توضد و نفسانیت سے وہابی کہا جاتا ہے اس سے نکاح پڑھوانا حرام ہے اور برہمن جو کڑوروں دیوتاؤں کو پوجنے والا ہے اور اللہ و رسول کا منکر ہے اس سے نکاح پڑھوانا جائز ہے"

حالانکہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ارشاد کا ایک حرف بھی اس بات کا اشارہ نہیں کرتا کہ برہمن سے نکاح پڑھوانا جائز ہے وہ تو صرف اتنا فرما رہے ہیں کہ نکاح ہو جائے گا اور ہم نے ثابت کیا ہے کہ نکاح ہو جانا اور بات ہے مگر پڑھوانا حرام ہی رہے گا اب اصل مسئلہ کا ثبوت ملاحظہ کیجئے۔

مرتد کے پڑھائے ہوئے نکاح کی صحت اور اس کا شرعی ثبوت۔

نکاح خواں اصطلاح فقہ کے اعتبار سے عورت کا وکیل ہوتا ہے اور شرعی نقطہ نظر سے کافر و مرتد کو نکاح یا کسی بھی کام کا وکیل بنانا درست ہے چنانچہ فقہ حنفی کی بہت سی معتبر اور قابل استناد کتابوں میں اس جزئیہ کی روشن وضاحت موجود ہے۔ ذیل میں صرف چند کتابوں کی عبارتیں ہدیۂ ناظرین ہیں۔

(۱) بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع میں ہے۔

وکذا ردۃ الوکیل لا تمنع صحۃ الوکالۃ فتجوز وکالۃ المرتد بان وَکَّلَ مسلمٌ مرتداً لان وقوف تصرفات المرتد لوقوف ملکہ والوکیل یتصرف فی ملک الموکل وانہ نافذ التصرفات وکذا لوکان مسلماً وقت التوکیل ثم ارتد فھو علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ لما نذکر فی موضعہ اھ

(بدائع ص۲۰ ج ۶ مطبع جمالیہ مصر)

وکیل کے مرتد ہونے سے وکالت کی صحت پر اثر نہیں پڑتا لہٰذا اگر مسلمان نے کسی مرتد کو وکیل بنایا تو یہ وکالت صحیح ہوگی، کیونکہ مرتد کے تصرفات موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اسکی ملک ہی موقوف یا غیر نافذ اس وجہ سے ہوتے ہیں کہ اس کی ملک ہی موقوف و غیر نافذ ہوا کرتی ہے اور وکیل تو موکل کی ملک میں تصرف کرتا ہے جس کے سارے تصرفات بلاشبہہ نافذ ہوتے ہیں (لہٰذا یہاں مرتد کا تصرف بھی نافذ ہوگا) اسی طرح اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت پر باقی ہے ہاں اگر وہ دارالحرب میں چلا جائے تو اسکی وکالت باطل ہو جائے گی اس کی وجہ ہم اسکے مقام پر ذکر کریں گے۔

(۲) عالمگیری میں ہے۔

وتجوز وکالۃ المرتد بان وکل مسلم مرتدا وکذا لوکان مسلماً وقت التوکیل ثم ارتد

اور مرتد کی وکالت بایں طور صحیح ہے کہ مسلمان کسی مرتد کو اپنا وکیل بنائے اور یوں ہی اگر وہ وکیل بنانے کے وقت مسلمان تھا پھر مرتد ہوگیا تو وہ اپنی وکالت

فھو علی علی وکالتہ الا ان یلحق بدار الحرب فتبطل وکالتہ اھ
(عالمگیری ص۲۵۲ ج ۳ ۔ مطبع مجیدی)

پر باقی ہے البتہ اگر وہ دار الحرب سے جا ملے تو اس کی وکالت باطل ہو جائے گی ۔

"بحر الرائق شرح کنز الدقائق" پھر "رد المحتار علی الدر المختار" میں ہے ۔

وما یرجع الی الوکیل فالعقل فلا یصح توکیل مجنون، وصبی لا یعقل لا البلوغ، والحریۃ وعدام الردۃ فیصح توکیل المرتد ولا یتوقف لان المتوقف ملکہ ۔ اھ
(بحر ص۱۴۰ ج ، مطبع دار المعرفۃ بیروت ۔
رد المحتار ص۴۰۰ ج ۳ مکتبہ نعمانیہ دیوبند)

وکیل کے لئے عاقل ہونا شرط ہے لہذا کسی پاگل اور ناسمجھ بچے کو وکیل بنانا صحیح نہیں البتہ بالغ ہونا، آزاد ہونا اور مرتد ہونا (وکیل کے لئے) شرط نہیں ہے لہذا مرتد کو وکیل بنانا صحیح و درست ہے اور یہ وکالت موقوف نہیں رہے گی ، کیونکہ موقوف مرتد کی ملک ہوا کرتی ہے ۔

نیز فتاویٰ ھندیہ میں ہے ۔

ویجوز التوکیل بالبیاعات والاشربۃ والاجارات والنکاح والطلاق ۔

(مرتد کو) نکاح و طلاق اور معاملات بیع وغیرہ میں وکیل بنانا صحیح ہے ۔

(ص۲۵۳ ج ۳)

ان واضح تصریحات سے یہ بات روز روشن کی طرح آشکارا ہو جاتی ہے کہ مرتد کو نکاح کا وکیل بنانا درست ہے اور اس کا تصرف صحیح و نافذ ہوگا کیونکہ وکیل ہونے کے لئے مرتد نہ ہونا شرط نہیں ہے

پس اگر عورت نے کسی کافر یا مرتد کو اپنے نکاح کا وکیل بنایا اور اس نے اُس کی طرف سے ایجاب کے الفاظ ادا کئے تو نکاح ہو جائے گا ۔

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ایسے شرعی و اسلامی مسئلے پر کیچڑ اچھالنا

اور اسے مشرکانہ عقیدہ ٹھہرانا حق کی حمایت ہے یا پس پردہ مذہب حنفی سے بغاوت و عداوت ہے ۔

؎ نگاہِ لطف سے اک اک ادا نے لوٹ لیا !
وفا کے بھیس میں اک بے وفا نے لوٹ لیا

حیض و نفاس والی عورت کے غسل کا پانی قابلِ وضو ہے یا نہیں؟

چھٹا مسئلہ

حائضہ و نفساء عورت نے خون کے بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت اگر غسل کیا تو یہ پانی بھی قابل وضو ہے ۔

فتاویٰ رضویہ ج ۱ ص ۴۵۶

رضا خوانی بھائیو ! اپنے اعلیٰ حضرت کو اس فراست کی داد دو کہ وہ حیض و نفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک، اور اس سے وضو جائز بتلا رہے ہیں ۔ کیا ایسی گندی ذہنیت رکھنے والا مجدد ہو سکتا ہے ؟ کیا ایسے غلیظ اور غلط آدمی کے نام کے ساتھ رضی اللہ عنہ کہنا درست ہے ۔ ؟

ندائے عرفات ص ۵۴

یہ مسئلہ شریعت طاہرہ کا ایسا محقق و مسلم الثبوت مسئلہ ہے کہ جس کی حقانیت کے آگے بعض اکابر علماء دیوبند نے بھی جبین اعتراف خم کیا ہے اور حنفی مذہب کے ائمہ و علماء و مشائخ و فقہاء نے اس کی شہادتیں پیش کی ہیں نمونہ کے طور

پر چند شواہد آپ بھی ملاحظہ کیجئے۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے۔

لو وقعت الحائض بعد انقطاع الدم ولیس علی اعضائها نجاسة فهی کالرجل الجنب ولو وقعت قبل انقطاع الدم ولیس علی اعضائها نجاسة فهی کالرجل الطاهر اذا انغمس للتبرّد لانها لا تخرج عن الحیض بهذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملا۔ اھ

(ص ۵ ج ۱)

حیض والی عورت خون بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں لگی ہے تو عورت جنبی مرد کی طرح ہے اور خون بند ہونے کے پہلے گئی اور اسکے اعضاء پر نجاست نہیں لگی ہے تو اس کا حکم طاہر مرد کی طرح ہے بشرطیکہ اس نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے غوطہ لگایا ہو (نہ کہ قربت کی نیت سے) اس لئے کہ وہ اس غوطہ لگانے سے حیض سے الگ نہیں ہوگی لہذا پانی مستعمل (ناقابل وضوء) نہ ہوگا۔

اس عبارت میں امام اجل، فقیہ النفس، حضرت علامہ فخر الدین قاضی خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (متوفی ۵۹۲ھ) نے یہ واضح کیا ہے کہ ـــــ خون بند ہونے سے پہلے حیض والی عورت نے ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا یا بلفظ دیگر غسل کیا تو اس کا حکم وہی ہے جو طاہر مرد کا ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر طاہر یعنی غیر جنبی شخص ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے کنویں میں نہائے تو پانی پاک اور وضوء و غسل کے لائق رہتا ہے یا نہیں؟ تو اس کے بارے میں خود ہی امام موصوف اپنے فتاویٰ کے اسی صفحے میں چند سطر اوپر اس طرح رقم طراز ہیں۔

اما الاول فالآدمی الطاهر اذا وقع فی البئر لطلب الدلو

طاہر آدمی کنویں میں ڈول لینے یا ٹھنڈک حاصل کرنے کی غرض سے گیا اور اسکے

او التبرد ولیس علی اعضائه نجاسة وخرج حیا فانه لا یفسده والماء طاهر وطهور (فتاویٰ قاضی خاں ص۵ ج ۱)

اعضاء پر نجاست نہیں ہے نیز زندہ نکل آیا تو یہ کنویں کا پانی فاسد نہیں کریگا پانی پاک بھی ہے اور پاک کرنیوالا بھی۔ (یعنی قابل وضوء و غسل ہے۔)

یہاں سے ثابت ہوا کہ حیض والی عورت نے خون بند ہونے سے پہلے اگر پانی میں غوطہ لگایا یا غسل کیا اور قربت و کار ثواب کی نیت نہیں کی تو وہ پانی فاسد نہیں ہوگا جیسے کہ طاہر آدمی کے پانی میں جانے سے پانی فاسد نہیں ہوتا بلکہ وہ بدستور پاک اور وضوء و غسل کے لائق رہتا ہے۔

یہاں یہ بات بھی واضح رہے کہ حیض والی عورت کا جو حکم بیان کیا گیا ہے ٹھیک یہی حکم نفاس والی عورت کا بھی ہے جس کو بچہ پیدا ہونے پر خون آتا ہے چنانچہ بحر الرائق، بدائع الصنائع اور خلاصہ میں ہے۔

قیدنا اصل المسئلة بالجنب لان الطاهر اذا انغمس لطلب الدلو ولم یکن علی اعضائها نجاسة لا یصیر الماء مستعملا اتفاقا لعدم ازالة الحدث، واقامة القربة۔ وان انغمس للاغتسال صار مستعملا اتفاقا لوجود اقامة القربة۔ وحکم الحدث حکم الجنابة ذکره فی البدائع۔

ہم نے اصل مسئلہ کو جنبی کیساتھ اس لئے مقید کیا ہے کہ طاہر آدمی ڈول نکالنے کے لئے اگر غوطہ لگائے اور اس کے اعضاء پر نجاست نہ ہو تو وہ پانی بالاتفاق مستعمل نہیں ہوگا کیونکہ یہاں نہ حدث دور ہوا اور نہ ہی قربت پائی گئی اور اگر غسل کرنے کی نیت سے اس نے غوطہ لگایا تو قربت کے پائے جانے کی وجہ سے وہ پانی بالاتفاق مستعمل ہوجائے گا اور حدث کا حکم وہی ہے جو جنابت کا ہے۔ بدائع الصنائع میں اس کو ذکر کیا ہے۔

وکذا حکم الحائض، والنفساء

اور حیض ونفاس والی عورتوں کا بھی

اذا نزلا بعد الانقطاع ۔ امّا قبل الانقطاع ولیس علیٰ اعضائهما نجاسة فانهما كالطاهر اذا انغمس للتبرد لانها لاتخرج من الحيض بهذا الوقوع فلا يصير الماء مستعملا كذا فی الخلاصة ۔ اھ

(بحر ص۱۰۳-۱۰۴ ج ۱ بحوالہ بدائع وغیرہ)

یہی حکم ہے (کہ پانی مستعمل، ناقابل وضوء و غسل ہو جائے گا) جبکہ وہ خون بند ہونے کے بعد کنویں میں اتری ہوں، لیکن خون بند ہونے سے پہلے تو یہ دونوں طاہر آدمی کے حکم میں ہیں جبکہ ان کے اعضاء پر نجاست نہ لگی ہو اور ٹھنڈک حاصل کرنے کی نیت سے انہوں نے غوطہ لگایا ہو کیونکہ وہ اس غسل سے حیض سے الگ نہیں ہوتی ہیں لہذا پانی مستعمل نہ ہوگا۔ خلاصہ میں بھی ایسا ہی مذکور ہے۔

مزید تائید و تقویت کے لئے عبارات ذیل کا بھی مطالعہ کیجئے۔

غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی اور صغیری میں ہے۔

"حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو وہ جنبی آدمی کی طرح ہے اور اگر بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر یعنی غیر جنبی والے آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا ہے"۔

آب مستعمل کے بیان میں علامہ حلبی (صاحب غنیہ و صغیری) نے طاہر آدمی کا حکم بیان کرتے ہوئے جو صراحت پیش کی ہے وہ انھیں کے الفاظ میں یہ ہے۔

"طاہر آدمی نے قربت کی نیت سے کنویں میں غسل کیا تو یہ پانی کو فاسد کر دے گا اور اگر ڈول تلاش کرنے کے لئے غوطہ لگایا اور اس کے بدن پر نہ نجاست ہے اور نہ ہی اس نے اس میں اپنا جسم ملا تو یہ ائمہ ثلاثہ کے نزدیک بالاتفاق پانی کو فاسد نہ کرے گا ____ میں کہتا ہوں کہ اسی طرح میل دور کرنے کے لئے اگر اس نے اپنے جسم کو

ملا تو اس کے باعث بھی پانی فاسد نہیں ہونا چاہئے کیونکہ فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ آدمی طاہر ہے اور اس نے قربت کی نیت نہیں کی ہے"۔

(غنیہ ص۱۵۳، صغیری ص۸۴)

فتاویٰ عالمگیری معروف بہ فتاویٰ ہندیہ میں ہے۔

"حیض والی عورت کنویں میں گئی تو اگر یہ خون بند ہونے کے بعد ہے اور اس کے اعضاء پر نجاست نہیں ہے تو یہ عورت جنبی کے حکم میں ہے اور اگر خون بند ہونے سے پہلے ہے تو یہ طاہر مرد کے حکم میں ہے اس لئے کہ وہ عورت کنویں میں جانے کی وجہ سے حیض سے الگ نہیں ہوئی"۔

(عالمگیری ص۱۲ ج ۱)

التعلیق المجلی شرح منیۃ المصلی میں ہے۔

"حیض والی عورت اگر حیض بند ہونے کے بعد کنویں میں گئی تو جنبی مرد کی طرح ہے اور حیض بند ہونے کے پہلے گئی تو طاہر آدمی کے حکم میں ہے اور طاہر آدمی کا حکم آب مستعمل کے بیان میں گذر چکا"۔

(التعلیق ص۱۲)

ان تصریحات سے روشن طور پر اس بات کا ثبوت فراہم ہو گیا کہ اعلیٰحضرت قدس سرہٗ کا بیان فرمودہ حکم دراصل مذہب حنفی کی صحیح ترجمانی ہے۔

یہاں تک ہم نے فقہی جزئیات کے آئینے میں مسئلہ مذکورہ کی حقانیت کا مشاہدہ کرایا اب یہ عیاں کرنا چاہتا ہوں کہ آخر آب مذکور کے پاک و قابلِ وضوء و غسل ہونے کی اصلی اور بنیادی وجہ کیا ہے؟

آب مذکور کے پاک اور قابل وضو ہونے کا بنیادی سبب

جس پاک پانی سے غسل کیا گیا اس کے قابل وضو ہونے اور نہ ہونے کی بنیاد اس بات پر ہے کہ وہ پانی فقہاء کی اصطلاح کے اعتبار سے مستعمل ہے یا نہیں؟ اگر مستعمل نہیں ہے

توسمجھ لینا چاہئے کہ وہ پانی ائمہ حنفیہ، مالکیہ، شافعیہ، حنبلیہ بلکہ جمیع سلف وخلف کے نزدیک بالاتفاق بلاانکار نکیر پاک اور قابل وضو ہے۔

اب اہل نظر کے لئے یہ بات قابل غور ہے کہ اس پانی کے مستعمل اور غیر مستعمل ہونے کے متعلق شریعت طاہرہ نے کیا فیصلہ سنایا ہے تو اس سلسلے میں ہم فتاویٰ قاضی خان اور بحرالرائق وغیرہ کی تصریحات پیش کر چکے ہیں کہ وہ پانی مستعمل نہیں ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں۔

لانھا لا تخرج عن الحیض بھذا الوقوع فلا یصیر الماء مستعملاً اھ	عورت کنوئیں میں غوطہ لگانے کی وجہ حیض سے الگ نہیں ہوتی ہے لہذا پانی مستعمل نہیں ہوگا۔

علاوہ ازیں اگر آب مستعمل کی تعریف جان لی جائے اور انصاف و دیانت کے ساتھ ادنیٰ سی بھی توجہ اور غور و فکر سے کام لیا جائے تو اس پانی کے مستعمل ہونے اور نہ ہونے کے بارے میں بآسانی ایک صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ اب تعریف سنئے اور فیصلہ کیجئے۔

آب مستعمل کی تعریف سے حکم مذکور کی تقویت

حنفی مذہب کی مشہور ومعروف اور معتمد و مستند کتاب ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

الماء المستعمل ھو ماءٌ ازیل بہ حدث، او استعمل فی البدن علی وجہ القربۃ ۔ (ہدایہ ص۱۸ ج ام مجیدی)	آب مستعمل وہ پانی ہے جس کے ذریعہ حدث دور کیا گیا ہو یا قربت (کار ثواب) کے طور پر بدن میں استعمال کیا گیا ہو۔

اس تعریف میں پانی کے مستعمل ہونے کی دو صورتیں بتائی گئی ہیں۔ ایک ازالۂ حدث، اور دوسری نیت قربت کے ساتھ پانی کا بدن پر استعمال۔ اور اتنی بات ہر مسلمان جانتا ہے کہ اگر حیض یا نفاس والی عورت خون کے بند ہونے سے پہلے ایک نہیں ہزاروں بار غسل کرلے پھر بھی اس کے بدن سے حدث

دور نہیں ہوگا اسے نماز پڑھنے، روزہ رکھنے، تلاوت کرنے اور کلام اللہ شریف چھونے کی شرعاً اجازت نہیں دی جائے گی ——— پس جب کہ ان عورتوں نے قربت کی نیت سے غسل نہیں کیا اور ان کے بدن سے حدث بھی نہیں دور ہوا تو ناظرین خود انصاف کریں کہ وہ پانی شریعت کے نزدیک کیسے مستعمل ہوگا اور وضو کے قابل کیوں نہیں رہے گا۔

شاید شاخسانہ نویس صاحب ائمہ کرام کے ان بیانات کو ناقابل اعتنار قرار دیں اس لئے ان کی تشفیٔ خاطر و تسکین قلب کے واسطے انھیں کے گھر کے ایک بزرگ کی شہادت پیش کرتا ہوں ؎

کیا لطف جو غیر پردہ کھولے حق وہ ہے جو سر پہ چڑھ کے بولے

ایک دیوبندی پیشوا کی شہادت

ارباب دیوبند کے امام اہلسنت مولوی عبدالشکور صاحب کاکوروی اپنی کتاب "علم الفقہ" میں لکھتے ہیں۔

"حائضہ یا وہ عورت جس کو بچہ پیدا ہونے کے بعد خون آتا ہے (یعنی نفاس والی عورت) خون بند ہونے سے پہلے اگر نہائے اور جسم اس کا پاک ہو تو یہ پانی مستعمل نہیں اور وضو اور غسل اس سے درست ہے۔ (ص۹ ج۱)

ایک دلچسپ نکتہ

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو گندہ ذہن اور غلیظ آدمی اس لئے کہا گیا کہ انہوں نے حیض ونفاس والی عورت کے خون بند ہونے سے پہلے بے نیت قربت غسل کے پانی کو پاک اور قابل وضو بتا دیا۔ ——— تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص خون بند ہونے سے پہلے حیض ونفاس والی عورت کے غسل کے پانی کو ناپاک اور ناقابل وضو بتائے وہ ان کے نزدیک بڑا پاکیزہ خیال اور طیب وطاہر ہے ——— یہ ہے معیار دیوبندیوں کی طہارت و غلاظت کا

لہٰذا اگر کوئی حیض یا نفاس والی عورت خون بند ہونے سے پہلے نہالے تو ان پارساؤں کے نزدیک اس عورت کے بدن سے حدث دور ہو جائے گا اور وہ پاک ہو جائے گی پھر تو اس کے لئے دیوبندی مذہب میں کلام اللہ شریف کی تلاوت بھی جائز ہو گی نیز اسے چھونا اور روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا سب حلال ہوگا اور لطف یہ ہے کہ ان کے لئے اس عورت سے ہمبستری بھی حلال ہو جائے گی۔ نعوذ باللہ من ذالک

اب مسلمان بھائی انصاف کریں کہ ـــــ کیا طہارت و نظافت اسی کا نام ہے کہ حیض و نفاس کا خون بند ہونے سے پہلے عورت کے لئے نماز پڑھنا حلال قرار دیا جائے، روزہ رکھنا جائز بتادیا جائے، مسجد میں جانا، قرآن شریف چھونا، اور اس کی تلاوت کرنا مباح مانا جائے، اس کے ساتھ ہمبستری کے حلال ہونے کا اعتقاد رکھا جائے۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

سچ ہے

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
یہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا رنڈی کو رہنے کے لئے کرایہ پر مکان دینا جائز ہے؟

ساتواں مسئلہ

سوال:۔ رنڈی کو کرایہ پر مکان دینا جائز ہے یا نہیں؟

جواب:۔ اس کا (رنڈی کا) اس مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں۔ رہنے کے واسطے مکان کرایہ پر دینا کوئی گناہ نہیں۔ باقی رہا اس کا زنا کرنا، یہ اس کا فعل ہے اس کے واسطے مکان کرایہ پر نہیں دیا گیا ہے

خان صاحب کے ملفوظات حصہ سوم ص۳۲

(ندائے عرفات ص۵۸)

یہ مذہب بھی امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان کا ہے اور اسے بھی ندائے عرفات میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے جدید مسائل، اور شیر بیشۂ اہلسنت کے مشرکانہ عقائد سے شمار کیا گیا ہے ـــــ میں سمجھ نہیں پاتا کہ آخر اس مسئلے میں وہ کون سی بات ہے جو ان کی کفر زدہ نگاہوں میں شرک و بدعت نظر آرہی ہے کسی نے سچ کہا ہے ؎

وہ کافر نگاہیں خدا کی پناہ — جدھر اٹھ گئیں فیصلہ ہو گیا

یہ تو ان مدعیان توحید کی غیرت و حیا اور ذمہ داری کی بات ہے کہ اس مسئلے کے جس لفظ سے انہیں عقیدۂ شرک کی بو محسوس ہو رہی ہے اس کو متعین طور پر واضح کر کے اس پر ثبوت و برہان قائم کریں۔ ہمیں اس سے کوئی

بحث نہیں۔ ہمارے لئے ان کے کذب و افتراء کے جواب میں صرف اہل اسلام کا فیصلۂ ایمانی کافی ہے۔ مگر چونکہ اس کو جدید مسئلہ اور بدعت بتا کر فقہ حنفی کے خلاف سادہ لوح عوام اہلِ اسلام کو دام تزویر کے پھندوں میں جکڑا جا سکتا ہے کیونکہ پڑھے لکھے لوگ اس قسم کے مسائل سے عموماً نا آشنا ہوا کرتے ہیں اس لئے ہم اپنے مسلمان بھائیوں پر ان کے مکر و فریب کی قلعی کھولنے کے لئے حقیقت مسئلہ کا انکشاف کر رہے ہیں جس کے اجالے میں مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ کے ارشاد مبارک کی حقانیت بخوبی نمایاں ہو کر سامنے آجائے گی۔

اگر زناکار عورت کو کرائے پر مکان دینا اس لئے ناجائز و گناہ کہا جائے کہ وہ اس میں زنا جیسے قبیح جرم کا ارتکاب کرے گی تو کافروں اور مشرکوں کو کرائے پر مکان، یا دکان دینا بدرجۂ اولیٰ ناجائز و حرام ہونا چاہئے کیونکہ وہ اس مکان میں جیسا کہ مشاہدہ کیا جاتا ہے اعمالِ کفر و شرک کا ارتکاب کریں گے بلکہ روز اول ہی جب دکان کی افتتاحی تقریب ہوتی ہے تو وہ اپنے دھرم کے مطابق کیا کیا مشرکانہ مراسم ادا کرتے اور کیسے کیسے غیر اسلامی شگوفے کھلاتے ہیں یہ کسے نہیں معلوم ہے۔ کوئی حصول برکت کے لئے پوجا پاٹ کرتا ہے کوئی بہت سے کفری رسوم وغیرہ لغو خرافات کا اظہار کرتا ہے کسی کی دکان میں ان کے معبودوں کی تصویریں رکھی جاتی ہیں اور کسی کی دکان دیوتاؤں سے آراستہ ہوتی ہے پھر یہ لوگ صبح و شام ان تصویروں اور مجسموں کو پوجتے اور اسطرح روزانہ اعمالِ کفر و شرک کا اظہار کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ جب کفر و شرک سب سے بدترین جرم ہیں اور غیر مسلم اپنی دکان و مکان میں پوجا پاٹ اور کفری رسوم ادا کرتے ہیں تو ان کو کرائے پر دکان یا مکان دینا دیوبندی دھرم کے مطابق ہرگز ہرگز جائز نہیں ہونا چاہئے حالانکہ اہلِ اسلام اس کو جائز سمجھتے ہیں اور اپنی دکان و مکان کفار کو کرائے پر دیتے ہیں، بلکہ مسلمان تو مسلمان دیوبندی مکتبہ

فکر کے حمایتی بھی اس پر عمل پیرا ہیں وہ بھی اپنی دکان و مکان انھیں کرائے پر دیتے اور زبان سے نہیں تو عملی طور پر اس کے جواز کا اظہار ضرور کرتے ہیں۔ اب میں یہ نہیں بتا سکتا کہ یہ لوگ اپنا یہ عمل کسی مصلحت کی وجہ سے جائز سمجھتے ہیں یا انھیں اپنا ہم مذہب، اور دینی بھائی سمجھنے کی وجہ سے۔ جو بھی وجہ ہو ہم کو اس سے کوئی غرض نہیں ہم صرف اپنے مسلمان بھائیوں کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہتے ہیں کہ اگر زناکار عورت کو کرایہ پر مکان دینا ناجائز اور مشرکانہ عقیدہ ہو تو کفار کو کرایہ پر مکان یا دکان دینا کتنا بڑا ناجائز و گناہ اور مشرکانہ عقیدہ ہوگا پھر اسطرح دنیا بھر کے بے شمار مسلمان جنھوں نے کفار کو کرائے پر مکان یا دکان دیئے ہیں کیا وہ شرک سے محفوظ رہ سکیں گے؟ اگر گنتی کی جائے تو دنیا میں کروڑوں مسلمان ایسے بھی نظر آئیں گے جو مسلمان ہونے کے باوجود بھی ان دیوبندی حضرات کے مذہب کے مطابق مسلمان نہیں ہوں گے۔ نعوذ باللہ

؎ شرک ہووے جس میں کارِ مسلمیں
اس برے مذہب پہ لعنت کیجئے

اب ذیل میں اپنے مسلمان بھائیوں کی تشفی اور اطمینان قلب کے لئے فقہی تصریحات ہدیۂ ناظرین کر رہا ہوں جن سے حقیقت مسئلہ کے انکشاف کے ساتھ یہ آشکارا ہو جائے گا کہ مسلمانوں کا یہ عمل شرعی نقطۂ نظر سے جائز و روا ہے۔

فقہی تصریحات اور انکشاف حقیقت

فقہ حنفی کی معتمد کتاب محیط، پھر عالمگیری میں ہے۔

واذا استاجر الذمی من المسلم دارا یسکنها فلا باس بذلك وان شرب فیها الخمر او عبد فیها الصلیب او ادخل فیها الخنازیر ولم یلحق المسلم فی

غیر مسلم ذمی نے رہنے کے لئے مسلمان سے کرایہ پر گھر لیا تو اس میں کوئی حرج نہیں اگرچہ وہ کافر اس میں شراب پیئے یا صلیب کی پوجا کرے، یا اس میں خنزیر رکھے اور اس اجارہ کے باعث مسلمان

ذالك باس لان المسلم لم يؤاجرها لذالك ۔ انما اجرها للسكنى كذا فى المحيط ۔ اھ

(عالمگیری ص۵۲۶ ج ۳)

پر کوئی گناہ نہ ہوگا کیونکہ اس نے اپنا مکان ان معصیت کاریوں کے لئے کرائے پر نہیں دیا ہے بلکہ محض رہنے کے واسطے دیا ہے ۔ محیط میں ایسا ہی ہے ۔

فتاویٰ قاضی خاں میں ہے ۔

لا باس لمسلم ان یواجر دارہ من ذمی یسکنها ۔ وان شرب فیه الخمر، اوعبد فیه الصلیب اوادخل فیه الخنازیر ۔ فذالك لا یلحق المسلم کمن باع غلاما ممن یقصد به الفاحشة اوباع جاریة ممن یاتیها فی غیر الماتی ۔ اھ

(فتاوی قاضی خان ص۴۳۳ ج ۳)

اپنا مکان کسی ذمی کافر کو رہنے کے لئے کرائے پر دے تو اس کی وجہ سے اس پر گناہ نہ ہوگا اور اگر وہ کافر اس میں شراب پیئے یا صلیب کی پوجا کرے یا خنزیر رکھے تو بھی مسلمان اس کی وجہ سے گنہ گار نہیں ہوگا جیسے کہ وہ شخص گنہگار نہیں ہوتا جس نے اپنا غلام ایسے آدمی کے ہاتھ بیچا جو اس کے ساتھ برائی کرنے کی نیت رکھتا ہے یا اپنی باندی کو ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کیا جو اسکے پیچھے کے مقام میں وطی کرے ۔

ناظرین انصاف کریں کہ مسئلہ مذکورہ کی تائید میں ایسی واضح شہادتیں اور روشن تصریحات کے ہوتے ہوئے اس کو شرک و بدعت کس نظریہ کے تحت قرار دیا گیا ہے کہ یہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کی آڑ میں حنفی مذہب سے بغاوت اور ائمہ احناف کی حرمتوں پر ناروا حملہ نہیں ہے ۔

اب آگے بڑھئے اور ان کے گھر کے بعض اندرونی حالات کا جائزہ لیجئے، جس کو ان کے حکیم الامت نے ظاہر کرنے کی اجازت نہیں دی اور اسے "سر مکنون" بتا کر پردۂ راز میں رکھنے کی وصیت کر گئے ۔ الفاظ یہ ہیں ۔

لا ناذن لهم باذاعته للعوام ہم اس کی اجازت نہیں دیتے کہ اس مخفی راز کو عوام میں فاش کر دیا جائے ؎

(فتاویٰ اشرفیہ ص۵۳ ج ۳)

مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز
ورنہ در محفل رنداں خبرے نیست کہ نیست

یعنی ؎

ہے خلاف مصلحت افشائے راز
ورنہ ان کی بزم میں کیا کیا نہیں

تھانوی صاحب کا سرِّ مکنون

دیوبندی مکتب فکر سے تعلق رکھنے والے ارباب ہوش و خرد ابخصوصی توجہ کے ساتھ غور فرمائیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے صرف یہ فرمایا کہ "رنڈی کو رہنے کے واسطے کرائے پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں"، جو قرین قیاس بھی ہے اور امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب بھی ۔ تو اس پر آپ کے نمائندوں نے کیا کیا نہ کہا ۔ اب دیکھئے کہ آپ کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے کیا شگوفے کھلائے ہیں انہوں نے تو حد کر دیا اور اتنا آگے بڑھ گئے کہ زبان قلم بیان سے نادم ہے ۔

موصوف اپنی کتاب فتاویٰ اشرفیہ میں ایک جگہ رقم طراز ہیں کہ ۔

"کسی نے امۃ (لونڈی، باندی) کو اجیر خاص (مزدور) کے طور پر نوکر رکھا اور غرض و معقود دل میں یہ رکھا کہ اس سے بدکاری کریں گے تو چونکہ معقود علیہ تسلیم نفس ہے لہذا اجارہ باطل نہ ہوگا اور چونکہ بقرائن مقامیہ، یا مقالیہ اس اجارہ میں (زنا کرنے کی) یہ شرط بھی معلوم ہے اور "المعروف کالمشروط" قاعدہ متقررہ ہے پس جیسا صراحۃً مقصود علیہ تسلیم نفس ہوا اور اس میں ایسی شرط ہو جو حرام و گناہ ہو جیسے یہاں پر زنا کرنے کی شرط تو بوجہ مشروع باصلہ اور غیر مشروع بوصفہ ہونے کے اجارہ فاسد ہوتا ہے اسی طرح یہاں بھی ہوگا ۔ بلکہ اگر ہم اس غرض کو مصرح قولاً بھی مان لیں (یعنی مرد صاف صاف لفظوں

یں اپنی یہ غرض ظاہر بھی کر دے کہ ہم تیرے ساتھ زنا کریں گے، تب
بھی یہ توجیہہ مذکور دافع اشکال ہے"۔

(فتاویٰ اشرفیہ معروف بفتاویٰ امدادیہ، باب الاجارۃ الفاسدہ ص۵۲ ج ۳)

اسی کی توضیح کرتے ہوئے موصوف نے "السر المکنون" کے زیر عنوان جو خامہ فرسائی کی ہے اس کی تلخیص یہ ہے۔

ان من استاجر امراۃ لیزنی بھا وجد ھٰھنا صورۃ الاجارۃ۔ فوجب العقر بالمقدمۃ الرابعۃ ولا یکون ھذا العقر خبیثاً للمراۃ اھ ملخصاً

کسی شخص نے کسی عورت کو تنخواہ یا مزدوری پر رکھا تاکہ اس کے ساتھ زنا کرے تو بلا شبہہ یہاں اجارہ کی صورت پائی جائے گی لہذا مقدمہ رابعہ کی وجہ سے زنا کا عوض واجب ہو جائے گا اور یہ عوض عورت کے لئے خبیث نہیں ہے (بلکہ حلال وطیب ہے۔)

اس عبارت کا ماحصل یہ ہے کہ ـــــ اگر کسی نے عورت یا لونڈی کو یہ کہا کہ تم میرے گھر ایک گھنٹہ رہو، میں تمہارے ساتھ زنا کروں گا، اس کے عوض ایک روپیہ دوں گا اور ایسا ہو گیا یعنی عورت یا لونڈی مرد کے یہاں ایک گھنٹہ رہی مرد نے اس کے ساتھ زنا کیا تو مرد پر واجب ہے کہ مقررہ پیسے عورت کو ادا کرے اور یہ پیسے اس عورت کے لئے حلال ہوں گے۔ مسلمانو!

ع آواز دو انصاف کو انصاف کہاں ہے؟

اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مذہب پر عمل کرتے ہوئے یہ بیان فرمایا کہ "رنڈی کا مکان میں رہنا کوئی گناہ نہیں اس کو رہنے کے واسطے کرایہ پر مکان دینا کوئی گناہ نہیں" تو دیوبندیوں نے سر پر آسمان اٹھالیا اور آپے سے بالکل باہر ہو گئے ـــــ اور ان کے حکیم الامت نے زنا کرنے کے لئے عورت کو مزدوری پر رکھنا جائز قرار دے دیا اور اس کی

اجرت کو نہ صرف مباح بلکہ واجب بھی فرمادیا، تو ان کے بدن پر جوں تک نہیں رینگی اور سب کچھ مرغ مسلم سمجھ کر چٹ کر گئے!

اپنے اور بیگانے میں یہ تفریق روا رکھ کر جس کردار کا مظاہرہ کیا گیا ہے وہ یقیناً انسانیت کے خلاف اور انصاف و دیانت کے صریح منافی ہے۔

ے
ہم نہ کہتے تھے لے ناداں میرے خامہ کو نہ چھیڑ
اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

واللہ تعالیٰ اعلم

کیا آوارہ عورت کی اولاد اس کے شوہر کی وارث ہے؟

آٹھواں مسئلہ

اگر زید کی منکوحہ خالد کے ساتھ بھاگ جائے اور چند سال کے بعد چند حرامی لڑکے، لڑکیاں لے کر آئے اور زید کا انتقال ہو گیا وہ زنا کی اولاد زید کی متصور ہو گی زید کے ترکہ کی مستحق ہو گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہے گی؟ اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ـــــ وہ سب (حرامی بچے) زید کی اولاد قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا۔

(احکام شریعت حصہ دوم ص۵۳ و ص۵۵)

رضا خانی بھائیو! اپنے مجدد صاحب کی اس تجدید پر قربان ہو جاؤ
اپنے اعلیٰ حضرت کی خوب داد دو کہ انہوں نے کس خوبصورتی کے
ساتھ تمہیں اسلام سے بیگانہ بنایا ہے۔
(ندائے عرفات ص۳۸)

جناب من۔ اگر اسی کا نام اسلام سے بیگانہ بنانا ہے تو دور جانے
کی کیا بات؟ آیئے میں آپ کو آپ کے گھر کا دلآویز نظارہ کرا دوں اور وہ
جلوہ دکھا دوں کہ جس کے حسن کرشمہ ساز نے بڑی خوب صورتی کے ساتھ
آپ لوگوں کو اسلام سے بیگانہ بنایا ہے ؎

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ کہ رنڈی کی اولاد اسکے شوہر کی وارث ہے۔

سوال ۹۳۲/۔ بکر کی زوجہ بلا ہمبستری خاوند کے گھر سے ناراض
ہو کر بھاگ گئی دوسری جگہ جا کر علانیہ اس نے پیشۂ زناکاری اختیار
کیا اور تیس سال سے زیادہ اسی بد فعلی میں مشغول رہی اور تین
چار لڑکے بھی ولد الزنا جنے اور خاوند کے گھر آباد ہونے سے بالکل
انکار کر دیا۔ ہمیشہ بکر اس کے واسطے یہ وصیت کرتا رہا کہ میری نافرمانی
کی وجہ سے نکاح فسخ ہو گیا ہے لہذا وہ بعد وفات میرے محروم
ہو جاوے گی اور لڑکے بھی میری جائداد میں وارث نہ بنیں۔ اب
بکر تین بیوہ چھوڑ کر مرا ہے اور ان ازواج کے حق مہر اور حصۂ میراث
میں جائداد متروکہ زمین وغیرہ جو ان کے حق مہر وغیرہ میں ناکافی ہے
اب وہ لڑکے ولد الزنا بھی دعویدار ہوتے ہیں اور جائداد متروکہ
میں سے حصہ لینا چاہتے ہیں اب از روئے شریعت کیا حکم ہے؟

الجواب:۔ ہندہ (رنڈی) کا نکاح بکر سے قائم ہے کیونکہ نافرمانی
ہندہ کی وجہ سے نکاح اس کا بکر سے نہیں ٹوٹا اور بکر نے اس کو طلاق
بھی نہیں دی لہذا ہندہ کی جو اولاد ہوئی وہ بکر سے سمجھی جاوے گی اور
نسب اس کا بکر سے ثابت ہوگا اور وہ وارث بکر کے ہوں گے جیسا
کہ حدیث شریف میں ہے الولد للفراش وللعاہر الحجر۔
اور ہندہ بھی وارث ہوگی، اور دو بیوہ جو بکر نے چھوڑی وہ بھی وارث
ہوں گی پس تینوں بیوائیں بکر کے ترکہ سے آٹھواں حصہ پائیں گی و
آٹھواں حصہ تینوں زوجات کو برابر تقسیم ہوگا اور باقی اولاد کو ملے
گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم
(فتاویٰ دار العلوم دیوبند جلد ششم ص۷)

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اب میں اپنے قارئین سے خصوصی توجہ چاہوں گا کہ جو عورت محض چند سال
باہر رہی لیکن اس نے نہ زنا کا پیشہ اختیار کیا اور نہ ہی وہ کھلے طور پر زنا میں
ملوث ہوئی اس کی اولاد کے بارے میں اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے
شریعت اسلامی کا یہ مسلمہ ومتفقہ قانون بیان فرمایا کہ وہ اس کے شوہر کے
وارث ہیں تو ایڈیٹر ندائے عرفات اور ان کے کرائے کے مولویوں کو شرک کا آزار
ستانے لگا اس حکم شرعی کی وجہ سے توحید کے ان واحد اجارہ داروں کو اسلام
سے بیگانہ بنانے کا خواب نظر آنے لگا حالاں کہ اس فتویٰ کو کتاب وسنت
کی روشنی میں تحریر کیا ہے اس میں انہوں نے قرآن حکیم کی دو آیتیں پیش کی
ہیں اور سرکار علیہ التحیۃ والثناء کے ارشاد مبارک سے استناد کیا ہے۔ پھر
مذہب حنفی کی معتمد ومختار فقہی کتابوں کی تصریحات سے اسے مزین کر کے ساتھ
ہی ساتھ عقلی طور پر ایسی لطیف ونفیس بحث فرمائی ہے جس نے اس شرعی
مسئلے کو عقل وقیاس کے بالکل قرین وقریب کر دیا ہے۔

لیکن یہ وقت کا کتنا بڑا المیہ اور دردناک سانحہ ہے کہ جس عورت کے ساتھ اس کے شوہر نے ہمبستری نہ کی ہو، جو تیس سال سے زیادہ کھلم کھلا برا کام کراتی رہی ہو، جس نے بدکاری کو اپنا پیشۂ زندگی بنالیا ہو ایسی فاجرہ فاحشہ اور رنڈی عورت کے بارے میں دیوبندی دار الافتاء جب وہی حکم نافذ کرتا ہے جو اس رنڈی سے بہتر عورت کے بارے میں اعلیٰ حضرت نے نافذ کیا تھا اور صاف صاف لفظوں میں یہ فیصلہ سناتا ہے کہ اس رنڈی عورت کی اولاد اس کے شوہر کی سمجھی جائے گی اور ان کا نسب بکر سے ثابت ہوگا اور وہ بکر کے وارث ہوں گے تو ان حضرات کو اس میں کوئی عیب اور قابل اعتراض بات نہیں نظر آتی اور نہ انھیں شرک کا آزار ستاتا ہے اور نہ ہی یہ لوگ اسلام سے بے گانہ ہوتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ جو حکم ایک جگہ اسلام سے بے گانہ بنانے کا باعث ہوسکتا ہے تو دوسری جگہ بعینہٖ وہی حکم اس سے حد درجہ بدتر حادثے میں اسلام سے برگشتہ کرنے کا سبب کیوں نہیں ہوسکتا ؎

اللہ رے خود ساختہ قانون کا نیرنگ
جو بات کہیں فخر وہی بات کہیں ننگ

تھانوی صاحب کا فتویٰ

دیوبندی جماعت کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے بیان کئے ہوئے دو مسئلے ملاحظہ فرمائیے، موصوف اپنی مایۂ ناز تصنیف بہشتی زیور میں رقم طراز ہیں۔

مسئلہ:۔ نکاح ہوگیا لیکن ابھی رخصتی نہیں ہوئی تھی کہ لڑکا پیدا ہوگیا تو وہ لڑکا شوہر ہی سے ہے حرامی نہیں ہے اور حرامی کہنا درست نہیں ہے۔ (ص۵۵ ج۴ مطبوعہ دین محمدی پریس لاہور)

پھر لکھتے ہیں۔

مسئلہ:۔ میاں پردیس میں ہے اور مدت ہوگئی، برسیں گذر

گئیں کہ گھر نہیں آیا اور یہاں لڑکا پیدا ہوگیا تب بھی وہ حرامی نہیں اسی شوہر کا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

دیوبندی صاحبان ارشاد فرمائیں کہ حکیم الامت صاحب یہ مسائل بیان کرکے اسلام سے بیگانہ ہوئے یا نہیں؟

ائمہ حنفیہ کی تصریحات

ائمہ حنفیہ نے ثبوت نسب کے بارے میں جو جزئیات تحریر کئے ہیں اور ثابت النسب ہونے کا جو معیار قائم کیا ہے ان سے اس بات کا کامل طور پر ثبوت فراہم ہوجاتا ہے کہ ہندہ اپنے ہمراہ جن بچوں کو لے کر آئی ہے وہ اسی کے قرار پائیں گے۔ جس کی یہ بیوی ہے۔

مثلاً درمختار میں ہے۔

قد اکتفوا بقیام الفراش بلا دخول کتزوج المغربیۃ بمشرقیۃ بینہما سنۃ فولدت لستۃ اشہر مذ تزوجہا لتصورہ کرامۃ او استخداماً

(فتح، درمختار ص۶۳ ج۲)

نوٹ:۔ یہ مسئلہ بہشتی زیور میں بھی مذکور ہے۔ ۱۲ منہ

فقہاء نے ثبوت نسب کے لئے قیام فراش (وجود نکاح) کو کافی قرار دیا ہے اگرچہ بظاہر وطی یا خلوت نہ ہوئی ہو جیسے مغرب میں رہنے والے مرد نے مشرق میں رہنے والی عورت سے نکاح کیا اور دونوں کے درمیان سال بھر کی راہ ہے۔ پھر عورت نے وقت نکاح سے ٹھیک چھ مہینے پر بچہ جنا تو نسب ثابت ہوگا کیوں کہ وطی کرامت یا جنوں سے حصولِ خدمات کے ذریعہ ممکن و متصور ہے۔

فتح القدیر میں ہے۔

التصور ثابت فی المغربیۃ لثبوت کرامات الاولیاء والاستخدامات

مغرب میں رہنے والی عورت کے مسئلے میں وطی کا تصور ثابت ہے۔ اولیاء کی

فیکون خطوۃ اوجنی اھ
(شامی صـ۶۳۰ـ ج ۲)

کرامات اور جنوں سے حصول خدمات کے ثابت ہونے کی وجہ سے۔ تو ممکن ہے کہ شوہر صاحب قدم ہو یا کوئی جن اسکا تابع ہو۔

غور کرنے کا مقام ہے کہ زوجین کے درمیان بظاہر ملاقات کے وسائل بالکل ناپید ہیں اور ان کے بیچ اتنی طویل و عریض مسافت حائل ہے کہ اگر شوہر ملاقات کے لئے جائے تو بیوی کے پاس پہنچتے پہنچتے پورا سال گذر جائے لیکن چونکہ کرامت کے ذریعہ یا جنوں کی خدمات حاصل کر کے وصال کا ایک امکان پایا جا رہا ہے اس لئے ائمہ کرام نے صرف ایک امکان کی بنیاد پر ثابت النسب ہونے کا فیصلہ سنا دیا اور اس کی چھان بین کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی کہ حقیقت واقعہ کیا ہے، پس جس طرح شریعت مصطفویہ کے ان امینوں اور حامیوں نے احتیاط پر عمل کرتے ہوئے صرف امکان کی بنا پر ثبوتِ نسب کا حکم نافذ کیا۔

ٹھیک اسی طرح اعلیٰ حضرت عظیم البرکت امام احمد رضا قدس سرہٗ نے مفرورہ عورت کی اولاد کے بارے میں ثابت النسب ہونے کا فتویٰ دیا اور میراث کا حق دار بتایا کیوں کہ اگرچہ بظاہر یہاں بھی میاں بیوی کے درمیان ایک عرصہ تک ملاقات نہیں ہوئی ہے لیکن ملاقات اور مباشرت کے وہ سارے امکانات یہاں بھی موجود ہیں جو زنِ مشرقیہ کے مسئلے میں فقہاء نے بیان کئے ہیں پس اگر قیام فراش کے بعد امکان دخول کی بنیاد پر ایک جگہ ثبوتِ نسب کا حکم دیا جا سکتا ہے تو وہ کون سی قباحت ہے کہ اسی جیسے ایک دوسرے حادثے میں ثبوتِ نسب کا حکم نہ دیا جائے۔

حدیث نبوی سے ثبوت

اب اس مسئلے کی تائید میں پیارے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی ایک حدیث کا مطالعہ کیجئے۔ صحیح مسلم شریف میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے یہ روایت بیان کی گئی ہے کہ۔

انہا قالت اختصم سعد بن ابی وقاص وعبد بن زمعۃ فی غلام فقال سعد: ھذا یارسول اللہ ابن اخی عتبۃ بن ابی وقاص عھد الیّ انہ ابنہ انظر الی شبھہ۔

وہ فرماتی ہیں کہ سعد بن ابی وقاص اور عبد بن زمعہ نے ایک بچے کے بارے میں باہم جھگڑا کیا تو سعد نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرے بھائی عتبہ بن ابی وقاص کا بیٹا ہے۔ وہ مجھے وصیت کر گیا ہے کہ یہ اس کا لڑکا ہے۔ آپ ذرا اس کی شکل و شباہت کی طرف نظر فرمائیے۔

وقال عبد بن زمعۃ ھذا اخی یارسول اللہ! ولد علی فراش ابی من ولیدتہ فنظر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی شبھہ فرایٰ شبھا بینا بعتبۃ فقال ھو لک یا عبدُ "الولد للفراش وللعاھر الحجر" واحتجبی منہ یا سودۃ بنت زمعۃ۔ فقالت فلو یر سودۃ قطّ
(مسلم شریف صـ۴۷۰ـ ج ۲ نسائی صـ۲۳ـ ج ۲)

اور عبد بن زمعہ نے کہا کہ یا رسول اللہ یہ میرا بھائی ہے میرے باپ کے بستر پر ان کی ام ولد کے شکم سے پیدا ہوا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بچے کی شکل و شباہت پر نظر فرمائی تو اسے کھلے طور پر عتبہ کے مشابہ و ہم شکل پایا۔ پھر فرمایا کہ اے عبد یہ تیرے لئے ہے بچہ صاحبِ فراش[1] کا ہے۔ اور زانی کے لئے پتھر۔ اور اے زمعہ کی بیٹی سودہ تم اس بچے سے پردہ کرنا۔ حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں کہ اس بچے نے کبھی بھی حضرت سودہ کو نہیں دیکھا کہ وہ اس سے پردہ کرتی تھیں۔

اور بخاری شریف کی روایت میں ہے۔

احتجبی لما رایٰ من شبھہ

حجاب کرنے کا حکم حضور نے اس وجہ سے

---

[1] صاحب فراش وہ شخص ہے کہ عورت جسکی بیوی یا باندی ہو۔ ۱۲ نظام الدین غفرلہٗ

بعتبة

دیا کہ اس بچے کو شکل وشباہت میں عتبہ کے جیسا پایا۔

(بخاری ص۲۷۶ ج۱)

اور نسائی شریف کی ایک روایت میں اس طرح ہے۔

عن عبد الله بن زبير قال كانت لزمعة جارية يتطئها فجاءت بولد شبه الذى كان يظن به، فمات زمعة وهى حبلى. فذكرت ذالك سودة لرسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم "الولد للفراش" واحتجبى منه يا سودة! فليس لك باخ۔

(نسائی شریف ص۲۳ ج۲)

عبد اللہ بن زبیر سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ زمعہ کے پاس ایک باندی تھی جس کے ساتھ وہ وطی کیا کرتا تھا اور اسے ایک آدمی پر یہ گمان تھا کہ وہ اس سے زنا کرتا ہے پھر اس باندی کے ایک بچہ پیدا ہوا جو اسی شخص کے مشابہ وہم شکل تھا جس پر زمعہ کو گمان تھا اور ابھی یہ باندی حاملہ ہی تھی کہ زمعہ کا انتقال ہو گیا بعد ولادت حضرت سودہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے اس واقعہ کو بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ بچہ صاحب فراش کا ہے۔ اور اے سودہ تم اس سے پردہ کرنا کیونکہ وہ تمہارا بھائی نہیں ہے۔

مذکورہ روایات پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے ان امور کا انکشاف ہوتا ہے کہ۔ زمعہ[1] کو اپنی باندی کے بارے میں اس بات کا ظن تھا کہ کسی شخص سے اس کے ناجائز تعلقات ہیں۔ اور[2] عتبہ بن ابی وقاص نے اپنے بھائی کو وصیت کرکے ولیدۂ زمعہ سے اپنی شناسائی کا سربستہ راز منکشف بھی کر دیا۔ پھر[3] یہ واقعہ بھی ان کے غلط روابط کی تائید کرتا ہے کہ اس باندی کا بچہ ہو بہو عتبہ کے مشابہ تھا۔ بلکہ[4] اسی مشابہت کی بنیاد پر حضور پُر نور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی رفیقۂ حیات اور زمعہ کی بیٹی سے پردہ کرنے کا حکم نافذ فرما دیا اور نسائی

شریف کی روایت کے مطابق تو صاف صاف حضرت سودہ اور اس بچے کے مابین رشتۂ اخوت کا انکار بھی فرما دیا۔

یہ ایسے قرائن وشواہد ہیں کہ جن سے عتبہ بن ابی وقاص اور زمعہ کی ام ولد کے مابین ناروا آشنائی کے ساتھ اس بات کا بھی ایک اشارہ ملتا ہے کہ ولیدۂ زمعہ کے شکم سے پیدا ہونے والا بچہ زمعہ کا نہیں تھا بلکہ عتبہ بن ابی وقاص کا تھا لیکن رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے قیام فراش کی بنیاد پر ان تمام شواہد وقرائن سے صرفِ نظر کرتے ہوئے صاف صاف یہ فیصلہ سنا دیا کہ۔

الولد للفراش وللعاهر الحجر۔

بچہ صاحبِ فراش (زمعہ) کا ہے اور زانی کے لئے پتھر۔

اب ذرا ناظرین خاص طور سے توجہ فرمائیں کہ جب ایسے واضح قرائن وشواہد کے پائے جانے کے باوجود قیام فراش کو ترجیح دے کر بچے کو صاحب فراش کے لئے تسلیم کیا جا سکتا ہے تو جہاں ایسے قرائن وشواہد کا ثبوت بھی نہ ہو وہاں بچے کو صاحبِ فراش کے لئے کیوں نہیں مانا جا سکتا اور قیام فراش کو اوہام باطلہ اور ظنون مطرودہ پر کیوں نہیں ترجیح دیا جا سکتا۔

علاوہ ازیں جب سرکار مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے واضح لفظوں میں یہ بیان فرما دیا کہ زنا کرنے والے کے لئے پتھر ہے اور بچہ صاحب فراش کے لئے ہے تو زیر بحث مسئلے میں وہ آوارہ عورت اگرچہ زانیہ کہی جائے لیکن اس کے پیٹ سے پیدا ہونے والے بچے کیا زانی کے قرار پائیں گے جس کے لئے بحکم حدیث پتھر ہے۔ یا اس عورت کے شوہر کے ہوں گے جو صاحب فراش ہے۔ ناظرین خود انصاف فرمائیں کہ یہاں پر اس حدیث کی روشنی میں آخر کیا حکم نافذ کیا جائے گا۔ یہاں سے بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی قدس سرہٗ نے ان بچوں کو ہندہ کے شوہر کا قرار دے کر دین مصطفوی میں کوئی نئی بات ایجاد کی ہے یا اسی حکم پر عمل فرمایا ہے جو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے

ارشاد مبارک سے ثابت ہوتا ہے۔

ندائے عرفات کے ایڈیٹر صاحب تھوڑی ہی دیر کے لئے حق کی پاسداری کیجئے، اور یہ بتایئے کہ جس طرح ہندہ والے مسئلے میں آپ نے اوہام وخیالات کا سہارا لے کر ایک عالم اہل سنت کا تمسخر اور استہزاء کیا ہے اور اس کے خلاف عوام کو بھڑکانے کی ناپاک کوشش کی گئی ہے کیا اسی طرح ولیدہ زمعہ والے مسئلے میں ویسے ہی اوہام وخیالات بلکہ مذکورہ بالا قرائن وشواہد کی بنیاد پر اس عناد پرستی کی تکمیل نہیں کی جاسکتی پھر بتایئے کہ کیا رسول گرامی وقار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد مبارک آپ کے تمسخر اور استہزاء کی زد سے محفوظ رہ سکے گا۔ کیا انہوں نے مسلمانوں کو اسلام سے بے گانہ بنایا ہے، کیا ان کی تعلیمات کا مقصد لوگوں کو اسلام سے برگشتہ کرنا اور بے گانہ بنانا تھا، کیا وہ مشرکانہ عقائد کی تعلیم دینے کے لئے مبعوث ہوئے تھے؟ اگر نہیں تو آپ نے اس مسئلے کو جو ارشاد رسول "الولد للفراش وللعاھر الحجر" کے عین موافق ومطابق ہے مشرکانہ عقائد سے کیوں شمار کیا اگر آپ کو ذات رسالت سے کوئی کد ہے تو کھل کر سامنے کیوں نہیں آتے اور اعلیٰ حضرت کو آڑ کیوں بناتے ہیں ؎

خوب پردہ ہے کہ چلمن سے لگے بیٹھے ہیں
صاف چھپتے بھی نہیں سامنے آتے بھی نہیں

اب ذیل میں اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذکورہ فتویٰ من وعن درج کیا جاتا ہے اسے بغور مطالعہ فرمایئے اور حق کا ساتھ دیجئے۔

مسئلہ ۹۹:۔ کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کی منکوحہ عورت خالد کے ساتھ بھاگ گئی اور آٹھ دس برس کے بعد چند لڑکے اور لڑکیاں لے کر آئی زید کا انتقال ہوگیا وہ اولاد زید کی اولاد شرعاً متصور ہو کر زید کا ترکہ پائیں گی یا بوجہ اولاد الزنا ہونے کے ترکہ سے محروم رہیں گے۔ بَیِّنوا توجروا

الجواب:۔ بچہ اپنی ماں کا یقینی جزء ہے جس میں شک واحتمال کو اصلاً گنجائش نہیں۔ نہیں کہہ سکتے کہ جو بچہ اس عورت کے پیٹ سے پیدا ہوا شاید کسی دوسرے کا ہو اور باپ کی جزئیت جب تک خارج سے کوئی دلیل قاطع مثل اخبار خدا و رسول جل وعلا وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قائم نہ ہو نظر بحقیقت ظنی ہے اگرچہ بحسب حکم شرعی وعرفی کالقطعی ہے جس میں تشکیک مخذول ونامقبول۔

الولد للفراش والناس اُمناء علی انسابھم — لڑکا اس کے لئے ہے جس کی یہ فراش ہے (یعنی یہ جس کی بیوی ہے) اور لوگ اپنے نسب پر امین ہیں۔

ولہذا نسب پر شہادت بتسامع وشہرت روا ہے پھر بھی اسی فرق حقیقی کا ثمرہ ہے کہ روز قیامت شان ستاری جلوہ فرمائے گی اور لوگ اپنی ماؤں کی طرف نسبت کرکے پکارے جائیں گے یہی فرق ہے کہ قرآن عظیم نے امہات کے حق میں اخبار فرمایا۔

اِنْ اُمَّھٰتُھُمْ اِلَّا الّٰٓئِیْ وَلَدْنَھُمْ — انکی مائیں وہی ہیں جن سے وہ پیدا ہیں۔

اور حق آباء میں صرف اتنا فرمایا۔

اُدْعُوْھُمْ لِاٰبَآئِھِمْ ھُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰہِ — انھیں ان کے باپ کی طرف نسبت کرکے پکارو یہ زیادہ انصاف کی بات ہے اللہ کے یہاں۔

مگر کرامت انسان کے لئے رب عزوجل نے نسب باپ سے رکھا ہے کہ بچہ محتاج پرورش ہے، محتاج تربیت ہے، محتاج تعلیم ہے اور ان باتوں پر مردوں کو قدرت ہے نہ عورتوں کو۔ جب کہ عقل بھی ناقص، دین بھی ناقص اور خود دوسرے کی دست نگر ولہذا بچہ پر رحمت کے لئے اثبات نسب میں ادنیٰ بعید سے بعید، ضعیف سے ضعیف احتمال پر نظر رکھی کہ آخر فی نفسہ عند الناس

محتمل ہے، قطع کی طرف انہیں راہ نہیں، غایت درجہ وہ اس پر یقین کر سکتے ہیں کہ فلاں نے عورت سے جماع کیا، یا اس قدر اور بھی سہی کہ اس کا نطفہ اس کے رحم میں گرا، پھر اس سے بچہ اس کا ہونے پر کیوں یقین ہو، ہزار بار جماع ہوتا ہے نطفہ رحم میں گرتا ہے اور بچہ نہیں بنتا تو عورت جس کے پاس اور جس کے زیر تصرف ہے اس میں بھی احتمال ہی ہے اور شوہر کہ دور ہوا احتمال اس کی طرف سے بھی قائم ہے کہ ممکن ہے کہ وہ طیّ ارض پر قدرت رکھتا ہو کہ ایک قدم میں دس ہزار کوس جائے اور چلا آئے ممکن ہے کہ جن اس کے تابع ہوں، ممکن ہے کہ صاحب کرامت ہو، ممکن کہ کوئی ایسا عمل جانتا ہو، ممکن کہ روح انسانی کی طاقتوں سے کوئی باب اس پر کھل گیا ہو، ہاں اتنا ضرور ہے کہ یہ احتمالات عادۃً بعید ہیں مگر وہ پہلا احتمال شرعًا و اخلاقًا بعید ہے۔ زنا کے پانی کے لئے شرع میں کوئی عزت نہیں تو بچے اولاد زانی نہیں ٹھہر سکتے اولاد اس کی قرار پانی ایک عمدہ نعمت ہے جسے قرآن عظیم نے بلفظ ھبہ تعبیر کی۔ (پ ۲۵ سورہ ۴۲

یَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَھَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّکُوْرَ

جسے چاہے بیٹیاں عطا فرمائے اور جسے چاہے بیٹے دے۔ (ترجمہ رضویہ)

اور زانی اپنے زنا کے باعث مستحق غضب و سزا ہے، نہ کہ مستحق ھبہ و عطا، لہذا ارشاد ہوا "وَلِلعَاھِرِ الحجر" زانی کے لئے پتھر۔ تو اگر اس احتمال بعید از روئے عادت کو اختیار نہ کریں بے گناہ بچے ضائع ہو جائیں گے کہ ان کا کوئی باپ، مربی، معلم، پرورش کنندہ نہ ہوگا لہذا ضروری ہوا کہ دو احتمالی باتوں میں کہ ایک کا احتمال عادۃً قریب ہے اور شرعًا و اخلاقًا بہت بعید سے بعید۔ اور دوسری کا احتمال عادۃً بعید اور شرعًا و اخلاقًا بہت قریب سے قریب، اسی احتمال ثانی کو ترجیح بخشیں اور بُعد عادی کے لحاظ سے بُعد شرعی و اخلاقی کو کہ اس سے بدرجہا بدتر ہے اختیار نہ کریں۔ اس میں کون سا خلاف عقل و روایت ہے بلکہ اس کا عکس ہی خلاف شرع و اخلاق و رحمت ہے لہذا عام حکم ارشاد ہوا کہ "الولد

للفراش وللعَاھرِ الحجر" زید اگر اقصیٰ مشرق میں ہے اور ہندہ منتہائے مغرب میں اور بذریعہ وکالت ان میں نکاح منعقد ہوا ان میں بارہ ہزار میل سے زائد فاصلہ اور صدہا دریا، پہاڑ سمندر حائل ہیں اور ایسی حالت میں وقت شادی سے چھ مہینے بعد ہندہ کے بچہ پیدا ہوا، بچہ زید ہی کا ٹھہرے گا اور مجہول النسب یا ولد الزنا نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے درمختار اور فتح القدیر کے درج بالا جزئیات اور بخاری و مسلم کی مذکورہ حدیث ثبوت میں نقل فرمائی ہے۔ پھر لکھتے ہیں۔

بالجملہ ان میں جو بچے زید کی زندگی میں پیدا ہوئے یا زید کی موت کے بعد عدت کے اندر یا چار مہینے دس دن پر عورت نے عدت گذر جانے کا اقرار نہ کیا ہو تو موت زید سے دو برس کے اندر یا اقرار انقضاء عدت کر چکی ہو تو اس دن سے چھ مہینے کے اندر پیدا ہوئے ہوں وہ سب شرعًا اولاد زید قرار پائیں گے اور زید کا ترکہ ان کو ملے گا، ہاں جو موت زید سے دو برس بعد یا بصورت اقرار زن بانقضائے عدت اسی دن سے چھ مہینے کے بعد پیدا ہوئے وہ نہ اولاد زید ہیں، نہ اس کا ترکہ پائیں گے۔ درمختار میں ہے۔

یثبت نسب ولد معتدۃ الموت لاقل منھما (ای من سنتین ش) من وقت الموت اذا کان کبیرۃ ولو غیر مدخول بھا وان لاکثر منھا من وقتہ لا یثبت۔ بدائع الصنائع

موت کی عدت گذارنے والی عورت کے بچہ کا نسب ثابت ہو جائے گا بشرطیکہ وہ وقت وفات سے دو سال سے کم میں پیدا ہوا ہو اور عورت بالغہ ہو اگرچہ شوہر نے بظاہر اس کے ساتھ وطی نہ کی ہو۔ اور اگر بچہ کی ولادت وقت وفات سے مدت مذکورہ سے زیادہ مدت میں ہوئی ہو تو بچہ ثابت النسب نہ ہوگا۔ (

وکذا المقرۃ لمضیھا لو لاقل من اقل مدتہ من وقت الاقرار للتیقن بکذبھا والالا ۔ لاحتمال حدوثہ بعد الاقرار اھ ملخصًا واللہ تعالیٰ اعلم (احکام شریعت ص۴۴ وص۴۵ وص۴۶ جلد دوم)

اور جس عورت نے عدت وفات کے ختم ہوجانے کا اقرار کرلیا ہو اس کا بھی یہی حکم ہے (یعنی اس کے بچے کا نسب اس کے شوہر سے ثابت ہوگا) جب کہ بچہ کی پیدائش اقرار کے وقت سے حمل کی سب سے کم مدت (چھ ماہ) سے بھی کم میں ہوئی ہو کیونکہ یہاں عورت کا جھوٹ یقینی ہے اور اگر اتنی مدت سے زیادہ میں ولادت ہو تو وہ ثابت النسب نہ ہوگا کیوں کہ اب احتمال ہے کہ حمل کا وجود (یعنی استقرار) اقرار کے بعد ہوا ہو۔

شورے شد و از خواب عدم چشم کشودیم
دیدیم کہ باقی ست ہمہ فتنہ غنودیم

واللہ تعالیٰ ورسولہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اعلم، وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم

کیا جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے؟

نواں مسئلہ

جانور کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے ۔ اگر ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ۔ جیسے بکری کا بچہ بھیڑیئے ، یا کتے سے پیدا ہو۔"

(فتاویٰ رضویہ ص۴۴۴ ج ا)

مسلمانو! بالخصوص رضا خوانی بھائیو! اس جدید رضا خوانی دھرم کا خلاصہ یہ ہے کہ بکری اور کتے کی جفتی سے جو پیدا ہو وہ حلال ہے اور اسی طرح گائے اور گدھے کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہو وہ حلال ہے ۔ مولوی حشمت علی کے یہ دو شعر اس مقام کیلئے مناسب معلوم ہوتے ہیں ۔ مولوی احمد رضا خانصاحب کی بارگاہ میں مولوی حشمت علی اس طرح بول رہے ہیں ؎

میرے آقا میرے داتا مجھے ٹکڑا مل جائے ۔۔۔ دیر سے آس لگائے ہے یہ کتا تیرا
اس عبید رضوی پر ہو کرم کی نظر ۔۔۔ بد سہی، چور سہی، ہے تو یہ کتا تیرا

(مولانا) حشمت علی خان صاحب نے خود کو اعلیٰ حضرت کا کتا یقین کر کے ٹکڑا مانگا ہے ۔ اور اپنے بد ہونے، چور ہونے کا اقرار کیا ہے ۔ شاید مجدد بریلوی نے اس مسئلہ میں ایسے ہی کتوں کی رعایت کی ہے ۔ اور یہ لکھا ہے کہ کتے سے اگر بکری کے بچہ پیدا ہو تو وہ حلال ہے ۔ معاذ اللہ (ندائے عرفات ص۲ وص۴۹)

یہ ہے دیوبندی تہذیب، جس پر انہیں ناز ہے، "جانوروں کے ہر حکم میں ماں کا اعتبار ہے"۔ یہ حنفی مسلک کا ایسا معروف ومشہور اور محقق اور مسلم الثبوت ضابطہ ہے کہ فقہ سے ادنیٰ سا بھی مس رکھنے والے کسی صاحب ہوش سے اسکے انکار کا وہم وگمان نہیں کیا جا سکتا۔ جیسا کہ ذیل کے شواہد سے بخوبی اندازہ ہوگا۔

تحفۃ الاقران میں ہے۔

نتیجۃ الاھلی، والوحشی تلحق بالام علی المرضی

بکری اور ہرن کی جفتی سے پیدا ہونے والا بچہ پسندیدہ اور مختار مسلک کے مطابق ماں کے ساتھ لاحق ہوگا۔ (یعنی احکام میں ماں کے تابع ہوگا)

ومثلہ نتیجۃ المحرّم مع المباح یا اخی فاعلم

اور اے میرے بھائی جان لو کہ حلال وحرام جانور کی جفتی سے جو بچہ پیدا ہوگا اس کا بھی یہی حکم ہے (کہ مذہب مختار پر ماں کے حکم میں ہوگا)

(شامی ص۱۵۱ ج ۱ بحوالہ تحفۃ الاقران، باب الاضحیۃ)

ردالمحتار میں ہے۔

المشھور فی کلامھم من اطلاق ان العبرۃ للام ۔ (کتاب مذکور ص۱۵۱ ج ۱)

فقہار کے کلام میں یہ مشہور ہے کہ (جانوروں میں) علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔

غنیہ المستملی شرح منیۃ المصلی اور نہر الفائق، پھر شامی میں ہے۔

ان الاصل فی الحیوانات الالحاق بالام کما صرحوا بہ فی غیر موضع (وزاد فی ش) ونحوہ فی النھر اھ

(غنیہ ص ۱۷۰، شامی ص ۱۵۰ ج ۱ مطلب: ست تورث النسیان)

بے شک جانوروں کے باب میں ضابطہ ہے کہ وہ اپنی ماں کے ساتھ لاحق ہوتے ہیں جیسا کہ فقہار نے کثیر مقامات پر اس کی تصریح فرمائی ہے اور نہر الفائق میں اسی کے ہم معنی صراحت ہے۔

ہدایہ شرح بدایہ میں ہے۔

المولود بین الاھلی، والوحشی

بکری اور ہرن کی جفتی سے جو جانور پیدا

یتبع الام۔ لانھا الاصل فی التبعیۃ اھ (ہدایہ ص۴۴۹ ج ۴)

ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا کیونکہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے۔

بحرالرائق شرح کنزالدقائق میں ہے۔

الام ھی المعتبرۃ فی الحکم اھ (بحرالرائق ص ۱۴۱ ج ۱)

(جانوروں کے) حکم میں ماں ہی کا اعتبار ہے۔

مجمع الانہر اور بنایہ شرح ہدایہ میں ہے۔

فان کانت امّہ بقرۃ یوکل بلاخلاف۔ لان المعتبر فی الحل، والحرمۃ الام فیما تولد من ماکولٍ وغیر ماکول۔ اھو نحوہ فی البنایۃ۔ اھ

اگر خچر کی ماں گائے ہے تو وہ بالاتفاق کھایا جائے گا۔ اس لئے کہ اس جانور کے حلال وحرام ہونے میں جو ماکول اور غیر ماکول سے پیدا ہو ماں کا اعتبار ہے (کہ ماں حلال ہے تو بچہ بھی حلال ہے اور ماں حرام تو بچہ بھی حرام۔

خاتم المحققین علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے حاشیہ درمختار میں اس مسئلہ خاص کی شہادت فراہم کرتے ہوئے بدائع الصنائع فی ترتیب احکام الشرائع کے حوالہ سے ایک نہایت لطیف ونفیس تحقیق پیش کی ہے وہ خصوصی توجہ کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے۔ علامہ موصوف نے اپنے حاشیہ میں اس بات کا انکشاف فرمایا ہے کہ آخر جانوروں میں بچہ کیوں ماں کے تابع ہوتا ہے یا ان کی حلت وحرمت وغیرہ کے احکام ماں کی حلت وحرمت وغیرہ پر کیوں مبنی ہیں؟ علامہ شامی رقم طراز ہیں:۔

(قولہ: اعتبار اللام) لانھا الاصل فی الولد لانفصالہ منھا وھو حیوانٌ متقومٌ ولا ینفصل من الاب الا ماءً

فقہار نے ماں کا اعتبار اس لئے کیا کہ ماں ہی بچہ کی اصل اور جز ہے کیونکہ بچہ ماں سے جدا ہوتا ہے۔ جو حیوان متقوم ہے (تو یہ ماں کا جز ہوا اور ماں اس کی اصل ہوئی

مهينا ولهذا يتبعها فى الرق والحرية ۔ وانما اضيف الآدمىؒ الى ابيه تشريفا له وصيانة له عن الضياع والا فالاصل اضافته الى الام كما فى البدائع اھ

(رد المحتار صـ۱۵ وصـ۱۵۱ ج ۱)

اور باپ سے تو صرف حقیر پانی جدا ہوتا ہے ۔ اور یہی وجہ ہے کہ غلام ہونے اور آزاد ہونے میں بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے اور آدمی جو اپنے باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ محض اس کی اظہار شرافت کیلئے اور اس کو ضائع ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے ورنہ اصل یہی ہے کہ آدمی بھی اپنی ماں کی طرف منسوب ہو۔ بدائع الصنائع میں ایسا ہی مذکور ہے۔

فاضل جلیل علامہ اخی چلپی یوسف بن جنید توقانی رحمۃ اللہ علیہ (م ۹۰۵ھ) نے بھی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے اسی کے مناسب اور ہم معنی وضاحت پیش کی ہے چنانچہ وہ اپنی مایہ ناز اور قابل افتخار تصنیف "ذخیرۃ العقبیٰ فی شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ" معروف بہ "حاشیہ چلپی" میں لکھتے ہیں۔

"ہرن اور گائے کے اختلاط سے جو بچہ پیدا ہوگا وہ ماں کے تابع ہوگا، اس لئے کہ بچہ کے تابع ہونے میں ماں ہی اصل اور بنیاد ہے۔ کیونکہ بچہ ماں کا جز ہے اور اسی بنا پر وہ غلام اور آزاد ہونے میں ماں کے تابع ہوتا ہے اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ نر کے جسم سے پانی الگ ہوتا ہے جو اس حکم کا محل نہیں ہے (یعنی منی میں اس بات کی صلاحیت ہی نہیں ہے کہ بچے کو اس کا تابع قرار دیا جائے) اور ماں سے حیوان جدا ہوتا ہے جو اس حکم کا یعنی تابع ہونے کا محل ہے۔ پس بچہ کی تبعیت کا اعتبار ماں کے ساتھ کیا گیا ہے"۔

(ص ۵۷٤ ج ٤، اضحیۃ، نول کشور)

ان عبارات میں جانوروں کے متعلق یہ اصل وضابطہ بتایا گیا ہے کہ ان

کے احکام میں علی الاطلاق ماں کا اعتبار ہے۔ اور یہ ایسا ضابطہ ہے جو فقہاء عظام و علماء کرام علیہم الرحمۃ والرضوان کے کلام میں درجۂ شہرت پر فائز ہے۔ اور یہی ان کے نزدیک مختار اور راجح ہے۔ اب خاص بھیڑیا والے مسئلہ کا جزیہ ملاحظہ فرمائیے۔

بھیڑیئے کا حکم فقہی تصریحات سے

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے۔

انّ الذئب لو نزا على شاة فولدت ذئبا حل اكله، ويجزى فى الاضحية اھ۔

(بحر الرائق صـ۱۴۱ ج ۱)

بھیڑیئے نے اگر بکری سے جفتی کیا اور بکری نے بھیڑیا جنا تو اس بچے کو کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہے۔

ہدایہ کے باب الاضحیہ میں ہے

ان نزا الذئب على الشاة يضحى بالولد اھ (ہدایہ صـ۴۴۹ ج ۴)

اگر بھیڑیئے نے بکری کے ساتھ جفتی کیا تو بچے کی قربانی ہو سکتی ہے۔

بنایہ شرح ہدایہ کتاب الطہارت میں ہے۔

ان الذئب اذا نزا على شاة فولدت ذئبا حل اكله ويجزى فى الاضحية ذكره صاحب الكافى فى الاضحية ۔ اھ

بھیڑیئے نے اگر بکری سے جوڑا کھایا اور بکری نے بھیڑیا جنا تو اس کا کھانا حلال ہے اور وہ قربانی کے لئے کافی ہو جائے گا۔ صاحب کافی نے قربانی کے بیان میں اس کو ذکر کیا ہے۔

اب کتے اور بکری کے جماع سے پیدا ہونے والے بچے کا حکم ملاحظہ فرمائیے۔

کتے کے حکم کے متعلق ایک جزئیہ

مجمع الانہر میں قہستانی کے حوالے سے منقول ہے۔

وان شاة لو حملت من كلب و رأس ولدها رأس كلب أكل

بکری اگر کتے سے بچہ جنے اور اس بچے کا سر کتے کا سر ہو تو وہ کھایا جائے گا

الا راسه ان اکل العلف دون اللحم اه — مگر اس کا سر نہیں کھایا جائے گا اگر گھاس کھاتا ہو اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں کھایا جائے گا۔

(ص۵۱۳ ج ۲)

اس عبارت میں جو یہ تفصیل بیان کی گئی ہے کہ "وہ بچہ اگر گھاس کھاتا ہو تو اسے کھایا جائے گا اور گوشت کھاتا ہو تو نہیں" تو یہ حکم اس وقت ہے جب کہ وہ بچہ کتے کی شکل وصورت پر ہو۔ اور اگر اس کی شکل وصورت بکری ہی جیسی ہے تو وہ بغیر کسی اختلاف کے کھایا جائے گا۔

یہاں سے یہ امر واضح ہو گیا کہ کتے کی جفتی سے اگر بکری نے بکری کا سا بچہ جنا تو وہ بالاتفاق حلال ہے۔

ان تفصیلات کی روشنی میں اب ناظرین خود ہی فیصلہ کرلیں کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے جو مسئلہ بیان فرمایا ہے وہ ان کا اختراع اور تراشیدہ ہے؟ یا مذہب حنفی کی دیانتدارانہ ترجمانی؟ ؎

من آنچہ شرط بلاغ ست باتو می گویم
تو خواہ ازیں سخنم پند گیر خواہ ملال

دار العلوم دیوبند کا فتویٰ اور اعتراف حقیقت

اب آگے بڑھیے اور شاخسانہ نویس صاحب کے گھر کا حال بھی معلوم کر لیجئے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ـــــ کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین مسئلہ ہائے ذیل کے بارے میں۔

۱۔ـــــ بکری جو کہ ہرن سے جوڑ کھا کر بچہ دے اس بچہ کی قربانی کرنا جائز ہے یا نہیں۔ اور وہ بکری کے حکم میں ہوگا کہ ہرن کے۔

۲۔ـــــ خچر جس کی ماں گھوڑی ہو اس کا جوٹھا کھانا حرام ہے یا مکروہ۔ گھوڑے کے حکم میں ہے کہ خچر کے۔؟ المستفتی محمد ابو الکلام رنگ ساز

کریم الدین پور۔ گھوسی ضلع اعظم گڑھ۔ ۲۸ جولائی ۷۹ء

باسمہ سبحانہ

الجواب نمبر ۵۴۰ حامداً ومصلیاً۔ (۱) ـــــ جانوروں کے متعلق ایک ضابطہ "الاشباہ والنظائر" میں یہ لکھا ہے "الولد یتبع الام" یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے۔ جو حکم ماں کا وہی بچہ کا۔ اس کا تقاضہ یہ ہے کہ جس بچہ کی ماں بکری ہے اور باپ ہرن اس کی قربانی درست ہو ـــــ مگر ایک دوسرا قاعدہ یہ بھی لکھتے ہیں "اذا اختلطا[۱] الحلال والحرام غلب الحرام" یعنی جب حلال حرام مخلوط ہو جائیں تو حرام کا اثر غالب رہے گا"۔ بکری کی قربانی درست ہرن کی نادرست۔ ان کے اختلاط کے نتیجے میں قربانی نادرست ہونی چاہئے۔ قول اول (یعنی بچہ ماں کے تابع ہوتا ہے) راجح ہے۔ (۳) اس کا حال بھی نمبر ۱ سے ظاہر ہے۔ واللہ سبحانہ تعالیٰ اعلم۔ ۴/۹/۱۳۹۹ھ

اس فتوے سے یہ بات صاف عیاں ہے کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہ نے جانوروں کے متعلق جو ضابطہ نقل فرمایا ہے دیوبندیوں کے نزدیک بھی وہی راجح ہے یعنی بچہ اپنے احکام میں ماں کے تابع ہوگا جو حکم ماں کا ہوگا وہی اس کا بھی قرار پائے گا۔ اور سوال نمبر ۳ کے جواب سے یہ امر بھی اچھی طرح نمایاں ہے کہ مسلک راجح کے مطابق وہ خچر گھوڑے کے حکم میں ہے جس کی ماں گھوڑی ہو تو اب قارئین کرام انصاف فرمائیں کہ ـــــ ماں کے گھوڑی ہونے کی وجہ سے خچر اگر گھوڑے کے حکم میں ہو سکتا ہے تو بکری کا بچہ جو بھیڑیئے یا ہرن یا کتے کے جماع سے پیدا ہو بکری کے حکم میں کیوں نہیں ہو سکتا۔

---

۱ اس فتویٰ میں ایک علمی کمال کا مظاہرہ یہ کیا گیا ہے کہ اشباہ ونظائر کے دوسرے والے قاعدہ کو اس طرح بیان کیا گیا۔ "اذا اختلطا الحلال والحرام" یعنی فعل کو تثنیہ استعمال کیا گیا حالانکہ علم نحو کے ابتدائی درجہ کا طالب علم بھی اس بات سے بخوبی واقف ہوتا ہے کہ جب فاعل ظاہر ہو تو فعل بہرحال واحد لایا جائے گا۔ ۱۲ منہ

درسِ عبرت

جناب شاخسانہ نویس صاحب نے اپنی تحریر مذکور میں شیر بیشۂ سنت حضرت مولانا حشمت علی خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں ہرزہ سرائی کرتے ہوئے جن شرافتوں کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان سے ان کی فطرت اور ان کے مذاق کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے ——— ہم جناب کو صرف درس عبرت دینے کے لئے اکابر دیوبند کے چند ارشادات سپرد قلم کر رہے ہیں۔ آپ بھی مطالعہ فرمائیے اور چاشنی بدلئے ؎

نوا را تلخ تر می زن چوں ذوق نغمہ کم یابی
حدے را تیز تر میخواں چوں محمل را گراں بینی

۱ ——— بانیٔ مدرسہ دیوبند، اور دیوبندی جماعت کے قاسم العلوم والخیرات مولوی محمد قاسم نانوتوی صاحب قصائد قاسمی میں نغمہ زن ہیں۔

تیرے بھروسے پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت	گناہ قاسم برگشتہ بخت، بد اطوار
کروڑوں جرم کے آگے یہ نام کا اسلام	کرے گا یا نبی اللہ کیا مرے یہ پکار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ	کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

کہئے جناب! کیا آپ اپنے بقول مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے بارے میں یہ ارشاد فرمائیے گا کہ ——— انہوں نے اپنے کو بد اطوار، بہت بڑا مجرم، اور نام کا مسلمان یقین کر کے بڑی حسرت کے ساتھ کتا بننے کی آرزو ظاہر کی ہے۔

۲ ——— دیوبندی گروپ کے مربیٔ خلائق، مُطاعُ العالَم اور بانیٔ اسلام کے ثانی جناب مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنی مایۂ ناز تصنیف فتاویٰ رشیدیہ میں ان الفاظ میں دستخط کئے ہیں۔

"کتبہ الاحقر رشید احمد گنگوہی"

اور براہین قاطعہ کی تقریظ میں "احقر الناس بندہ رشید احمد گنگوہی"

تحریر کیا ہے ——— انہیں حضرات کے حکیم الامت مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان میں کتبہ الاحقر لکھ کر دستخط کیا ہے ——— "الاحقر" کا معنی ہے ——— "بہت زیادہ ذلیل و حقیر" ——— اور "احقر الناس" کا معنی ہے۔ "لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و حقیر اور سب سے کمتر" ——— کھلی ہوئی بات ہے کہ جب آپ کے ان بزرگوں نے اپنے آپ کو ——— "الاحقر" اور "احقر الناس" تحریر کیا ہے تو بلفظ دیگر انہوں نے اس بات کا اعتراف و اقرار کیا ہے کہ ——— وہ لوگوں میں سب سے زیادہ ذلیل و حقیر اور سب سے کمتر ہیں۔

اب سوال اس بات کا ہے کہ ربّ السمٰوٰت والارض کی وہ کون سی مخلوق ہے جو سب سے زیادہ ذلیل و خوار ہے ——— تو اس کا واضح جواب قرآن حکیم میں موجود ہے، خود خالق کائنات جل جلالہٗ نے ان کا امتیازی اور نمایاں وصف بتا کر ان کا چہرہ اور صحیح خد و خال اس طرح پیش کیا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَادُّوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ اُولٰٓئِکَ فِی الْاَذَلِّیْنَ (المجادلہ)	بے شک وہ لوگ جو اللہ و رسول کی مخالفت کرتے ہیں وہ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَھَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْھَا اُولٰٓئِکَ ھُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ (البینہ)	بے شک جتنے کافر ہیں کتابی اور مشرک سب جہنم کی آگ میں ہیں ہمیشہ اس میں رہیں گے۔ وہی تمام مخلوق میں بدتر ہیں۔

شاخسانہ نویس صاحب! اگر ناگوار خاطر نہ ہو تو ارشاد فرمائیے کہ: کیا آپ ان قرآنی آیتوں کے پیش نظر اپنے گھر کے بزرگوں کی شان میں بھی اس طبعی شرافت کا مظاہرہ کیجئے گا جس کا اظہار کہیں آپ نے بڑے جوش و خروش کے ساتھ نہایت غیر مہذب انداز میں کیا ہے۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کے پتھر ہیں پھینکتے ۔۔۔ دیوار آہنی پر حماقت تو دیکھئے

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے ۔۔۔ ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

وَاللہُ تَعَالیٰ اَعلَم

عورت کے مرتد ہونے سے اس کا نکاح فسخ نہیں ہوتا

دسواں مسئلہ

اب فتویٰ اس پر ہے کہ مسلمان عورت (معاذاللہ) مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی، وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر، یا بلا اسلام وہ دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔

(فتاویٰ رضویہ جلد اول ص۳۹۳)

مسلمانو! مجدد البدعات بریلوی کی خرافات وہفوات کے چند نمونے آپ کے سامنے ہم نے پیش کئے ہیں۔ غور سے ملاحظہ فرمانے کے بعد خان صاحب کے دین و مذہب کا آپ کو پتہ چل جائے گا، اور خان صاحب کی حق پوشی اور ناحق کوشی بھی روز روشن کی طرح سے آپ پر واضح ہو جائے گی۔

(ندائے عرفات ص۴۴)

ایڈیٹر صاحب! امام اہلسنت، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان پر تیر ونشتر چلانے سے پہلے آپ کو اپنے گھر کی بھی خبر لینی چاہئے تھی، ملاحظہ کیجئے۔ دار العلوم دیوبند کا فتویٰ۔

مفتی محمد شفیع صاحب سے یہ سوال ہوا۔

"ہندہ زوجہ زید تقریباً دو تین سال سے اپنے خاوند سے ناشزہ رہی اب چھ ماہ سے اسلام کو ترک کر کے مذہب عیسائی اختیار کر لیا ہے تو نکاح قائم ہے یا منقطع ہو گیا۔ اگر ہندہ پھر اسلام قبول کرے تو زید کا نکاح عود کرے گا یا نہیں؟ (ص۱۲۴ ج ۱)

اس کے جواب میں پہلے انہوں نے یہ خامہ فرسائی کی۔

"مرتد ہو جانے سے ہندہ کا نکاح فسخ ہو گیا، پھر جب کبھی وہ اسلام قبول کرے اس کو زید ہی کے نکاح میں رہنا ہو گا مگر نکاح جدید کرنا پڑے گا۔"

(امداد المفتیین ج ا ص۱۲۴)

پھر جب حالات زمانہ پر نظر ڈالی تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان کے پیرو کار ہو گئے، اور اس فتوے پر یہ حاشیہ تحریر کیا۔

"یہ حکم ظاہر الروایہ کے مطابق لکھا گیا تھا لیکن بعد میں حوادث و حالات اور ضروریات اسلامیہ پر نظر کر کے بمشورہ اکابر دوسرا حکم جو دوسری روایت پر مبنی ہے اور جس کو مشائخ بلخ وغیرہ نے پہلے ہی اختیار کیا تھا اس کو اختیار کرنا ضروری سمجھا گیا۔ اور احقر نے اس پر مستقل رسالہ "حکم الازدواج مع اختلاف دین الازواج" لکھا جو رسالہ "حیلۂ ناجزہ" کا جز ہو کر شائع ہوا ہے بہر حال اب فتویٰ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوتا۔

محمد شفیع عفی عنہ۔ صفر ۱۳۶۶ھ

(فتاویٰ دار العلوم۔) (امداد المفتیین ج ا ص۱۲۴)

یہ فیصلہ اکابر دیوبند کے مشورے سے مفتی شفیع صاحب نے آج سے پینتیس ۳۵ برس پہلے صادر کیا تھا۔ تو ایڈیٹر صاحب فرمائیے، کیا ان پر بھی آپ وہی تبرائیں گے جس کی مشاقی آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے لئے کی ہے ؎

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر
اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر

واقعہ یہ ہے کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ والرضوان نے جو مسئلہ تحریر فرمایا ہے وہ مشائخ حنفیہ علیہم الرحمۃ والرضوان کی ترجمانی ہے اور آپ اس باب میں انہیں کے نقش قدم کے پیرو کار ہیں جیسا کہ ذیل کے فقہی جزئیات سے بخوبی اندازہ ہوگا۔

فقہ حنفی کی معتمد کتاب الدر المختار میں اس مسئلے پر یوں روشنی ڈالی گئی۔

وافتیٰ مشائخ بلخ بعدم الفرقۃ بردتھا زجراً، وتیسیراً لا سیما التی تقع فی المکفر ثم تنکر۔

بلخ کے مشائخ کرام نے عورتوں کو کفر سے روکنے اور لوگوں کی آسانی کے لئے یہ فتویٰ صادر کیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے میاں بیوی کے درمیان فرقت نہیں واقع ہوگی خاص کر اس عورت کے مرتد ہونے سے جو کفر کا ارتکاب کر کے انکار کر بیٹھتی ہے۔

قال فی النهر:- والافتاءُ بهذا اولیٰ من الافتاء بما فی النوادر۔ اھ (الدر المختار شرح تنویر الابصار علی ہامش رد المحتار ص۳۹۳ ج ۱ باب نکاح الکافر، نعمانیہ)

نہر میں فرمایا کہ اس قول پر فتویٰ دینا نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مشہور زمانہ حاشیہ میں نہر کی اصل عبارت نقل فرمائی ہے، وہ یہ ہے۔

عبارتُہٗ: ولا یخفیٰ انّ الافتاء بما اختارہ بعض ائمۃ بلخ من الافتاء بما فی النوادر۔

یہ بات پوشیدہ نہ رہے کہ بعض ائمہ بلخ نے جو موقف اختیار کیا ہے اس پر فتویٰ دینا روایت نوادر پر فتویٰ دینے سے راجح ہے۔

ولقد شاهدنا من المشاق فی تجدیدها، فضلاً عن جبرها بالضرب ونحوه مالا یعد ولا یحدّ۔

ہم نے مشاہدہ کیا ہے کہ مرتد ہونے والی عورت سے نکاح جدید کرنے میں بے حد وبیشمار مشقتیں ہیں تو پھر اسکی پٹائی وغیرہ کر کے تجدید اسلام پھر تجدید نکاح پر اسے مجبور کرنا کس درجہ مشقت کا باعث ہوگا۔

وقد کان بعض مشائخنا من علماء العجم ابتلی بامرأۃ تقع فیما یوجب الکفر کثیراً ثم تنکر، وعن التجدید تابیٰ۔ ومن القواعد "المشقۃ تجلب التیسیر" والله المیسر لکل عسیر۔ (رد المحتار ص۳۹۳ ج ۱، نعمانیہ۔ منحۃ الخالق حاشیۃ البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۳)

ہمارے بعض مشائخ عجم کے سر ایک عورت کی مصیبت یہ آگئی کہ وہ اکثر کفر کا ارتکاب کرتی پھر مکر جاتی، ساتھ ہی تجدید اسلام وتجدید نکاح سے بھی انکار کرتی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ مشقت آسانی لاتی ہے اور اللہ تعالیٰ ہر دشواری کو آسان کرنے والا ہے۔

بحر الرائق شرح کنز الدقائق میں بھی یہ مسئلہ منقول ہے۔

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند افتوا بعدم الفرقۃ بردتها حسماً لباب المعصیۃ والحیلۃ للخلاص منہ۔ اھ (البحر الرائق ص ۲۳۰ ج ۳)

بعض مشائخ بلخ ومشائخ سمرقند نے فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے فرقت نہیں واقع ہوگی۔ تاکہ شوہر سے رہائی حاصل کرنے کیلئے کفر کو حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے اور معصیت کا دوازہ بند ہو جائے۔

ذخیرۃ العقبیٰ شرح صدر الشریعۃ العظمیٰ میں ہے۔

"بلخ اور سمرقند کے مشائخ کرام اور امام حاکم شہید رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورت کا اپنے دین سے پھر جانا نکاح کے فاسد بنانے میں اثر انداز نہ ہوگا، اور نہ ہی اس کے باعث تجدید نکاح واجب ہوگا تاکہ عورتوں کے ارتداد کا دروازہ بند ہو جائے۔"

(ذخیرۃ العقبیٰ معروف بہ حاشیہ چلپی ص ۱۰۶، اخیر باب نکاح الرقیق والکافر مطبع نول کشور ۔)

واقعہ یہ ہے کہ اس باب میں مذہب حنفی کی دو روایتیں ہیں۔

(۱) ظاہر الروایۃ (۲) نادر الروایۃ

اس زمانے میں دونوں ہی روایتوں پر عمل حد درجہ دشوار، بلکہ ناممکن ہے جیسے اسلامی حدود و تعزیرات کا نفاذ ناممکن ہے اب اگر ان روایات کے مطابق فسخ نکاح کا حکم صادر کیا جائے تو پھر اس سے پیدا ہونے والے ضرر عام کے مٹانے کی کوئی سبیل نہ ہوگی، عورتوں میں شوہروں سے آزادی حاصل کرنے کے لئے اپنے مذہب سے ارتداد عام ہو جائے گا اور اس پر کنٹرول ناممکن ہوگا اس لئے فقہائے کرام نے قواعد مذہب کو سامنے رکھتے ہوئے عدم فسخ کا فرمان جاری کر دیا۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ عورت اگر مذہب اسلام سے پھر جائے مثلاً خدائے پاک جل جلالہ یا رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کر دے یا تصدیق کے منافی کوئی بات بول دے یا کام کر دے تو اس کا نکاح فوراً ختم کر دیا جائے گا، لیکن اس کے ساتھ عورت پر ایسی عبرتناک اور ہوش ربا پابندیاں عائد کی گئی ہیں کہ وہ شوہر سے کسی طرح آزادی نہیں حاصل کر سکتی۔

ظاہر الروایہ میں اس کی سزا یہ مقرر ہے کہ اسے پچہتر کوڑے مارے جائیں، اس کو اسلام لانے پر مجبور کیا جائے، اگر اسلام نہ قبول کرے تو اسے زندگی بھر سزائے قید میں مبتلا رکھا جائے، اور اگر اسلام قبول کر لے تو قاضی شرع زبردستی اسی شوہر کے ساتھ اس کا نکاح معمولی مہر کے بدلے میں کر دے۔

نادر الروایۃ میں عورت اسلام سے پھر جانے کے بعد مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہو جاتی ہے اس لئے شوہر کو اس سے نکاح کرنے کی حاجت باقی نہیں رہ جاتی۔ اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہے تو اسے اپنی لونڈی بنا کر تصرف میں رکھے ورنہ حاکم اسلام سے خرید کر تصرف میں لائے۔

فتح القدیر میں ہے

وعامة مشائخ بخاریٰ افتوا بالفرقة وجبرها علی الاسلام وعلی النکاح مع زوجها الاول، لان الحسم بذالك یحصل۔

عامۂ مشائخ بخارا نے یہ فتویٰ دیا کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح ختم ہو جائے گا اور عورت اسلام قبول کرنے اور شوہر اول کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کی جائے گی کہ اسکی وجہ سے ارتداد کو فسخ نکاح کا حیلہ بنانے کی جڑ کٹ جائے گی۔

ولکل قاض ان یجدد النکاح بینهما بمهر یسیر ولو بدینار رضیت ام لا۔ وتعزر خمسة وسبعین، ولا تسترق المرتدة ما دامت فی دار الاسلام فی ظاهر الروایة۔

اور ہر قاضی کو یہ اختیار ہے کہ ان دونوں کے درمیان تجدید نکاح کر دے، اور مہر معمولی ہو اگرچہ ایک دینار، چاہے عورت راضی ہو یا نہ ہو۔ اس عورت کو پچہتر کوڑے سزا میں مارے جائیں گے اور جب تک وہ دار الاسلام میں ہے باندی نہیں بنائی جائے گی یہ ظاہر الروایہ میں ہے۔

وفی روایة النوادر عن ابی حنیفة تسترق۔ اھ (فتح القدیر ص ۲۹۷ جلد ۳ ۔ والدر المختار ورد المحتار ص ۳۹۲ ج ۲)

اور حضرت امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نوادر کی روایت ہے کہ اسے باندی بنا لیا جائے گا۔

در مختار میں ہے۔

وحاصلها: انها بالردة تسترق وتکون فیئا للمسلمین عند ابی حنیفة رحمه الله تعالیٰ ویشتریه الزوج من الامام او یصرفها الیه لو مصرفا۔ اھ

روایت نوادر کا حاصل یہ ہے عورت مرتد ہو جائے تو وہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک باندی بنائی جائے گی اور وہ مسلمانوں کے لئے مال غنیمت ہوگی، شوہر اسے سلطان اسلام سے خرید لے

اور اگر وہ مال غنیمت کا مصرف ہو تو سلطان اسے بلا معاوضہ عطا کر دے۔ (الدر المختار علی ہامش رد المحتار ص۱۹۵ ج ۳ البحر الرائق ص۲۳ ج ۳)

ہر دانشمند اپنے اہل وعیال کو اپنے مذہب اور اپنی تہذیب کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتا ہے اور خلاف ورزی پر اس کے ساتھ تادیبی کاروائی کرتا ہے اور اگر کوئی بغاوت کر بیٹھے تو اس کی سرزنش میں کوئی دریغ نہیں کرتا ورنہ کسی بھی قوم کی تہذیب اور اس کا تشخص برقرار نہ رہے گا، اسی طرح اسلام نے بھی اپنے ماننے والوں کی اصلاح کے لئے ممکن تدابیر اختیار کرنے کی اجازت دی ہے، ورنہ جہاں میاں بیوی میں کچھ اَن بَن ہوئی عورت اپنے مذہب سے بغاوت کا علم بلند کر دے گی، اس لئے نہیں کہ دوسرا مذہب مذہب اسلام سے اچھا ہے بلکہ صرف اپنے شوہر کو جلائے اور اس کی ضد میں نکاح سے رہائی کے لئے یہ حیلہ اختیار کرے کہ وہ وہابی یا دیوبندی ہو جائے۔

الغرض یہ امر تو روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ایک ہندوستان ہی نہیں دنیا کے کسی بھی خطے میں اب دونوں روایتوں پر عمل نہیں ہو سکتا۔ نہ تو عورت کو پہلے شوہر کے ساتھ نکاح کرنے پر مجبور کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اس کو باندی بنایا جا سکتا ہے۔ اسی لئے مجدد اعظم اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مشائخ بلخ وسمرقند کے مذہب مختار کے مطابق فتویٰ دیا کہ اب عورت کے مرتد ہونے سے نکاح فسخ نہیں ہوگا اور احکام شریعت جلد دوم ص۵۹ اور ص۶۰ میں اس کی دلنشین انداز میں وضاحت بھی فرما دی، اور خود فتاویٰ رضویہ جلد اول میں بھی ــــ جہاں سے اس دیوبندی ایڈیٹر نے یہ مسئلہ نقل کیا ہے ــــ ضمنی طور پر اس کی علت بیان فرما دی ہے اور اس کو اتنا واضح تو کر ہی دیا ہے کہ قاری میں کچھ بھی انصاف کی خو، بو ہو تو وہ مصلحت شرعیہ سے لبریز اس فتوے کے آگے سر تسلیم خم کر دے۔ فرماتے ہیں۔

" اسی وجہ سے میں نے بار بار یہ فتویٰ دیا ہے کہ مسلمان کی

عورت مرتد ہو جائے تو بھی اس کا نکاح فسخ نہ ہوگا کیونکہ میں نے یہ مشاہدہ کیا ہے کہ وہ نکاح ختم کرنے کے لئے مرتد ہونے میں بڑی دلیری وجسارت کے ساتھ جلدی کرتی ہیں اور ہمارے بلاد میں نہ ان کو باندی بنانا ممکن ہے، نہ ہی اسلام قبول کرنے کے لئے انھیں کوڑے مارنا اور مجبور کرنا ہمارے بس میں ہے۔ میں نے اپنے فتاویٰ کے کتاب السیر میں اسے کھول کر بیان کر دیا ہے۔"

(عربی سے ترجمہ) فتاویٰ رضویہ ص۳۹۳ وص۳۹۴ ج ۱)

اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے جس پس منظر میں یہ مسئلہ بیان کیا ہے اس میں بڑی خوب صورتی کے ساتھ اس حقیقت کو بھی اجاگر کر دیا ہے کہ یہ مذہب سے انحراف نہیں ہے، بلکہ مذہب کے قواعد عامہ کے عین موافق ومطابق ہے۔

میں اس مقام پر پہنچ کر یہ سوچتا ہوں کہ آخر شاخسانہ نویس نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کی آڑ میں فقہائے حنفیہ پر یہ کیچڑ کیوں اچھالی ہے اور ارتداد کا دروازہ بند کرنے پر یہ اس طرح آپے سے باہر کیوں ہو رہے ہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ یہ اپنی تعداد میں اضافہ کرنا چاہتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم وعلمہٗ جل مجدہٗ اتم واحکم

کتبہ

محمد نظام الدین الرضوی

خادم الافتاء دار العلوم اشرفیہ مبارکپور

۱۱ر رجب ۱۴۱۰ھ

اذان خطبہ کہاں ہو؟
دائرۃ البرکات
دائرۃ البرکات
اثبات ایصال ثواب
دائرۃ البرکات
تحقیقات
دائرۃ البرکات
دائرۃ البرکات
اشرف السیر
دائرۃ البرکات
اسلام اور چاند کا سفر
دائرۃ البرکات